تعلیم الایمان:

حج وعمرہ اور قربانی
کس شعور سے کریں؟

تصنیف

عبداللہ صدیقی

ریسرچ اسکالر آف ایمانیات

زیر سرپرستی

مولانا محمد سراج الہدیٰ ندوی ازہری

استاد حدیث وفقہ دار العلم سبیل السلام حیدرآباد

ناشر

عظیم بک ڈپو

نزد جامع مسجد دیوبند، یوپی

بغیر کسی تبدیلی کے چھپوانے کی اجازت ہے

نام کتاب:۔ حج وعمرہ اور قربانی کس شعور سے کریں؟
تصنیف :۔ عبداللہ صدیقی
زیر سرپرستی:۔ مولانا سراج الہدیٰ ندوی ازہری:9849085328
سنہ طباعت:۔ 2012ء
کمپیوٹر کتابت:۔ **ین . کے گرافکس** مولوی محمد نصیر الدین خیرؔی
تعداد:۔ 500 9985526522

ناشر

عظیم بک ڈپوز د جامع مسجد دیوبند۔(یوپی۔انڈیا)

حیدرآباد آندھرا پردیش میں ملنے کے پتے

☆ **Officemate. Beside Gangajamuna Hotel,
Opp Mahdi Function Hall, Lakdikapul, Hyd.
Cell: 9391399079, 9966992308.**

☆ **Maktaba Kaleemiya, Rahman Complex,
Yosufian cross road, Nampally Hyderabad. A.P.
Cell: 9885675624**

☆ **Hindustan Paper Emporium, Machlikaman,
beside Shahran Hotel, Charminar, Hyd. A.P,**

☆ **Huda Book Distributer, Hyderabad-**

اس کتاب کو حج وعمرہ کو جانے والے حضرات کو تحفہ دے کر آن کے بھی حج کے ثواب میں شریک ہوجائے

صفحہ	اجمالی فہرست
4	☆ کتاب کا تعارف
5	☆حج کس شعور سے کیا جائے؟
7	☆تمام عبادتیں شعور کے ساتھ کی جائیں
11	☆حج کو جانے سے پہلے ان باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے
14	☆حج کو جانے سے پہلے فاسق فاجر انسانوں کو اپنی حالت بدلنی چاہئے
15	☆حج کو جانے سے پہلے یا آنے کے بعد حقوق العباد ادا کریں
17	☆مال حرام اور گناہوں کو نہ چھوڑ کر بوڑھاپے میں حج کرنے کا دھوکا
24	☆حج کو جانے پہلے ایمان درست کیجئے
28	☆خالص اللہ تعالیٰ کیلئے حج کریں
29	☆حج کے ذریعہ پوری دنیا کے انسانوں کو توحید کی دعوت
30	☆حج کے دوران قوت برداشت یعنی صبر بہت ضروری ہے
32	موجودہ زمانے میں حج کی روح ختم ہوتی جاری ہے
34	☆حج کیا ہے
41	☆حضرت ابراہیمؑ کے بعد حج میں خرابیاں
46	☆حج کو جانے پہلے مکہ کی عظمت کو ذہن میں رکھئے
50	☆حضرت ابراہیمؑ کی زندگی سے ملنے والے اسباق
58	☆اللہ سے سب سے زیادہ محبت ہونا ضروری ہے
61	☆قربانی سے ہی اطاعت وفرمانبرداری کا مزاج بنتا ہے
64	☆قربانی تین قسم کی ہوتی ہے
66	☆دنیا کے دوسرے مذاہب میں قربانی کے عجیب وغریب طریقے
67	☆دنیا کی تمام قوموں میں عید منانے کا رواج
70-127	☆ کعبۃ اللہ اور اسکے مقامات کی تفصیل اور مدینہ منورہ کا سفر

کتاب کا تعارف

اسلامی تعلیمات میں حج ایک بنیادی رکن ہے اور صاحب استطاعت پر فرض ہے۔

مگر موجودہ زمانے میں ایمان کی کمزوری اور اہل اللہ سے دوری کی وجہ سے اکثر مسلمانوں میں حج وعمرہ کے فضائل اور برکات سن کر بہت زیادہ شوق وجوش نظر آتا ہے، چنانچہ اکثر تاجر کاروبار میں برکت کی خاطر رمضان شروع ہوتے ہی ہر سال عمرہ پر عمرہ کرنے چلے جاتے ہیں۔ بے پردہ، مال حرام کھانے، یہود ونصاریٰ کے کلچر پر زندگی گزارنے اور اسلام کی کھلے عام خلاف ورزی کرنے والے صرف گناہ معاف کروانے کی نیت سے حج وعمرہ ادا کرنا چاہتے ہیں، مگر اپنی زندگی کو تبدیل کرنے کی نیت ہی نہیں رکھتے، اگر جائزہ لیا جائے تو ان دونوں قسم کے لوگوں کی زندگی میں اور ان کے اہل وعیال میں دین نظر نہیں آتا۔ حج وعمرہ کے اثرات اور روح ہی نظر نہیں آتی۔ وہ حج وعمرہ سے پہلے جیسے ہوتے ہیں، حج وعمرہ کے بعد پھر ویسے ہی نظر آتے ہیں۔ وہ زیادہ سے زیادہ مسائل حج وغیرہ سے واقف ہوتے ہیں، روح سے واقف نہیں ہوتے۔ اسی طرح مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد جو ہر سال باقاعدہ پابندی سے قربانی کے نام پر جانور ذبح کرتی ہے، وہ بھی قربانی کی حقیقت سے واقف نہیں ہے، ان کی زندگی میں قربانی کا اثر ہی نظر نہیں آتا، وہ ہر سال بے شعوری کے ساتھ قربانی دیتے ہیں۔

جناب **عبداللہ صدیقی** صاحب جو مولانا **کمال الرحمٰن قاسمی** کے خاص تربیت یافتہ اور مرید ہیں اور مولانا مفتی **محمد مصطفیٰ مفتاحیؒ** سے خوب استفادہ کئے ہوئے ہیں، انہوں نے میری سرپرستی میں یہ کتاب تیار کی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو مخصوص فکر اور نظر دیا ہے کہ وہ معاشرہ کا بڑی گہرائی کے ساتھ جائزہ لیتے اور اس طرح کے عنوانات سے بے شعور مسلمانوں کو بیدار کرنا چاہتے ہیں یہ کتاب الحمدللہ اپنے عنوان پر بڑی گہری فکر اور زبردست رہنمائی کرنے والی ہے، انشاءاللہ حاجی میں حج وعمرہ کی روح اور عام لوگوں میں قربانی کی حقیقت پیدا کرنے والی ایک قیمتی نایاب تحفہ ثابت ہوگی۔ دعا فرمائیے اس کتاب سے اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ فیض جاری فرمادے اور مؤلف، سرپرست اور دیگر معاونین کی محنتوں کو قبول فرمائے اور ذخیرآخرت بنادے۔ آمین یارب العالمین۔

محمد سراج الہدیٰ ندوی ازہری

سرپرست ایمانیات سنٹر حیدرآباد۔ ۲۶ شعبان ۱۴۳۳ھ مطابق 18 جولائی 2012 فون: 9849085328

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حج کس شعور سے کیا جائے؟

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ** ٥ (سورہ آل عمران:۹۶۔۹۷)

ترجمہ: خالص اللہ کی خوشنودی کے لئے ان لوگوں پر کعبۃ اللہ کا حج فرض ہے، جو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں اور جس نے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ بے شک تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

اللہ کا تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ خوب جان لو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے، حج کے متعین مہینیں ہیں، تو جو کوئی ان مہینوں میں حج کا پختہ ارادہ کرے، تو پھر حج تک شہوت کی بات کرنا، فسق وفجور اور لڑائی جھگڑا ممنوع ہے اور نیکی کے جو کام تم کروگے اللہ اس کو جانتا ہے اور زاد راہ لے لو۔ (سورہ بقرہ:۱۹۷۔۱۹۶)

اللہ کا تعالیٰ کا فرمان ہے: اور جب کہ ہم نے ابراہیمؑ کے لئے اس گھر کی جگہ مقرر کی، اس ہدایت کے ساتھ کہ یہاں شرک نہ کرو اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک صاف رکھو اور لوگوں میں حج کی عام منادی کردو کہ تمہارے پاس آئیں خواہ پیدل آئیں یا ہر دور دراز مقام سے دبلی اونٹنیوں پر آئیں تاکہ یہاں آکر وہ دیکھیں کہ ان کیلئے کیسے کیسے دینی اور دنیوی منافع ہیں اور ان چند مقرر دنوں میں ان جانوروں پر جو اللہ نے انہیں دیئے ہوں اللہ کا نام لیں (قربانی کریں) اور اس میں سے خود بھی کھائیں اور تنگ دست اور محتاج لوگوں کو بھی کھلائیں۔ پھر لوگوں کو چاہئے کہ اپنا میل کچیل دور کریں اور نذریں پوری کریں اور اس گھر کا طواف کریں۔ (سورہ حج: ۲۸ تا ۲۶)

ارشاد باری تعالیٰ: اور یاد کرو جب ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے

انہوں نے دعا کی کہ اے ہمارے رب ہم دونوں کو تو اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری ذریت میں سے بھی ایک فرمانبردار امت اٹھا اور ہمیں ہمارے عبادت کے طریقے بتا۔(سورہ بقرہ:۱۲۸۔۱۲۷)

فرمان الٰہی ہے: اے ہمارے رب میں نے اپنی اولاد کو ایک بے آب وگیاہ وادی میں تیرے محترم گھر کے پاس بسایا ہے۔ اے ہمارے رب تا کہ وہ نماز قائم کریں۔(سورہ ابراہیم:۳۷)

اللہ کا ارشاد ہے: اور یاد کرو جب ابراہیمؑ نے دعا کی کہ اے میرے رب، اس سرزمین کو امن کی سرزمین بنا اور مجھ کو اور میری اولاد کو بھی اس بات سے بچا کہ ہم بتوں کو پوجیں۔اے میرے رب ان بتوں نے لوگوں کی ایک کثیر تعداد کو گمراہ کر رکھا ہے۔(سورہ ابراہیم:۳۵۔۳۶)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم نیکی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے ہو، یہاں تک کہ اپنی محبوب چیز کو (راہ خدا میں) خرچ کرو۔(سورہ آل عمران:۹۲)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ نے کہا سرِ اطاعت جھکا دو تو اس نے کہا میں نے دونوں جہاں کے پروردگار کے آگے سرنیاز جھکا دیا۔(سورہ بقرہ۔۱۳۱)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیشک ابراہیمؑ ایک الگ امت تھے۔ اللہ کا فرمانبردار اور اس کی طرف یکسو، اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے۔(سورہ نحل۔۱۲۰)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ابراہیم نہ یہودی تھا اور نہ ہی نصرانی بلکہ وہ حنیف مسلم تھا۔(یعنی سب سے کٹ کر اللہ کی بندگی کرنے والا)(سورہ آل عمران:۶۷)

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے: اور ہم نے اس کو پکارا۔ اے ابراہیم تو نے خواب کو سچ کر دکھایا۔ بے شک ہم اسی طرح نیکوکاروں کو بدلہ دیتے ہیں۔(سورہ صٰفّٰت: ت۱۰۵۔۱۰۴)

تمام عبادتیں شعور کے ساتھ کی جائیں

اسلام کی یہ خوبی ہے کہ اس نے انسانوں کے لئے اطاعت وعبادت کے جتنے طریقے رکھے ہیں، ان کے خاص خاص اثرات بھی رکھے ہیں، جیسے نماز کو لیجئے قرآن مجید نے اس کا اثر یہ بتلایا ہے کہ یہ بے حیائی و بے شرمی سے روکتی ہے، اللہ کی یاد قائم کرنے کا بڑا طریقہ نماز بھی ہے۔ مگر اکثر لوگ نماز پڑھ کر بھی بے حیائی و بے شرمی کے کاموں سے دور نہیں ہوتے اور اللہ سے غافل بنے رہتے ہیں، اسی طرح روزہ کا اثر بتلایا کہ انسان تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کرتا ہے، مگر رمضان کے بعد بہت کم لوگوں میں تقویٰ نظر آتا ہے، اسی طرح حج کے اثرات یہ بتلائے گئے، کہ انسان دنیا کے مقابلہ آخرت کی یاد اور اللہ کی محبت بڑھا کر واپس آتا ہے، مگر عملی زندگی میں اکثر حاجی جیسے پہلے تھے، ویسے ہی بن جاتے ہیں، اس کی وجہ کیا ہے؟ غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اللہ کو پہچانے بغیر اسلام پر زندگی گزار رہی ہے اور بے شعوری کے ساتھ وہ اللہ کی اطاعت وعبادات کرتی ہے، ان کے نزدیک عبادات ایک رسم بنی ہوئی ہے، جس کی وجہ سے عبادات کے اثرات اکثر مسلمانوں کی زندگی میں نظر نہیں آتے۔

❁ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نماز بھی پڑھتا ہے، روزہ بھی رکھتا ہے، زکوٰۃ بھی دیتا ہے، حج وعمرہ بھی کرتا ہے، یہاں تک کہ آپ نے تمام نیکیوں کا ذکر فرما دیا، پھر فرمایا مگر قیامت کے دن اسے اس کے شعور کے مطابق ہی بدلہ دیا جائیگا (بیہقی)

کیوں کہ شعور وفہم کے ساتھ عبادت کا درجہ بلند ہے، انسان جس قدر شعور وادراک کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریگا اور نیک عمل میں سرگرم رہے گا، اسی قدر وہ روحانی قوتوں سے ہم کنار ہوگا اور خدا کی قربت حاصل کرے گا، اور اس پر عبادات کے اثرات ظاہر ہوں گے۔ مثلاً

سلام سے آپس کی دشمنیاں دور ہوتیں ہیں، غرور وتکبر ختم ہوتا ہے، محبتیں بڑھتی ہیں، مگر عملی زندگی میں ایسا نہیں ہوتا، اکثر لوگوں میں سلام کرنے کے باوجود محبتیں نہیں بڑھتیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ بے شعوری کے ساتھ ایک رسم ادا کرنے کو رواجی انداز پر سلام کرتے ہیں، یہی حال ہر عمل کا ہے۔ مسلمان عبادات واطاعت کا شعور حاصل کرے، ورنہ وہ عبادات کرکے بھی اتنا فائدہ نہیں اٹھا سکے گا جتنا اس کو اٹھانا چاہئے۔

اگر مسلمان حج کو شعور کیساتھ ادا کرے تو اس میں یک دم تیزی سے تبدیلی آجاتی ہے، اس پر اللہ کے فضل سے عبادت کے اثرات کا غلبہ بڑھ جاتا ہے، نماز، روزہ، زکوٰۃ، پردہ، خیر خیرات، ذکر واذکار اور سنتوں کی پابندی کے ذریعہ اسکی عقل پر ہر روز جو اللہ کی یاد کا غلبہ پیدا ہوتا ہے ان تمام عبادتوں واطاعتوں کے اثرات وتاثیر کا کثیر اور زیادہ حصہ وہ حج کے ایام میں حاصل کرلیتا ہے، کعبۃ اللہ سے تعلق اور محبت بڑھا لیتا ہے۔ اس سے وداعی پر روتا ہے اور صرف اللہ تعالیٰ کی محبت لئے واپس ہوتا ہے، کعبۃ اللہ کی زیارت حج وعمرہ سے انسان میں توحید کا اضافہ ہوتا ہے، کعبۃ اللہ کے سامنے نماز اور طواف ادا کرکے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے اور بالکل قریب تصور کرتا ہے، کعبۃ اللہ میں طواف کرتے وقت وہ اپنے اوپر بیت المعمور میں فرشتوں کے ساتھ طواف کرتا ہوا محسوس کرتا ہے، اس سے اسکے ایمان میں زیادتی ہی زیادتی ہوجاتی ہے۔

حج کی عبادت زبردست مجاہدے والی عبادت ہے، جس میں انسان کا وقت مال اور جسم سب کچھ لگتا ہے۔ پچھلے زمانوں میں انسان کو حج کے لئے چار چار مہینے پہلے اپنا کنبہ، خاندان، مکان ودوکان سب کچھ چھوڑ کر نکلنا پڑتا تھا۔ آج بھی تیز رفتار سواریوں کے باوجود ۳۵ تا ۴۰ دنوں تک اس عبادت کے لئے مکہ مکرمہ میں مجاہدہ کرنا پڑتا ہے، کثیر مال خرچ کرنا پڑتا ہے، جسم کو ہر قسم کے آرام سے دور، تکلیف اور دقت برداشت کرنا پڑتا ہے، اتنی محنت کے باوجود اگر صحیح معنی میں حج شعور کے ساتھ نہ کیا جائے اور اس سے فائدہ حاصل نہ ہو تو یہ بڑی محرومی کی بات ہوگی۔

حج کو مفید، فائدہ منداور کارآمد بنانے کے لئے ضروری ہے کہ حج کا شعور حاصل کیا جائے اور پورے شعور کے ساتھ اس عبادت کو ادا کیا جائے، ورنہ پیسے بھی ضائع ہوں گے، وقت بھی فائدہ نہیں دے گا اور جسمانی مشقت بیکار جائے گی، پچھلے زمانوں میں جب ایک

شخص حج کرتا تو پورے علاقے اور محلے کے لوگ اسکے تقویٰ کے اثرات دیکھتے اور قبول کرتے تھے۔اس کے حج کے انوار کا اثر دوسروں پر پڑتا تھا،مگر آج وہ بات نہیں۔موجودہ زمانے میں حج کے اخراجات زیادہ ہونے کے باوجود تعداد کم نہیں ہورہی ہے،جبکہ پچھلے زمانوں میں اخراجات کم تھے تعداد بھی کم تھی،مگران حاجیوں میں حج کے اثرات نظر آتے تھے اور زندگیوں میں تبدیلی ہوتی تھی،مگر آج بہت سارے حاجی حج کرتے ہی ڈاڑھی مونڈوادیتے ہیں،جیسے پہلے تھے ویسے ہی ہوجاتے ہیں،اکثر عورتیں پردہ نہیں کرتیں،کعبۃ اللہ کے صحن ہی میں حج کے بعد بے پردہ پھرتی ہیں۔گالی گلوج،لڑائی جھگڑے سب کچھ جاری رہتے ہیں،چنانچہ لوگ کعبۃ اللہ کے صحن میں تو لڑائی جھگڑا،گالی گلوج نہیں کرتے،مگر ہوٹلوں کے کمروں اور کھانوں کی جگھوں پر یاٹراویل ایجنٹوں اور خدمت گزاروں سے سب کچھ کرتے ہیں،صبر نام کی چیز نہیں ہوتی،کھانے میں مزاج کے خلاف کھانا ملے یا پیسے زیادہ لے کر معمولی کھانا دے،یا بسوں میں سیٹ نہ ملے،یا کمروں میں پلنگ نہ ملے،یا موٹروں اور ٹیکسیوں میں ڈرائیور ایک جگہ وعدہ کرکے دوسری جگہ اتار دے تو صبر نہیں کرتے،اور لڑائی جھگڑے کرتے ہیں،لفٹ میں ذرا کوئی آگے پیچھے ہوجائے اور کچھ دیر زیادہ ٹھرنا پڑے تو ہنگامہ کرتے ہیں۔یہ ساری خرابیاں دور کرنی ہوں گی اور حج سے پہلے حج کا شعور حاصل کرنا ہوگا۔

حج کے وقت ایک حاجی کی اندرونی کیفیت کیا ہو؟کن جذبات کے ساتھ اسے خدا کے حضور پہنچنا ہے؟حج کے ذریعہ قرب خداوندی کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے؟اس روحانی سفر کا مقصد کیا ہے؟ان مقامات مقدسہ کا ہمارے لئے کیا پیغام ہے؟ان تمام باتوں کو جانے بغیر حج کے متوقع فوائد حاصل نہیں ہوسکتے،اور حج کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا عظیم الشان انقلاب پیدا نہیں ہوگا۔

حج سے روحانیت وہی حاجی حاصل کرسکتا ہے،جو سب سے پہلے اپنی زندگی کے مقصد سے خوب اچھی طرح واقف ہو۔اس کے لئے ہماری کتاب **”زندگی کا مقصد کیا ہے“** ضرور پڑھئے۔اگر وہ بحیثیت مسلمان مقصد زندگی سے ہی واقف نہیں تو پھر بے شعوری اور غفلت کے ساتھ بیت اللہ جائے گا،وہاں تقلیدی،روایتی اور رسمی طور پر بے شعوری

کے ساتھ مراسم حج ادا کریگا، پھر جیسا پہلے تھا ویسا ہی لوٹ کر آئیگا، جو شخص حج کو پورے شعور سے اور صحیح آداب کے ساتھ کرے گا، وہ اس کی روح کو لے کر لوٹے گا۔ مسلمانوں کی بے شعوری کا یہ عالم ہے کہ وہ پتھر کے تصوّری شیطان پر تو بہت جوش میں آکر اور ہوش کھو کر کنکریاں پھینکتے ہیں، مگر واپس آکر حقیقی شیطان کے دوست بن جاتے ہیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے زبانی محبت کا دعویٰ تو کرتے ہیں، اور مسجد نبوی میں حاضری دینے کا جوش بتلاتے ہیں، مگر رسول اللہؐ کے اعمال کی جگہ شیطانی اعمال کو اختیار کرتے ہیں۔

حاجیوں کی بے شعوری کی سب سے بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ صرف مسائلِ حج سیکھ کر جاتے ہیں، مگر ان کو کوئی حقیقت حج یا روح حج نہیں سمجھاتا۔ ان کو حج پر جانے سے پہلے احرام کیسے باندھنا؟ غلطی ہونے پر دم کیسے دینا؟ دم کب واجب ہوتا ہے؟ منیٰ کب جانا؟ عرفات کب پہونچنا؟ یہی مسائل بتائے جاتے ہیں۔ اگر حج کی حقیقت سمجھائی بھی جاتی ہے تو کہانی قصہ کی طرح، حضرت ابراہیمؑ کی زندگی کے واقعات سنائے جاتے ہیں، مگر ان واقعات سے حاجی کیا سبق لے، کیا عبرت حاصل کرے، کس طرح حضرت ابراہیمؑ کا عقیدہ تھا، وہ اللہ تعالیٰ کے کیسے دیوانے تھے۔ یہ نہیں سمجھایا جاتا، جس کی وجہ سے حاجی، بے شعوری کیساتھ تلبیہ پڑھتا، طواف اور سعی میں کیا جذبات ہوں اس کا احساس ہی نہیں پیدا کرتا، اور غفلت کے ساتھ منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں قیام کرتا اور بے شعوری کے ساتھ رمی اور قربانی کرتا۔ آج کل تو تعداد زیادہ ہو جانے سے حاجی کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ اس کی قربانی کب ہوئی وہ تو بے شعوری کے ساتھ احرام پہن کر آتا اور رسم ادا کر لیتا ہے۔

حج کو جانے سے پہلے ان باتوں کا خاص طور پر خیال رکھنا ضروری ہے

اسلام نے ایمان والے عاقل بالغ صاحب نصاب (حج کی آمدورفت اورزادراہ پر قدرت رکھنے والے) مرد اور عورت پر زندگی میں ایک مرتبہ حج فرض کیا ہے۔

❁ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛ جسکے پاس سفر حج کا ضروری سامان ہو اور اس کو سواری میسر ہو، جو بیت اللہ تک اسکو پہونچائے اور وہ حج کو جانے پر قادر ہو، پھر وہ حج نہ کرے تو کوئی فرق نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے (مشکوٰۃ ۲۲۲/۱)

❁ عورت کیلئے حج فرض اسی وقت ہوگا، جب اسکے ساتھ محرم ہو اور وہ سفر پر جانے کے قابل ہو، اکثر عورتیں حج کرنے کے شوق میں کسی بھی غیر مرد کو بھائی، بیٹا، باپ بنالیتی ہیں، یہ شیطانی دھوکہ ہے، اسطرح منہ بولا رشتہ لگالینے سے وہ محرم نہیں بن جاتا، اس سے احتیاط کرنی چاہئے۔

❁ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی بھی عورت ایک دن اور ایک رات کی مسافت والا سفر محرم کے بغیر نہ کرے۔ (مشکوٰۃ: ۲۲۱/۱)

عورتوں اور کمزوروں کا جہاد حج ہے، یعنی انکو حج وعمرہ کرنے سے جہاد کا ثواب ملتا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ہر کمزور کا جہاد حج ہے۔

❁ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے جہاد میں شریک ہونے کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا: عورتوں کا جہاد حج ہے۔ (بخاری)

❁ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حج وعمرہ کیا کرو، اس لئے کہ حج وعمرہ سے فقر وفاقہ دور ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ ۲۲۲/۱)

❁ حضرت ابن مسعود جابرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پے در پے حج وعمرہ کرو کہ یہ دونوں فقر اور گناہوں کو اسطرح دور کردیتے ہیں، جیسا کہ آگ کی بھٹی لوہے

،سونے اور چاندی کے میل کو دور کرتی ہے۔

❁ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کا حج ایسا ہے جیسے انہوں نے جہاد میں شرکت کی۔

❁ حدیث میں ہے کہ جو شخص حج وعمرہ کے لئے نکلے اور راستہ میں فوت ہو تو نہ اس کی قیامت کے دن پیشی ہوگی اور نہ حساب وکتاب ہوگا۔ اس کو کہہ دیا جائیگا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

❁ حاجی اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوتے ہیں، حدیث میں ہے کہ ان کی دعائیں اس لئے قبول ہوتی ہیں کہ وہ اللہ کے وفد ہوتے ہیں، وہ سفر حج میں جو کچھ خرچ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اس کا دوگنا عطا فرماتا ہے۔(نسائی، ابن ماجہ)

❁ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کے واسطے حج کیا اور اس حج میں اپنی بیوی یا کسی اور سے بے حیائی کی کوئی بات نہیں کی اور لوگوں کے ساتھ جھگڑے اور غیر اخلاقی حرکتوں سے دور رہا تو وہ حج کے بعد (گناہوں سے پاک وصاف ہوکر) اپنے اہل وعیال کے پاس اس حالت میں لوٹے گا جیسے اس کے ماں نے اسے جنا ہو۔(مشکوٰۃ ۲۲۲/۱)

کسی بھی عبادت کے تعلق سے یہ نہیں کہا گیا کہ بندہ جس طرح ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے وقت بے گناہ معصوم اور پاک صاف ہوتا ہے، حج مبرور کے بعد ویسے ہی ہو جائیگا۔ جس طرح آگ چیزوں کو جلا دیتی ہے، اسی طرح بندے کا عشق الٰہی گناہوں کو جلا دیتا ہے۔

❁ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ میری امت کے مالدار لوگ سیر وتفریح کیلئے حج کو جائیں گے اور متوسط طبقہ کے لوگ تجارت کی غرض سے اور علماء شہرت اور ریاکاری کے لئے اور غریب لوگ بھیک مانگنے کیلئے حج کا سفر کریں گے۔(مشکوٰۃ ۲۲۲/۱)

❁ آپ نے یہ بھی رشاد فرمایا: مقبول حج کا بدلہ جنت ہے۔(مشکوٰۃ ۲۲۱/۱)

❁ موجودہ زمانہ میں بہت سے تاجر لوگ اسی غرض سے حج وعمرہ کرتے ہیں، مگر زندگی میں تقویٰ پیدا نہیں کرتے، نہ ان کو اپنے اہل وعیال کو درست کرنے کی فکر ہوتی ہے، نہ خودارانہ زندگی گزارنا چاہتے ہیں، بس رمضان شروع ہوتے ہی عمرہ کے نام پر کعبۃ اللہ میں رمضان گزارتے اور تجارت ومال میں برکت کی نیت رکھتے ہیں۔

❁ بہت سے لوگوں کی اولاد چونکہ سعودی عرب میں ملازمت کرتی ہے، وہ وقت

گزارنے اور تفریح کی خاطر اپنی اولاد کے پاس جاتے ہیں اور حج کے موسم میں حج ادا کرلیتے ہیں، ان کا سیر وتفریح کا مشغلہ ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ حج وعمرہ سے پہلے جیسے ہوتے ہیں، بعد میں بھی ویسے ہی بنے رہتے ہیں، اکثر لوگ حج کو جاکر پانچ (۵) دن حج کے ایام میں وہاں وقت گزارتے اور حج کے فوراً بعد رشتے داروں کے پاس جدہ، طائف، وغیرہ چلے جاتے ہیں، کعبۃ اللہ میں باوجود ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ سے زیادہ ہونے کا نہ ان کو احساس ہوتا، نہ شوق اور نہ اہمیت، بس حج کے ذریعہ فرضیت ختم کرلیتے ہیں، وہاں قریب جاکر زیادہ سے زیادہ نیکیاں لوٹنے کا جذبہ قطعی نہیں ہوتا۔ مسجد حرام کی ایک نماز (۵۵) پچپن سال چھ ماہ کی نمازوں کے برابر ہوتی ہے اور پانچ وقت کی نمازیں دوسوستر سال نو مہینے کی نمازوں کے برابر ہوتی ہیں تو جتنے دن کعبۃ اللہ میں نمازیں ادا کریں گے تو غور کرو اللہ تعالیٰ نے حاجیوں کیلئے کتنا زبردست نمازوں کا اجروثواب رکھا ہے۔

❁ حاجیوں میں شعور کے بیدار نہ ہونے کی وجہ سے یہ عبادت جس سے خالص توحیدی جذبات اور اعمال صالحہ اور آخرت کی فکر پیدا ہوسکتی ہے، وہ صرف ایک رسم بن گئی ہے، اکثر بے شعور حاجیوں کے نزدیک حج سے صرف گناہ معاف کروانے کی نیت ہی ہوتی ہے۔ اس لئے وہ بوڑھاپے میں حج کرتے ہیں، ان کو حج کس شعور سے کیا جائے معلوم ہی نہیں رہتا، حج کرنے کے باوجود نہ شرکیہ عقیدے سے توبہ کرتے، نہ بدعات چھوڑتے ہیں، بہت کم لوگ اللہ کی عبدیت وبندگی کو بڑھانے اور اللہ سے تعلق گہرا کرنے اور محبت کو بڑھانے کی تڑپ سے حج کرتے ہیں، حاجیوں کی ایک بڑی تعداد بے شعور کی بے شعور رہتی ہے۔

❁ اگر کسی انسان کو دس پندرہ سالوں بعد اپنے اہل وعیال سے ملنے کا موقع آتا ہے تو اس پر ملنے سے پہلے ایک عجیب وغریب کیفیت پیدا ہوجاتی ہے وہ ایک ایک دن گن کر گزارتا ہے بے چین وبے قرار رہتا ہے، بے چینی سے تاریخ کا انتظار کرتا ہے (مثال رہبری کیلئے ہے برابری کیلئے نہیں) اسی طرح باشعور اور حقیقی ایمان والے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حج کی یہ خصوصیات رکھی ہیں کہ جیسے ہی حج کا ارادہ مضبوط ہوجائے یا سفر کا انتظام مکمل ہوجائے، اس میں اللہ تعالیٰ کی یاد بڑھ جاتی ہے، اس کے ذہن میں کعبۃ اللہ اور اس کے مقامات مقدسہ گھومنا شروع ہوجاتے ہیں، وہ اسی خیالوں میں سوتا اور جاگتا ہے، جس طرح شاہی دربار سے دعوت نامہ آتے ہی ایک انسان کی ذہنی

حالت بدل جاتی ہے، دن رات وہ وہیں کے خیالوں میں گم رہتا ہے، وہاں جانے کی تیاری میں، وہاں کے کرنے کے کاموں اور وہاں وقت گزارنے کے طریقے سوچتا ہے اور اپنے آپ کو وہاں کے قابل بناتا ہے، حج کے ارادے اور نیت کے ساتھ ہی ایک ایمان والے پر روحانی کیفیت طاری ہو جانا چاہیئے، وہاں سونے کے اوقات، تہجد پڑھنے کا پروگرام، طواف اور عمرہ کرنے کا باقاعدہ پروگرام، کن کن اوقات میں کعبۃ اللہ میں وقت گزارنے اور تلاوت کرنے کے اوقات، مقدس مقامات کی زیارت سب کچھ پہلے ہی سے طے کر کے پروگرام بنالے، دعاؤں میں کیا کیا چیزیں مانگنی ہے اس کا ذہن پہلے سے بنالے، اللہ سے محبت کا اظہار کیسے کرے، سوچ لے، وہ جگہ جہاں آخرت کا سامان ملتا ہے وہاں جا کر دنیا کے سامان کے خریدنے میں محو ہو جانا بیوقوفی ونادانی ہے۔ زیادہ زیادہ کعبۃ اللہ کی نمازوں میں شریک رہیں۔

حج کو جانے سے پہلے فاسق، فاجر انسانوں کو اپنی حالت بدلنی چاہیئے

❁ جو لوگ کلمہ پڑھ کر جان بوجھ کر نماز نہیں پڑھتے ہیں، صرف جمعہ کا اہتمام کرتے ہیں، وہ عورتیں جو جان بوجھ کر بے پردہ رہتی ہیں اور پردہ پسند نہیں کرتیں، نیم برہنہ ننگا یا کافروں اور مشرکوں والا یا بے شرمی وبے حیائی والا یا مردوں جیسا لباس اور ہیئت اختیار کرتی ہیں، وہ لوگ جو سنت کے مقابلے یہود ونصاری کے کلچر پر زندگی گزارنا پسند کرتے ہیں، ڈاڑھی مونڈتے ہیں، گالیاں دیتے ہیں، فحش کلامی کرتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں، غیبت کرتے ہیں، رشوت کھاتے ہیں، سود لیتے ہیں، مال حرام سے زندگی گزارتے ہیں، ایسے تمام لوگوں کو فاسق وفاجر کہا جاتا ہے، یہ لوگ جانتے ہوئے اسلام کی خلاف ورزی کرتے ہیں، چونکہ موجودہ زمانے میں حج کے اجتماع میں اس قسم کے حاجیوں کی ایک بہت بڑی تعداد ہوتی ہے اور ان کی زندگی حج سے پہلے جیسی ہوتی ہے، حج کے بعد بھی ویسی ہی رہتی ہے، بہت کم حاجی ایسے نظر آتے ہیں جو حج سے پہلے اگر بے نمازی تھے، تو حج کے بعد نمازی بن جاتے ہیں، حج سے پہلے بے پردہ تھے تو حج کے بعد پردہ دار ہو جاتے ہیں، یا حج کو جانے سے پہلے یہود ونصاریٰ کا کلچر چھوڑ کر حضور ﷺ کی سنتوں پر عمل پیرا ہو جاتے ہیں، یا گالی گلوج چھوڑ دیتے ہیں، یا بے حیائی وبے شرمی کا یا نافرمانی کا عمل یا جھوٹ بولنا چھوڑ دیتے ہیں، یا رشوت کھانا چھوڑ دیتے ہیں، ایسے لوگ نہیں کے برابر نظر آتے ہیں، اس لئے حج ایک بے

روح عبادت بن گئی۔ لوگ اخلاقِ رزیلہ چھوڑے بغیر ان سے نفرت کئے بغیر حج کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کی زندگیوں میں تقویٰ پیدا نہیں ہوتا اور نہ نظر آتا ہے، وہ اسلامی طرز زندگی اور اسلامی نظام زندگی کو پسند کئے بغیر فرضیت ادا کرنے کو حج کر لیتے ہیں، ایسے لوگوں کو چاہئے کہ وہ حج کو جانے سے چالیس دن پہلے اعمال صالحہ اختیار کرنے کی مشق شروع کر دیں، حج سے انہیں لوگوں کی زندگی میں تقویٰ اور پرہیز گاری پیدا ہوسکتی ہے، جو اخلاص کے ساتھ اسلام کو دل سے پسند کرتے ہیں اور اسلام کے احکام اور رسول ﷺ کی ایک ایک سنت کو حساب کر کے، جائزہ لیکر، محاسبہ کر کے اختیار کریں، اور اخلاق رزیلہ سے نفرت کریں، گناہ کو گناہ سمجھیں، ان سے دور رہنے اور نفرت کرنے کی کوشش کریں، تب ہی انسان حج کے ذریعہ حضرت ابراہیمؑ جیسے صفات اپنے اندر پیدا کرسکتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں چل سکتا ہے اگر برتن میں گندگی ہو اور صاف پانی ڈالا جائے تو اچھا پانی بھی گندہ ہو جاتا ہے، اسلئے فاسق وفاجر، بدکردار اور بداعمالی والے مسلمانوں پر حج کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

حج کو جانے سے پہلے یا آنے کے بعد حقوق العباد ادا کرنے کوشش کیجئے

حج کا سفر شروع کرنے سے پہلے گناہوں سے صحیح توبہ کرنے کیلئے حقوق العباد کو ادا کیجئے یا معاف کروالیجئے اور پھر دو رکعت صلوٰۃ التوبہ پڑھئے۔ حج کا اردادہ پختہ ہوتے ہی نیکی اور تقوٰی پیدا کرنے اور اسلامی مزاج بنانے کے لئے اپنے گناہوں کا احتساب کیا جائے اور لوگوں کے حقوق باقی ہوں تو انہیں ادا کئے جائیں یا معاف کروالیے جائیں اس لئے کہ توبہ سے اللہ تعالیٰ سب گناہ معاف کر دیتا ہے یا کرسکتا ہے، مگر اللہ نے خود یہ شرط رکھی ہے کہ حقوق العباد کیلئے بندہ نے لوگوں کا حق جو دبایا ہے ادا کرے یا اس سے معاف کروالے، ورنہ حقوق العباد کے معاوضے میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج یا دوسرے اعمالِ صالحہ حج قبول تو ہوجاتے ہیں، مگر ان تمام اعمال کی نیکیاں اور ثواب جس جس پر ظلم کیا ہو، جس کا مال ناحق کھایا ہو، یا جس کے حقوق باقی ہوں ان کو دے دیے جائیں گے اور حسب ذیل حدیث کی روشنی میں انسان مفلس ہو جائے گا۔

❁ رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے دریافت فرمایا: میری امت کا مفلس کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا: جس کے پاس درہم و دینار نہ ہو، اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: مفلس وہ ہے

جو قیامت کے دن نیکیوں کے دفتر کے ساتھ آئیگا، مگر اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی کو تہمت لگائی ہوگی، کسی کا ناحق مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کا حق مارا ہوگا، کسی پر ظلم کیا ہوگا، چونکہ قیامت کا دن صحیح اور مکمل انصاف کا دن ہوگا، اس لئے اس شخص کا فیصلہ اس طرح کیا جائیگا کہ جس جس کو اس شخص نے ستایا ہوگا، جس کی حق تلفی کی ہوگی، سب کو اس کی نیکیاں بانٹ دی جائیں گی، اگر حقوق کا بدلہ پورا ہونے سے پہلے، اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو حقدار کے گناہ اس کے سر ڈال دیے جائیں گے، پھر اسکو دوزخ میں ڈال دیا جائیگا۔(مسلم)

اس لئے اس حدیث کی روشنی میں حسب ذیل گناہوں سے پاک ہونے کا ذہن بنایئے، ورنہ حقوق اور ظلم باقی رہنے پر دوسروں کے گناہ لینے پڑیں گے۔ ان کے ادا کرنے یا معاف کروالینے کا حج سے پہلے ہی انتظام کیجئے، فکر کیجئے، اور حج میں سچی پکی توبہ کرنے کی کوشش کیجئے۔ حقوق العباد ادا نہ کر کے اللہ کے دربار میں بندوں کو ستانے، بندوں پر ظلم کرنے اور بندوں کے حقوق دبانے کا بوجھ لیکر مت جایئے، ورنہ حج کا سودا دوسروں کیلئے ہو جائیگا اور آپ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے معاوضے کو دنیا ہی میں ختم کرنے والے بن جائیں گے۔

❁ اگر کسی کو گالی دی ہو یا ناحق مار پیٹ کی ہو تو اس سے معافی مانگ کر راضی کرالیا جائے یا معاف کروالیا جائے یا مار کا بدلہ لینے کی درخواست کی جائے۔

❁ اگر پڑوسی کو ستایا ہو، تنگ کیا ہو تو اس سے معافی مانگ کر اس کو راضی کروالیا جائے، اس کو دعوت یا تحفہ دیکر اس کے دل سے نفرت نکالی جائے۔

❁ اگر کسی سے قرض لے کر دبایا ہو یا رشوت اور سود لیا ہو، تو اس کی رقم اس کو واپس کر کے معافی مانگی جائے یا معاف کروالیں۔ حج سے پہلے قرض ادا کر دیں۔

❁ اگر کسی کا مال چوری کیا ہو یا دوکان یا مکان پر ناجائز قبضہ کیا ہو، تو اس کا مال واپس کرنا ہوگا، یا چوری کے مال کی قیمت کے برابر رقم دینی ہوگی۔

❁ اگر کسی کی زمین دبالی یا ملکیت کی تقسیم میں کمی کی ہو تو اس کو ادا کیا جائے۔

❁ اگر کسی پر جھوٹا مقدمہ ڈالا ہو تو واپس لے لیں اور تکلیف دینے کی معافی مانگیں۔

❁ جوڑے کی رقم اور سامان جہیز زبردستی ناجائز طریقہ سے لیے ہوں تو واپس کر دیں

یا معاف کروالیں۔مجبور کر کے مانگ کر دعوت لیے ہوں تو خرچہ ادا کریں۔

❁ اگر کسی کی غیبت برائی کی ہو تو اس سے معافی مانگیں اور کسی پر تہمت لگائی ہو،تو اس کی پاک دامنی کا ان لوگوں کے سامنے اظہار کریں جن کے سامنے اس کی بدنامی کی ہو اور خود کی غلطی ظاہر کریں۔غلط بہتان لگایا ہو تو اس کی صفائی کریں۔گناہوں کا بوجھ لیکر جانے والے کی مثال اس بچے کی طرح ہے جو اپنے جسم کو پیشاب پاخانہ لگائے ہوئے ہے۔باپ بھی اسکو گندگی دور ہونے کے بعد ہی پیار کرتا ہے۔

❁ حاجیوں کی ایک بہت بڑی تعداد حقوق العباد ادا نہیں کرتی اور لوگوں کے حقوق اپنے اوپر باقی رکھ کر حج کرتی ہے،گویا گندگیوں کے ساتھ حج کرتی ہے۔اس لئے حج جیسی عبادت میں روحانیت نظر نہیں آتی،گھروں اور زندگیوں سے گندگی نکالے بغیر حج کا اہتمام کر کے توبہ کا تصور رکھتی ہے،اس کے لئے ہماری کتاب **''ہماری توبہ توبہ نہیں مذاق ہے''** پڑھیے،دنیا میں کوئی ایسا مسلمان نظر نہیں آتا جو جوڑے کی رقم،سامان جہیز،رشوت،سود،دوکان،مکان،اور زمین اس کے حقدار کو واپس کر کے حج کو جا رہا ہو۔

مال حرام اور گناہوں کو نہ چھوڑ کر بوڑھاپے میں توبہ کا شیطانی دھوکا

❁ جو لوگ مال حرام،رشوت،سود،جوڑے کی رقمیں اور دھوکا دہی کے عادی ہوتے ہیں،وہ شیطان کے بہکاوے میں آ کر یہ تصور قائم کر لیتے ہیں کہ حج کرنے کے بعد ہم یہ تمام کاروبار نہیں کر سکتے،لہٰذا وظیفہ ہو جانے یا بوڑھے ہو جانے یا کاروبار سے ہٹ جانے کے بعد حج کے ذریعہ توبہ کر کے گناہ معاف کروالیں گے،وہ جوانی میں حج نہیں کرتے،ان کے نزدیک حج ساری عمر کی خرابیوں کو دور کر کے کلین چٹ حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔بعض لوگوں کو تو یہ کہتے ہوئے بھی سنا گیا کہ ابھی ملازمت جاری ہے،حج کرنیکے بعد سب چھوڑنا پڑتا ہے،اسلئے تمام چیزوں سے فرصت ملنے کے بعد حج کرلیں گے،اللہ اللہ کرلیں گے،توبہ واستغفار کرلیں گے،ایسے لوگوں کو موت کا احساس ہی نہیں،یہ ان کی گمراہی اور غلط فکر ہے،شیطان ان کو اسی گمراہی میں مبتلا کر کے خوب گناہ کرواتا ہے،حج کو جا کر معاف کروانے کے عقیدے میں جسارت کے ساتھ مال حرام کھانے لگاتا ہے،بعض لوگ تنخواہ کی آمدنی حج کیلئے جمع کرتے اور مال حرام سے

زندگی گزارتے ہیں تا کہ حلال مال سے حج کیا جائے، یہ اپنے نفس کو دھوکا دینا ہے اور نفس کو دھوکا میں مبتلا کرنا ہے، بہت سے لوگ حرام مال سے جائیدادخرید لیتے ،حرام سے بچوں کوڈاکٹر انجینئر بنا لیتے ،اور پھر وظیفہ کے بعد مولوی بن کر اسی جائیداد سے آمدنی حاصل کر کے حج اور خیر خیرات اور دین کے کام کرتے ہیں، گھر میں سارالوٹا ہوامال،سونے کے زیوارات رکھتے اور مولانا بن کرلوگوں میں پھرتے ہیں، ان کی توبہ زبان سے نیچے دل میں نہیں اترتی ،صرف دل کواحساس دلاتے رہتے ہیں کہ وہ توبہ کررہے ہیں،بعض لوگوں کو یہ کہتے بھی سنا گیا ہے کہ اللہ نے وظیفہ کے بعد دیندار بنا کر ہم کوتوبہ کا موقع عطافرمایا،وہ یہ نہیں جانتے کہ لوگوں کا ناحق مال کھانے سے کتنا بوجھ بڑھ گیا۔

❁ حج فرض ہوجانے کے بعدگناہ نہ چھوڑنے کے بہانے حج نہ کرنا،جوانی کوچھوڑ کر بوڑھاپے میں ایک ساتھ توبہ کر کے گناہ معاف کروالینے کے لئے حج کرنے کا خیال رکھنا یہ اسلام سے دوری، جہالت ،نادانی اور بے وقوفی ہے،یہ بے دینی کی کیفیت ہے۔ بوڑھاپے سے پہلے موت آجائے تو گھاٹے کے ساتھ واپسی ہوگی، جھوٹ،رشوت اورحرام وناجائز مال جوانی و بوڑھاپا ہردونوں حالتوں میں حرام ہے،کسی عمر میں اجازت نہیں،نہ جوانی میں نہ بوڑھاپے میں،اس کی اجازت ہی نہیں،حج کرنے سے پہلے اورحج کے بعد بھی ناجائز اورحرام ہے،الٹارشوت اورناجائز مال لے کر اپنے اوپر لوگوں کا بوجھ بڑھالینا ہے،اسلام نے باقاعدہ حقوق ادا کئے بغیر،توبہ کرنے کو حقوق کے باقی رہنے اور معاف نہ ہونے کی تعلیم دی ہے، چاہے انسان جوانی میں یا بوڑھاپے میں توبہ کرے،مگرحقوق تو ادا کرنے ہوں گے یا معاف کروالینا ہوگا،اس لئے یہ شیطانی خیال کوترک کرنا ہوگا،حج سے پہلے بھی کسی کا حق نہیں مار سکتے اور نہ حج کے بعد بھی کسی پرظلم کرسکتے ہیں،یہ گناہ صرف توبہ سے معاف ہونے والے نہیں۔

❁ اگرانسان حقوق ادا کئے بغیر،ناجائز اور حرام مال واپس کئے بغیر،یا معاف کرائے بغیر، حج کریگا اور حقوق العباد کی گندگیوں اور گناہوں کیساتھ حج اور دوسری عبادات کرے تو عبادات قبول تو ہوجائیں گی مگر حشر کے میدان میں ان کی نیکیاں دوسروں کو دے دی جائیں گی اور لوگوں کے حقوق باقی رہنے اور حاجی کی نیکیاں ختم ہوجانے پر دوسروں کے گناہ لینے پڑیں گے۔ایسے لوگ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی روشنی میں مفلس ہوجائیں، گے اس

لئے اپنے آپ کو خسارے سے بچانا ہو،تقویٰ اور پاکیزگی کی زندگی گزارنا ہواور اپنی نیکیوں کی حفاظت کرنا ہو،تو جس جس کے حقوق ادا کرنے ہوں ادا کیجئے اور ناجائز اور حرام مال کے لینے سے دور رہئے، ورنہ اپنے ان بداعمالیوں سے دنیا ہی میں نیکیاں دینے کے لئے ناجائز مال کے عوض گویا فروخت کر دینا ہوگا۔رشوت،سود،ناجائز اور ناپاک مال ،جوڑے کی رقم سامان جہیز دھوکہ،فریب اور جھوٹ سے مال کھانے والوں کو رسول اللہ ﷺ کے یہ ارشادات یاد رکھنا چاہیئے۔

❁ ایک شخص کا کھانا حرام، کپڑا حرام اس کے بال بکھرے ہوئے اور وہ کعبۃ اللہ کے غلاف کو پکڑ کر یا اللہ یا اللہ کہتا ہے،تو اس طرح پکارنا بیکار جائیگا۔

❁ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: اگر کوئی دس درہم میں سے نو درہم حلال کھائے اور ایک درہم کا بھی حرام استعمال کرے تو اسکی عبادت قبول نہیں کی جائیگی۔

❁ اللہ کے رسول ﷺ نے شہید کے تعلق سے فرمایا کہ اگر شہید پر قرض باقی ہو تو اس کی روح زمین و آسمان کے بیچ میں معلق رہے گی جب تک کے اس کے ترکہ میں سے قرض واپس نہ کیا جائے۔(مسند احمد،ترمذی،ابوداؤد)

❁ اسلیئے ان احادیث کی روشنی میں توبہ سے گناہ معاف کرانے اور نیکیاں دوسروں کو دینے کی بات تو اس وقت ہوسکتی ہے، جب کہ عبادات اللہ تعالیٰ کے دربار میں قبول کی جائیں،دوسروں کو نیکیاں دینے کی شرط تو اسی وقت ہوسکتی ہے جب عبادات قبول ہوں گی،اس لئے حقوق العباد کا معاملہ بڑا سخت ہے صرف توبہ سے کام نہیں چلے گا باقاعدہ تلافی کرنی ہوگی۔

❁ حج کوئی یاترا اور جاترا نہیں، یہ تو حرمین شریفین کا سفر،تقویٰ اور پرہیزگاری کی عظیم عبادت ہے اکثر لوگ سفر حج کی تیاری میں ان چیزوں کی فکر کرنے کے بجائے ، پکوان کی،غذاؤں کی،کھانسی زکام،سردی سے بچنے کی،چائے کے انتظام کی اور سامان کے وزن کی فکر کرتے ہیں، یا پھر مسائل حج اور مختلف مقامات پر پڑھنے کی دعاؤں کی تیاری میں لگ جاتے ہیں۔اپنے گناہوں اور بداعمالوں کے بوجھ کو ہلکا کرنے کی فکر نہیں کرتے،حالانکہ قرآن نے یہ تعلیم دی کہ بہترین زادراہ تقویٰ ہے،گویا ایمان والوں کو حج سے پہلے تقویٰ کے ساتھ جانے کی

تعلیم دی جارہی ہے۔ جب کہ نماز کے ادا کرنے کے بعد بے حیائی بے شرمی دور ہوتی ہے اور روزہ رکھوا کر تقویٰ پیدا کرایا جارہا ہے مگر حج کو جانے سے پہلے تقویٰ اختیار کرنے کی تعلیم دی جارہی ہے۔ تقویٰ کا توشہ اپنے ساتھ لے جانا ہوگا تقویٰ کیا ہے، پرہیزگاری کا نام تقویٰ ہے، ہر قسم کی برائی سے بچ کر چلنے کا نام تقوی ہے۔ حج کرنے کے بعد متقی بننا نہیں ہے بلکہ حج سے پہلے ہی متقی بن کر حج کرنا ہے۔ اسی طرح تقویٰ پیدا کرنے کیلئے صبر کی صفت خوب پیدا کرنی ہوگی، جگہ جگہ جی کے خلاف، طبیعت کے خلاف ہوگا، اگر صبر نہ ہوگا تو بے صبرے بن کر لڑائی جھگڑا کریں گے، مقاماتِ مقدسہ سے سبق اور نصیحت حاصل کرنا ہوگا۔

❁ اکثر لوگ حج کو جانے پر ہر قسم کی تیاری تو ضرور کرتے، مگر اپنے حقوق العباد کے گناہوں اور بداعمالیوں کو دور کرنے کی فکر ہی نہیں رکھتے، جس کی وجہ سے وہ حج کے ظاہری ارکان ادا کرنے کے باوجود، روح حج سے خالی ہوتے ہیں۔

❁ ایک صاحب حکومت کے دفتر میں آفیسر تھے، حج پر لمبی چھٹی چالیس دنوں کی لیکر گئے، واپس آنے کے بعد ان کو ایسے سیکشن میں ڈال دیا گیا جہاں رشوت نہیں ملتی تھی، ملازمت پر رپورٹ کرنے کے بعد گالی دیکر کہتے ہیں کہ رخصت لینا بھی مصیبت ہے، میری سیٹ تبدیل کردی گئی۔

❁ ایک میڈم حج سے واپس آئیں، ملازمت پر رپورٹ کی، دفتر میں ان کے ساتھ کام کرنے والی دوسری ساتھی جو کرسچن تھی، ان کو تاکید کرنے لگی، کہ اب وہ حج کرکے آئی ہیں، رشوت وغیرہ سے دور رہیں، تو کہتی ہیں کہ: میں پہلے بھی کبھی مانگ کر پیسے نہیں لئے، اب بھی مانگ کر پیسے نہیں لوں گی۔

حج کے مختلف مقامات ایسے ہیں جہاں حلال رزق کھانے والوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، مگر حرام مال کھا کر یا حقوق العباد کا بوجھ رکھ کر گناہوں کی گندگی لیکر جائیں گے تو رسول اللہ ﷺ نے دعاؤں کے قبول نہ ہونے کی تعلیم دی ہے۔

❁ حج کی تیاری میں تقویٰ کی مشق شروع کردینی ہوگی، جس طرح حرم کے نیک کام بڑے ہی اجر و ثواب والے ہیں، اسی طرح وہاں کے گناہ بھی بڑے گناہ ہوجائیں

گے،حدودحرم میں برے خیالات کا بھی بڑا گناہ ہے۔بہت سی عورتیں جو بے پردہ اور نیم عریاں لباس میں رہنے کی عادی ہوتی ہیں،ایامِ حج کے بعد کعبۃ اللہ کے صحن ،مطاف اور دوسرے مقامات مقدسہ میں گھروں کے صحن میں جس طرح بے پردگی کے ساتھ گھومتی پھرتی ہیں،اسی طرح وہاں مردوں کے ساتھ خلط ملط ہوکر پھرتی ہیں اور اللہ کی نافرمانی وہیں سے شروع کرکے گناہ کرتی ہیں۔ہوٹلوں اور ٹھہرنے کے مقامات پر غیر مردوں سے پردہ نہیں کرتیں،دوکانوں اور ہوٹلوں میں بے پردگی کے ساتھ نظر آتی ہیں،ماحول کو خراب کرتی ہیں،اس لئے حج کے ارادے کے ساتھ ہی پردہ کا خاص اہتمام اور عادت ڈالی جائے اور نگاہوں کو نیچی رکھنے کی مشق یہیں سے شروع کی جائے،حج میں مختلف مقات پر شیطان حاجی پر سوار ہوجاتا ہے،غصہ دلاتا اور بے صبری پیدا کراتا ہے،دنیا کے مختلف عورتوں ومردوں کو دیکھنے کی خواہش پیدا کراتا ہے اور عورتوں کو مردوں کے بیچ میں یا بازو ٹھہراتا ہے۔

❁ بعض لوگ حج فرض ہوجانے کے باوجود کعبۃ اللہ کے قریب مکہ،جدہ یا سعودی عرب کے علاقوں میں بیس بیس سال نوکری کرنے کے باوجود صرف ماں باپ کے حج نہ کرنے کی وجہ سے حج نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ماں باپ کو حج کرانے کے بعد حج کروں گا،یہ ذہن بھی اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے،اللہ کا حکم ہے کہ جو حج کو جانے کے قابل ہو اور اس کے پاس وہاں تک پہونچنے کی سواری ہو وہ حج کرے،جس پر حج فرض ہوجائے وہ پہلے اپنا فرض ادا کرلے،ماں باپ پر اگر حج فرض نہیں ہوا ہے تو ان کے حج کرنے کا انتظار کرکے اپنے حج سے محروم نہ رہے۔

❁ حضرت ابوامامہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:جس شخص کو کسی ضروری حاجت یا ظالم بادشاہ یا مرض شدید نے حج سے نہیں روکا اور اس نے حج نہیں کیا اور مرگیا تو وہ چاہے یہودی ہوکر مرے یا نصرانی ہوکر مرے۔(سنن دارمی)

❁ حج میں نام ونمود اور ریاکاری کو چھوڑنا ہوگا،اکثر لوگ حج کو جانے سے پہلے اخبار میں فوٹو دیتے اور حج کا اعلان کرتے ہیں۔حج سے واپس آنے کے بعد اعلان کرتے ہیں اور اپنے نام سے پہلے حاجی فلاں فلاں لکھتے ہیں،یہ سب باتیں تقویٰ اور پرہیزگاری کے خلاف ہیں،جس طرح نماز پڑھنے کے بعد کوئی شخص اپنے آپ کو نمازی فلاں فلاں نہیں کہتا اور نمازی

کا ذکر کیئے بغیر اپنا نام بتلاتا ہے، اسی طرح حاجی لکھنے یا بولنے کی ضرورت نہیں۔لوگوں کے سامنے زبردستی اپنے حج کو ظاہر کر کے تبصرہ نہ کریں۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ چیز میرے دوسرے حج کی لائی ہوئی ہے،یا میں نے فلاں سن میں تیسرا حج کیا تھا،یہ بھی تقویٰ اور پرہیزگاری کے خلاف ہے۔بعض لوگ گھر سے ایرپورٹ تک پھول پہن کر جلوس کی شکل میں حج کو جاتے،یہ بھی صحیح طریقہ نہیں،آتے اور جاتے وقت جلوس وغیرہ نہ نکالیں۔

❁ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے سوال کیا: یارسول اللہ ﷺ میرے باپ پر بڑھاپے کی حالت میں حج فرض ہوگیا،مگر وہ سواری پر نہیں بیٹھ سکتے،تو کیا میں اسکی طرف سے حج کرسکتی ہوں،آپ ﷺ نے کہا: ہاں۔(بخاری ومسلم)

❁ اگر کوئی سفر کرنے کے قابل نہ ہو،اپاہج معذور ہو،اندھا ہو،ایسا بوڑھا ہو کہ سفر کی مشقت برداشت نہیں کرسکتا،لیکن وہ مالدار ہو تو دوسرے سے حج بدل کروائے انشاء اللہ ثواب ملے گا

❁ حضرت ابوسعیدؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے وعظ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے،پس تم حج کرو۔(مسلم)

❁ حضرت عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے(۱)ایمان(۲)نماز(۳)روزے(۴)زکوٰۃ(۵)حج۔(مسلم وبخاری) فقہ میں اس بات کی وضاحت ہے کہ فرائض میں کسی ایک چیز کا بھی کوئی انکار کردے تو وہ ایمان سے خارج ہوجاتا ہے۔بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حج کو جا کر اتنی کثیر رقم خرچ کرنے کے بجائے اسی رقم سے ہم قرضداروں کے قرض کا بوجھ اور غریبوں کی مدد کرینگے،یہ گمراہی کا خیال ہے اور حج کا انکار ہے۔

❁ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ایسی سواری اور زادراہ کا مالک ہے کہ وہ بیت اللہ تک جاسکتا ہے اور اس نے پھر بھی حج نہ کیا تو اسکے یہودی یا نصرانی ہو کر مرجانے میں کچھ فرق نہیں۔(ترمذی)

❁ بعض لوگ حج فرض ہوجانے کے باوجود مخصوص درگاہ کی زیارت یا عرس میں گئے بغیر حج کو نہیں جاتے اور مخصوص درگاہ کو جانا چھوٹا حج سمجھتے ہیں۔یہ جہالت،بے دینی

،گمراہی اور اسلام سے دوری ہے،اسلام میں صرف تین مقامات کی زیارت کے لئے سفر کی اجازت دی گئی ہے،مسجد حرام ،مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی ان کے علاوہ دوسرے مقامات پر خاص طور سے زیارت کی نیت سے سفر کرنا جائز نہیں۔ایسے تمام لوگوں کو حج کو جانے سے پہلے اپنا عقیدہ درست کرنا ہوگا۔حج فرض ہوجانے کے بعد حج میں تاخیر کرنا درست نہیں ،نماز، روزہ ،زکوٰۃ میں دیر ہوجائے تو بعد میں کبھی بھی ادا کی جاسکتی ہے،مگر حج خاص ذی الحجہ کی 8 تا 12 تاریخوں میں نہ کیا گیا تو پورا سال ٹھہرنا پڑیگا، زندگی کا بھروسہ نہیں ،صحت اور بیماری لگی ہوئی ہے،اس لئے جن لوگوں پر حج فرض ہوجائے تو ان کو فوراً ارادہ کر کے تیاری کرنا چاہئے۔

❁ حج کو جانے سے پہلے لوگ حاجی کے احترام میں کہ یہ مقدس گھر و مقدس عبادت کو جارہا ہے،دعوت دیکر دعا کی درخواست کرتے ،دعوت قبول کرنے میں حرام مال کھانے والوں کی دعوت قبول نہ کرے، ورنہ دعاؤں میں اثر ختم ہوجائیگا، دل کی حالت بدل جائیگی۔

❁ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ :بعض لوگ ایسے بھی ہوں گے کہ ان کے بال بکھرے ہوں گے،ان پر گردوغبار پڑی ہوگی اور وہ آسمان کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوئے یارب یارب کہہ کر دعائیں مانگیں گے،مگر ان کی دعا قبول نہ ہوگی۔

❁ حج کو جانے سے پہلے کئی کیلومیٹر پیدل چلنے کی اور سادہ غذائیں کھانے کی عادت ڈالیں۔نماز، روزہ، حج یہ سب چیزیں سمجھ بوجھ رکھنے والے مسلمانوں کی تربیت کے لئے ہیں، جانوروں کو سدھارنے کے لئے نہیں، جولوگ بے شعور ہیں، وہ حج کر کے بھی بے شعور ہی رہیں گے موجودہ زمانے میں عبادات کی بس شکلیں رہ گئی ہیں وہ روح سے بالکل خالی نظر آتی ہیں۔

حج کو جانے سے پہلے ایمان درست کیجئے

فتح مکہ کے بعد تین سالوں تک ۱۰،۹،۸ھ میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں حج کا وقت آیا، مگر رسول اللہ ﷺ نے دو سال حج نہیں کیا، ان دو سالوں میں بھی مشرک اور بت پرستوں نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر حج کیا۔ ۹ ہجری میں اللہ کے رسول ﷺ کی ہدایت کے مطابق تین سو (۳۰۰) مسلمانوں کی ایک جماعت نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی قیادت میں مکہ جا کر حج کیا اور اسی سال اعلان کردیا گیا کہ آئندہ سے کوئی مشرک حج نہیں کرسکتا اور حدود حرم میں داخل نہیں ہوسکتا، پھر ۱۰ ہجری سے حج جیسی عبادت کو خالص توحید کے نور سے منور کردیا گیا، چنانچہ اسوقت سے آج تک حج اللہ کی خالص وحدانیت کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے، ۱۰ ہجری کو رسول اللہ ﷺ نے عرب کے مختلف قبائل میں اعلان کر کے حج ادا کیا۔ اسی کو حجۃ الوداع کہا جاتا، رسول اللہ ﷺ نے اعلان اس لئے بھی کروایا تھا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس حج میں شریک ہوکر رسول اللہ ﷺ کو عملی طور پر حج کرتا ہوا دیکھیں اور وہ تمام جاہلانہ و مشرکانہ عقائد و اعمال کو چھوڑ دیں جو وہ برسوں سے ادا کرتے ہوئے آرہے تھے ،تاکہ حج خالص اللہ تعالیٰ کیلئے اور اللہ تعالیٰ کی عبدیت و بندگی کیلئے ہوسکے۔ قرآن مجید میں انسانوں کی کامیابی اور ناکامی کا دارومدار حقیقی ایمان پر بتلایا گیا اور اعمال کی قبولیت کی شرط بھی خالص ایمان پر رکھی اور خاص طور پر قیامت تک آنے والے انسانوں کو صحابہ کرامؓ جیسا خالص ایمان و عمل اختیار کرنے کی تاکید کی گئی، اگر انسانوں کا ایمان و عمل صحابہؓ جیسا نہ ہوگا تو ان کے اعمال بارگاہ رب العزت میں قبولیت کا درجہ نہیں پائیں گے، بیکار کردیے جائیں گے، اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، حج ان میں کا ایک رکن ہے، ایمان کی زمین پر نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے چار ستون قائم کئے جائیں اور ان چار ستونوں پر شریعت کی چھت ڈالی جائے، اگر بنیاد یعنی ایمان کی زمین ہی صحیح نہ ہو تو اس زمین پر یہ ستون اور چھت ٹھہر نہیں سکتی اور گھر کا وجود ہی ختم ہوجائے گا۔

قرآن نے یہ بتلایا کہ یہودی بھی حضرت ابراہیمؑ کو مانتے ہیں اور عیسائی بھی حضرت ابراہیمؑ کو مانتے ہیں، مکہ کے مشرک بھی ابراہیمؑ کو مانتے تھے اور اپنے آپ کو ان کی اولاد کہہ کر نسبت کرتے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کو مسلم قرار نہیں دیا اور کہا کہ ابراہیمؑ نہ تو یہودی تھے نہ عیسائی اور نہ مشرک تھے؛ بلکہ وہ پکے مسلم و موحد تھے، صرف حضرت ابراہیمؑ کو مان لینا یا ان کے طریقوں کی نقل کرلینا یعنی بال نکالنا، بغیر سلے ہوئے کپڑے پہن لینا، یا جانور کی قربانی کرنا، یا کعبۃ اللہ کا ان کی طرح طواف کرلینا، یا منیٰ و مزدلفہ اور عرفات میں قیام کرلینا یہ کام کرنے سے مسلمان نہیں بن جاتے اور نہ اپنے جسم کا نام مسلم رکھ لینے سے مسلمان بن جاتے، منافق تو اپنے جسم کا نام مسلمان جیسا رکھ کر نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج سب کچھ کرتے تھے؛ بلکہ حقیقی مسلمان تو وہ ہوگا، جو حضرت ابراہیمؑ کی طرح اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو اور حضرت ابراہیمؑ جیسی اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے دوڑ پڑتا ہو اور شرک سے نفرت کرتا ہو، رسول اللہ ﷺ اور آپ کی امت کو حضرت ابراہیمؑ کا اسوہ اور طریقہ اختیار کرنے کی تعلیم دی گئی امت مسلمہ میں حضرت ابراہیمؑ جیسا توحیدی جذبات، شرک سے نفرت اور آپ جیسی حبِ الٰہی کی تڑپ پیدا کرنے کو حج جیسی عبادت فرض کرکے آپ کی نقل اور اتباع کا حکم دیا گیا اور قرآن مجید کے بہت سارے مقامات پر حضرت ابراہیمؑ کی زندگی سمجھا کر خالص ایمان اور توحید کی تعلیم اور ان ہی کی طرح دعوتی جذبے رکھنے کی تعلیم دی گئی۔

اسلام عرب سے نکل کر جب دنیا کے مختلف ملکوں میں پہونچا تو مختلف علاقے کے لوگوں کو ایمان اور عمل کی مکمل اور صحیح تعلیم نہ ملنے کی وجہ سے مسلمانوں کی بڑی تعداد کلمہ پڑھنے کے باوجود شرکیہ عقائد و اعمال میں گرفتار رہی، اور بہت سے مسلمان اللہ تعالیٰ کی صحیح پہچان رکھے بغیر نماز، روزہ، حج کی پابندی کرتے ہوئے اسلام پر زندگی گزار رہے ہیں، مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد نسلی، خاندانی، قانونی، فقہی اور بے شعوری والا تقلیدی ایمان رکھتی ہے، وہ حقیقی اور شعوری ایمان سے خالی ہے، وہ کلمہ پڑھ کر شرک کا احساس ہی نہیں رکھتی اور نہ ان کو توحید و شرک میں فرق معلوم ہے، جس کی وجہ سے وہ مشرکانہ عقائد و اعمال میں مبتلا ہیں، وہ

شرکیہ عقائد رکھ کر مشرکانہ اعمال کرکے بھی اپنے آپ کو موحد سمجھتے ہیں، ناقص اور غلط ایمان کے ساتھ ہر روز نماز بھی ادا کرتے ہیں، ایک کثیر رقم خرچ کر کے، تکالیف جھیل کر حج بھی کرتے ہیں۔ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی صحیح پہچان ہی نہیں، وہ پہچان حاصل کئے بغیر اسلام پر زندگی گزارتے ہیں، ان کی مثال اس روبوٹ جیسے مشینی انسان جیسی ہے جو مختلف کام کرتا، مگر شعور وفہم سے خالی ہوتا ہے، اپنے بنانے اور دیکھ بھال کرنے والے ہی کو نہیں پہچانتا۔موجودہ زمانے کے اکثر مسلمانوں کا ایمان توحید وشرک کا ملا جلا مربّا ہے، یہ کیفیت صحابہ کے زمانے میں نہیں تھی، اس لئے ایسے مسلمانوں کو حج ادا کرنے سے پہلے اپنے تمام شرکیہ عقائد کو صحیح کرنا اور اعمال کو درست کرکے توبہ کرنی ہوگی، حضرت ابراہیمؑ کی طرح شرک سے نفرت وبیزاری کو ظاہر کرنا ہوگا، ورنہ آپ کے پیسے، آپ کا وقت اور آپ کی محنت ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔جو لوگ ایمان وعمل میں حضرت ابراہیمؑ جیسے ہوں گے، وہی اپنے آپ کو مسلم کہلانے کے لائق ہوں گے، جن کا ایمان وعمل حضرت ابراہیمؑ جیسا نہ ہو تو وہ قرآن کی روشنی میں حضرت ابراہیمؑ سے نسبت کرنے کے باوجود مسلمان نہیں ہونگے، خالص ایمان بنانے کیلئے حسب ذیل شرک سے توبہ کرنی ہوگی۔

- اللہ تعالیٰ کے علاوہ نبیوں اور بزرگوں سے یا مزاروں پر دعا مانگنا شرک ہے۔
- اللہ تعالیٰ کے بجائے مخلوقات سے منت ومراد مانگنا شرک ہے۔
- اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ نبیوں اور ولیوں کی قبروں، درگاہوں میں سجدہ، رکوع اور نماز جیسا قیام کرنا شرک ہے۔
- اللہ تعالیٰ کے بجائے نبیوں، ولیوں اور بزرگوں سے اولاد مانگنا، تندرستی مانگنا، نوکری اور تجارت مانگنا، ان کو مشکلات کا دور کرنے والا سمجھنا ان کو حاجتوں کو پورا کرنے والا سمجھنا، ان کو موت وحیات دینے والا سمجھنا وغیرہ شرک ہے۔
- اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر مخلوقات سے ڈر خوف یا محبت رکھنا شرک ہے۔
- اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے مخلوقات کو پکارنا ان سے مدد طلب کرنا شرک ہے۔
- اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی بھی مخلوق کو غیب کا علم رکھنے والا سمجھنا شرک ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کے علاوہ مخلوقات کی بڑائی پکارنا شرک ہے۔

❁ درگاہوں،قبروں اور چھلوں اور علموں کا طواف کرنا شرک ہے۔

❁ شرعی قوانین کو چھوڑ کر انسانی قانون کے تحت خوشی خوشی راضی ہوکر زندگی گزارنا بھی شرک ہے۔انسانی قانون پر ناراضگی ہو اور کراہیت ہو،نفرت ہو۔

❁ قوم پرستی، وطن پرستی اور نفس پرستی بھی شرک ہے۔

حج کے اجتماع میں اس قسم کے عقائد رکھنے والوں کی ایک بہت بڑی تعداد ہوتی ہے،جس کی وجہ سے حج جیسی توحیدی عبادت بے روح بن گئی ہے،مسلمانوں کو ان تمام خرابیوں سے توبہ کرکے اپنے ایمان کا جائزہ لینا چاہیۓ، خالص ایمان کیساتھ حج کو جانا چاہیۓ، شرک کو دور کرنے کیلئے زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی پہچان حاصل کرنی ہوگی،جتنی زیادہ معرفتِ الٰہی حاصل ہوگی، اتنی خالص توحید پیدا ہوگی اس کے لئے ہماری کتاب ''تعلیم الایمان'' کے تمام حصہ ضرور پڑھیۓ حج کو جانے والا ہر آدمی اپنے آپ کو ایمانی، جسمانی اور روحانی اعتبار سے تیار کرے اور اپنے ایمان کے کھوٹ کو صاف کرے

وَمَايُؤمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِااللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُوْنَo(سورہ یوسف:۱۰۶)

ترجمہ: اورلوگوں کی اکثریت کا یہ حال ہے کہ اللہ پر ایمان بھی رکھتے ہے اور ساتھ میں شرک بھی کرتے ہیں۔

خالص اللہ تعالیٰ کے لئے حج کریں

دنیا میں انسان مختلف انداز پر گھر بار چھوڑتا اور سفر پر نکلتا ہے، کبھی رشتے داروں سے ملنے یا ان کی شادی بیاہ میں شریک ہونے کے لئے، کبھی سیر وتفریح اور سیاحت کے لئے، مختلف مقامات کو دیکھنے کی خواہش، کبھی نوکری کرنے کیلئے ایک ملک سے دوسرے ملک جاتا ہے، کبھی تجارت کی غرض سے مال کمانے کے لئے سفر کرتا ہے، کبھی کسی کی عیادت اور تیمارداری کی خاطر سفر کرتا ہے، کبھی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے سفر کرتا ہے، ان تمام اسفار میں غرض اپنی خواہش نفس ہوتی ہے یا دنیوی ضرورت یا ممتا کی محبت ہوتی ہے، جس کی وجہ سے وہ گھر چھوڑتا، اہل وعیال چھوڑتا، وطن چھوڑتا، مال خرچہ کرتا اور وقت صرف کرتا ہے۔ان تمام اسفار میں قربانی کا کوئی سوال نہیں آتا۔مگر خالص ایمان والا اللہ تعالیٰ کے حکم پر حج کو فرض اور ضروری جان کر اللہ کی محبت میں اللہ کے واسطے گھر چھوڑتا ہے، ملک چھوڑتا ہے، اہل وعیال چھوڑتا ہے، کاروبار چھوڑتا ہے دولت خرچ کرتا ہے۔وقت لگاتا ہے پورا سفر قربانی کا مزاج لے کر کرتا ہے، ایسا انسان کسی نفسانی خواہش اور دنیوی غرض کے ساتھ یہ سفر نہیں کرتا، خالص اللہ کی محبت اور اللہ کی تڑپ میں حج کے لئے جاتا ہے۔

❁ جب آپ دنیا میں کسی سے محبت کرتے ہیں تو اسکو اس کی پسند کا تحفہ لیجا کر دیتے ہیں اور اس تحفہ سے اسکو خوش کر کے اسکی محبت اپنے لئے بڑھا لیتے ہیں، اسی طرح جب آپ اللہ جل شانہ کے دربار میں جا رہے ہیں اور سب سے زیادہ اسی سے محبت ہے تو اخلاص کا تحفہ لیکر جایئے اللہ کی محبت کا تحفہ لے کر جایئے، اللہ کے لئے جینے اور مرنے کا تحفہ لیکر جایئے اور اللہ کی خشیت تعظیم، ادب واحترام کا تحفہ لے کر جایئے اور اللہ سے اچھی امید کا تحفہ لیکر جایئے۔

❁ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے محض اللہ کی خوشنودی کیلئے حج کیا اور جماع اور اس کے تذکرے اور گناہ سے محفوظ رہا تو وہ (پاک ہو کر) ایسا لوٹتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے روز پاک تھا۔(بخاری ومسلم)

حج کی عبادت کے ذریعے پوری دنیا کے انسانوں کو توحید کی دعوت دی جا رہی ہے

حج دراصل ابراہیمؑ کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ والہانہ محبت واطاعت کا اظہار اور توحید کی دعوت دینے کا ایک زبردست عمل بھی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ دو ایسے پیغمبر ہیں جن کو مسلمان ہی اللہ کے پیغمبر نہیں مانتے؛ بلکہ مکہ کے مشرک بھی مانتے تھے، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور عرب کی اکثر آبادی انہی کی اولاد ہیں، ان کو پیشوا مانتی تھی، اور آج کے عیسائی ویہودی حضرت ابراہیمؑ کو بڑی عزت واحترام سے مانتے ہیں اور ان کے واقعات بیان بھی کرتے ہیں، موجودہ زمانے کے اکثر مشرک اور بت پرست انسان زمانہ قدیم سے انکی نقل میں غیر شعوری طور پر یاترا اور جاترا میں جاتے، سر کے بال نکالتے، اور اپنی عبادت گاہوں کے پھیرے مارتے اور قربانی کے نام پر جانور کاٹ کر مشرکان مکہ کی طرح جانوروں کا خون عبادت گاہوں اور بتوں پر ڈالتے ہیں، انکے پنڈت اور گرو دو چادر احرام کی نقل میں باندھتے ہیں، فقیرانہ اور سادہ بغیر سلا ہوا کپڑا استعمال کرتے ہیں، یوں سمجھئے کے یہ وہ پیغمبر ہیں، جن کو دنیا کے تقریباً تمام مشرک اور اہل کتاب بھی مانتے ہیں۔

اسلام نے حج کو پوری طرح حضرت ابراہیمؑ اور ان کے کنبے سے وابستہ کر کے نہ صرف مسلمانوں کو؛ بلکہ ہر سال تمام عالم کے انسانوں کو حضرت ابرہیمؑ اور ان کے خاندان کی توحید اور انکی خالص خدا پرستی اور ان کی اللہ کے ساتھ سب سے زیادہ محبت والی اطاعت اور قربانیاں یاد دلا رہا ہے اور ہر سال حج کے ذریعہ مسلمانوں سے توحید کا عملی مظاہرہ کروا کر گویا دنیا کی تمام قوموں کو توحید اور ایمان کی دعوت دے رہا ہے اور یہ تعلیم دے رہا ہے کہ ابراہیمؑ نہ عیسائی تھے، نہ یہودی تھے اور نہ مشرک تھے؛ بلکہ وہ پکے مسلم تھے۔ اللہ نے ان کو تمام انسانوں کا پیشوا بنایا تھا۔ آج ان کے سچے پیرو مسلمان ہی ہیں، گویا مسلمانوں کے ذریعہ حج کی عبادت کروا کر حضرت ابراہیمؑ کی اللہ تعالیٰ سے محبت، تڑپ، مجاہدے، قربانیوں اور اطاعت وغلامی کا سبق تمام انسانوں کو دے رہا ہے اور سمجھا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ماننے اور اسکی اطاعت وغلامی

کرنے کا ابراہیمی طریقہ مسلمانوں کا حج میں عملی مظاہرہ ہی ہے، جو بالکل صحیح طریقہ ہے اللہ کے ساتھ تعلق اسی طرح رکھا جاتا ہے۔قرآن مجید میں ارشاد ہے(قد کانت لکم اسوۃ حسنہ فی ابراھیم) اے انسانو! تمہارے لئے حضرت ابرہیمؑ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔اس لئے ہر حاجی حضرت ابراہیمؑ کی زندگی میں غور وفکر کی نگاہ ڈالتے ہوئے حج کا اہتمام کرے اور اپنے لئے اطاعت وغلامی کی مشق کرے اور دنیا کے تمام انسانوں کیلئے دعوتِ توحید کا مظاہرہ کرے۔

حج کے دوران قوت برداشت یعنی صبر بہت ضروری ہے

انسانوں کی یہ عادت ہے کہ جب وہ کثیر تعداد میں کسی جگہ جمع ہوتے ہیں تو خود غرضی، جلد بازی، اپنے آرام اور اپنے مسائل کا پہلے خیال رکھنا شروع کردیتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ اپنی غرض کی خاطر دوسرے لوگوں سے الجھ جاتے یا ان کو برداشت نہیں کرتے۔ظاہر بات ہے کہ جب ایک مقام پر مختلف ممالک کے لوگ، مختلف قوموں کے لوگ جمع ہوجائیں اور ان کی زبانیں الگ، ان کا کلچر الگ، ان کا مزاج الگ، اور ان کی غذائیں الگ الگ ہوں تو اختلافات ہوں گے۔ایسی صورت میں شیطان انسان کی ناک پر غصہ پیدا کرتا ہے یا جو غصہ نہیں ہوتے وہ بھی طبیعت کے خلاف لوگوں کی حرکات دیکھ کر غصہ میں آجاتے ہیں مثلاً

- بسوں میں سوار ہوتے وقت یا سیٹ پکڑنے کے لئے یا سامان چڑھاتے واتارتے وقت احتیاط نہ کرنے پر یا دوسروں کا سامان سیٹ کے قریب رکھنے پر۔
- نماز کے بعد لفٹ سے ہوٹل کی منزل پر جانے کیلئے لوگ قطار باندھ کر تھوڑے تھوڑے سوار کئے جاتے ہیں۔اگر کوئی درمیان میں آکر کھڑا ہوجائے یا پہلے جانے کی کوشش کرے تو لڑائی شروع ہوجاتی ہے۔
- وقت پر ذمہ دار لوگ کھانا سپلائی نہ کریں یا ادنیٰ غذا سپلائی کریں۔
- ہوٹل کے کمروں میں پلنگ نہ ملنے یا تعداد سے زیادہ لوگوں کو رکھنے یا اپنے کسی ساتھی کو دوسرے کمرے میں جگہ دینے پر لڑائی شروع ہوتی ہے۔
- طواف یا عمرہ کرکے واپس آنے پر کھانا نہ ملے، یا سالن میں گوشت وغیرہ نہ ہونے پر۔

❁ منیٰ میں وقت پر کھانا سپلائی نہ کیا جائے۔ صبر نہیں کیا جاتا۔

❁ بیت الخلاء یا نہانے میں دیر ہو جانے پر۔ قطار میں دیر تک ٹھہرنے پر چلاتے چیختے۔

❁ یا ہوٹل کے کمرے وغیرہ میں کسی کا سامان زیادہ آجانے پر۔

❁ یا ٹکسی ڈرائیور ایک مقام کا وعدہ کر کے دوسرے مقام پر چھوڑنے پر۔

❁ یا ٹراویل والے بیت اللہ کے سامنے ٹھہرانے کا جھوٹا وعدہ کر کے دور ٹھہرانے پر حاجیوں کو بہت جلد غصہ آجاتا ہے اور وہ لڑتے ہیں۔

❁ اکثر میاں بیوی مل کر جاتے ہیں اور بات بات پر لڑتے رہتے ہیں۔

❁ بعض لوگ ضعیف رشتہ دارں کو ساتھ لے جاتے ہیں، انکی خدمت کرتے ہوئے بیزار ہو کر ان کی غیبت کرتے یا ان کو غصہ میں آکر برا کہتے ہیں۔ اس لئے ایسے تمام مقامات پر اپنے آپ کو صبر اور برداشت کے ساتھ رکھتے ہوئے، مخالف حالات کو برداشت کرنا ہوگا۔ ورنہ لڑائی، جھگڑا، بحث تکرار، چیخ وپکار شروع ہو جاتی ہے۔ بعض جاہل لوگ گالی گلوج کر کے اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی بھی کرتے ہیں۔ کثیر لوگوں میں انسان قوت برداشت کھودے اور لڑائی جھگڑے شروع ہو جائیں تو عبادت کی فضاء اور ماحول خراب ہو جاتا ہے اس لئے غصہ کو پینا بہت ضروری ہے۔

حج کے اجتماع میں کثیر تعداد عورتوں کی بھی ہوتی ہے جو مختلف ملکوں سے آتی ہیں۔ عورتوں اور مردوں کا ملا جلا مجموعہ ہونے کی وجہ سے نگاہیں بھٹک سکتی ہیں، خاص طور پر شیطان حاجی کو یہ احساس دلا کر کہ مختلف مما لک کے لوگوں کو دیکھا جائے، وہ کیسے ہوتے ہیں، اُکسانے کی کوشش کرتا اور حاجی کی نگاہوں کو غیر عورتوں کو دیکھنے میں لگاتا۔ یا ان کی مدد کے لئے کھڑا کرتا ہے، شیطان کے اس حربے سے بچنا چاہئے۔ حج کے سفر میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور ہمدردی کا سلوک کیجئے اور اپنے ساتھیوں کو احساس دلایئے کہ رسول اللہ ﷺ کے امتی کیسے ہوتے ہیں، آپ کو دیکھ کر دوسرے بھی اخلاق حسنہ کو اختیار کرسکیں، ایثار و قربانی کا مزاج بنانا ہوگا، تب ہی صبر پیدا ہو سکتا ہے۔ خود تکلیف سہہ کر دوسروں کو آرام پہونچانے کی فکر کرنی ہوگی۔ بعض لوگ ساتھیوں کی ہمدردی اور حسن سلوک دیکھ کر ان کو تنگ کرتے، ان کی چیزوں کو مانگتے، ان کی نرمی کا فائدہ اٹھا کر پوری خدمت لیتے ہیں جہاں تک ہو سکے خوددار بنئے، کسی سے کوئی چیز مانگنے یا مدد لینے کی کوشش نہ کیجئے۔

موجودہ زمانے میں حج کی روح ختم ہوتی جارہی ہے

قرآن مجید میں جہاں مناسک حج کا ذکر ہے، وہاں تقویٰ اور پرہیزگاری پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ سفر حج کی حیثیت تقویٰ کی تربیت اور ٹریننگ کورس کی طرح ہے، گویا حاجی حج کے ذریعہ تربیتی کیمپ میں رہتا ہے۔ مگر حج کے مقامات کا اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس ماحول سے تقویٰ ملنا بہت مشکل بنتا جارہا ہے۔ دولت کی افراط سے حکومت نے کعبۃ اللہ کے اطراف کی بستیوں اور بازار کو ختم کرکے اس کی توسیع کی ہے اور توسیع کے ذریعہ بڑی بڑی ایرکنڈیشن ہوٹلیں، فائیو اسٹار ہوٹلیں اور تجارتی مراکز بنادئے ہیں، کعبۃ اللہ میں جانے سے پہلے ایسا لگتا ہے کہ ہم کسی یورپی اور مغربی شہر میں آگئے ہیں۔ جہاں ہوٹلوں کے ساتھ ساتھ شاپنگ مالس، سپر اسٹور اور ہر طرح کی بین الاقوامی مارکٹ کا سامان دستیاب ہے، توسیع بیت اللہ کے ذریعہ ہر سال ہر ملک سے حاجیوں کی تعداد بڑھائی جارہی ہے، یہ بہت اچھی بات ہے، مگر تعداد زیادہ ہوجانے کی وجہ سے اتنی بھیڑ اور دھکم دھکی ہوگئی ہے کہ خود وہاں کا انتظامیہ عورتوں کو عورتوں کے حصوں میں نماز کیلئے نہیں بھیج سکتا۔ عورتوں کے مقامات میں جگہ نہ ہونے کی وجہ سے کثیر تعداد عورتوں کی مردوں کیساتھ گھس پیٹھ کر باز و ٹھہر کر، نمازیں ادا کرتی ہیں، مطاف اور صحن کعبہ میں پردہ نام کو نہیں نظر آتا۔ ایسا لگتا ہے کہ عورتیں اور مرد اپنے گھر کے صحن میں پھر رہے ہیں۔ ہوٹلیں ایرکنڈیشن اور فائیو اسٹار ہونے کی وجہ سے بے انتہا مہنگے تعیّشات سے بھرے ہیں ۔حج کمیٹی کی طرف سے جن ہوٹلوں کے بڑے بڑے کمروں میں سات آٹھ حاجیوں کو ایک ساتھ رکھا جاتا ہے، جہاں چار مرد تین عورتیں ہوتی ہیں، ان کمروں میں ایک پردہ دار عورت غیر مردوں کے ساتھ اٹھتی بیٹھتی سوتی ہے اور غیر مردان کو بہن یا آپا بنا کر چائے بنانے، سالن مانگنے اور گھروں کے قصے سنانے کی دوستی کرلیتے ہیں۔ چنانچہ ایسے ماحول میں پردہ دار عورت انتہائی تکلیف اور مصیبت محسوس کرتی ہے اور گھٹن میں رہتی ہے سوائے محرم کے وہ اکیلی کبھی اپنے بستر پر آرام نہیں کرسکتی اور سوتے میں اپنے کپڑوں کے جسم سے ہٹنے کا خیال اسے بار بار بیدار کرتا ہے، مرد خراٹے لیتے، لنگی بنیان پر نیم برہنہ سوتے ہیں، طواف اور سعی کے بعد جو کیفیت پیدا ہوتی ہے وہ کعبۃ اللہ سے باہر آتے ہی ختم ہوجاتی ہے، اس

لئے کہ باہر ہر قسم کے بازار نظر آتے اور لوگ اکثر بازاروں کو دیکھنے اور عالیشان ہوٹلوں کو دیکھنے اور سامان خریدنے میں لگ جاتے ہیں۔ ہوٹلوں اور ٹھہرنے کے مقامات پر غسل کا انتظام بیت الخلاء میں ہے، جہاں ڈبلوسی پر ڈھکن ڈال کر کھڑے کھڑے نہانا پڑتا ہے۔ اکثر جاہل لوگ میاں بیوی جو حج کرنے آتے ہیں میاں اپنی خدمت کیلئے اپنی بیوی کو علٰحدہ کمرے میں رکھنے پر تیار نہیں ہوتے۔ بعض کو تو بات بات پر بیوی کو جھڑکنا اور میاں بیوی میں بحث وتکرار بھی دیکھی جاتی ہے، ہوٹلوں میں بے پردگی کا ماحول بھی نظر آتا ہے۔ لوگوں کی کثیر تعداد حرمین شریفین میں تصویر کشی میں مصروف رہتی ہے، مرد عورتوں کی یا عورتیں مردوں کی یادگار تصویریں جیسے تفریحی مقامات پر لی جاتی ہیں، لیتے ہیں، آج کل موبائیل اور ڈیجیٹل کیمرے عام ہوگئے ہیں، حاجیوں کی تعداد اتنی زیادہ ہوگئی ہے کہ حاجیوں کو ٹراویل ایجنٹ وقت سے پہلے ہی منی، عرفات لے کر چلے جاتے، بسوں میں گھنٹوں وقت خراب کرتے، ٹرافک کا یہ عالم ہے کہ حاجیوں کو کعبۃ اللہ سے منیٰ جانے، یا عرفات سے مزدلفہ آنے میں رات رات بھر بسوں میں گزارنا پڑتا ہے، منیٰ میں حاجیوں کو ایجنٹ لوگ کھانا وغیرہ سپلائی کرنے میں راستے بند ہونے کا بہانہ کرتے اور بھوکا رکھتے اور پیسے بچاتے ہیں، ان سے بحث وتکرار ہوتی رہتی ہے، جہاں دولت خوب خرچ کی جاتی ہے تو عرفات، منیٰ کے ڈیروں میں ٹراویل والے قالین بچھاتے، جابجا کرسیاں اور صوفے گدوں کا انتظام کیا جاتا، کولر اور ایر کنڈیشن لگائے جاتے ہیں، ذائقہ دار غذائیں، خوشبودار کباب، گوشت بھونا ہوا، مشروبات کا وافر مقدار میں انتظام کیا جاتا ہے، ان خیموں میں دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ لوگ حج کرنے نہیں تفریح کرنے آئے ہیں، سارے انتظامات گراں قدر ہوتے ہیں، ظاہر ہے کہ ایسے ماحول میں یکسوئی، ذکر الٰہی اور دلوں کی نرمی کیسے حاصل ہوگی۔ حاجیوں کی تعداد زیادہ ہوجانے سے منیٰ میں جگہ کم ہونے پر مزدلفہ میں اور مزدلفہ کو عرفات کے حدود تک میں گھسادیا گیا ہے۔ مسجد نمرہ کا کچھ حصہ مزدلفہ میں آگیا۔ بھیڑ کی وجہ سے عورتوں کا عرفات سے مزدلفہ کی طرف واپس ہونے کا سفر بے حد مشکل ہے۔ پیدل چلنے والے بچوں اور عورتوں کو راستوں میں دبادیا جاتا ہے۔ حج ایک تربیتی سفر ہے ہر قدم پر خدائی حکم پورا کرنے سے یہ تربیت حاصل ہوتی ہے۔

حج کیا ہے؟

زائرین کعبہ سے اقبال یہ پوچھے کوئی   کیا حرم کا تحفہ زمزم کے سوا کچھ بھی نہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ خوب جان لو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے، حج کے متعین مہینیں ہیں، تو جو کوئی ان مہینوں میں حج کا پختہ ارادہ کرے، تو پھر حج تک شہوت کی بات کرنا فسق وفجور اور لڑائی جھگڑا ممنوع ہے اور نیکی کے جو کام تم کروگے اللہ اس کو جانتا ہے اور زادراہ لے لو سب سے بہتر زادراہ پرہیزگاری ہے پس اے ہوش مندو! میری نافرمانی سے پرہیز کرو۔ (سورہ بقرہ: ۱۹۷۔۱۹۶)

ویسے سارے گناہ تمام حالات میں بھی ممنوع ہیں، لیکن حج کے ایام میں ان گناہوں کے موقعے زیادہ ہوتے ہیں۔ حج کا تعلق خاص طور پر حضرت ابرہیمؑ کی توحیدی زندگی سے ہے، جس میں اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ محبت، بھرپور اطاعت اور قربانی کا درس ہے، اس عبادت میں حاجی کو حضرت ابراہیمؑ کے اعمال کی بندگی کی مشق کرائی جاتی ہے، تاکہ ان میں ان کی طرح خالص توحیدی جذبات وخیالات اور عقیدہ کا مزاج پیدا ہو جائے، اسلام جو بھی عبادت اور احکام دیتا ہے، اس کی حکمت، مصلحت اور غرض وغایت یہ بھی ہے کہ ان کا اثر وقتی نہ ہو، دائمی ہو، بندے کو اللہ ہی کی خالص عبدیت وبندگی سکھائے، جس طرح نماز، روزہ اور زکوٰۃ کا ایک مقصد اللہ کی عبدیت وبندگی ہے، اسی طرح حج بھی تقویٰ کی مشق کر کے اللہ کی عبدیت وبندگی کے قابل بنانا ہے، تاکہ اسلام پر چلنا آسان ہو جائے۔

حج کی یہ عبادت اس بات کی مشق اور تربیت ہے کہ بندہ اللہ کی خاطر جیے اور اللہ کی خاطر مرے، اللہ کی خاطر صبر کرے اور اللہ کی خاطر نفس کو قابو میں رکھے، من چاہی زندگی چھوڑ کر رب چاہی زندگی اختیار کرے۔ اللہ کو بھولنے نہ پائے، اللہ کی یاد ہر لمحہ رکھ کر زندگی گزارے۔

❁ حضورﷺ نے فرمایا: کنکری مارنے، صفا مروہ کے درمیان دوڑنے اور خانہ کعبہ کے طواف کرنے کا مقصد خدا کی یاد قائم کرنا ہے (ترمذی، نسائی، دارمی، حاکم)

اسلام کے معنی اپنے آپ کو پوری طرح اللہ کے حوالے کر دینا۔ حج میں اسی کی مشق

اور تربیت ہے، حج کی اس عبادت کو بندہ دنیا کے کسی دوسرے علاقہ میں ادا نہیں کرسکتا، جبکہ نماز جو تمام عبادتوں میں سب سے بڑی عبادت ہے، دنیا کے ہر حصہ میں ادا کی جاسکتی ہے، روزہ ہر جگہ رکھا جاسکتا ہے، زکوۃ کہیں بھی ادا کی جاسکتی ہے، مگر حج صرف بیت اللہ (خانہ کعبہ) اور اس کے اطراف کے علاقوں ہی میں ادا کرنا ہوگا۔ وہاں انسان پیغمبر اور ان کے صحابہ کی اللہ کے ساتھ عبدیت کے خیالوں میں گم ہوجاتا ہے، وہاں اللہ کے سواء کچھ بھی یاد نہیں آتا، وہ اللہ اللہ کی یاد، آواز اور نشانیوں کے بیچ میں ہوتا ہے، حج کو اسی لئے رکھا گیا کہ انسان پیغمبروں کے اعمال کی نقل کرے اور ان مقامات پر وہ اعمال کرے جو پیغمبروں نے کیا، حج ہی کے وہ مقامات ہیں جہاں انسان خالص اللہ کی یاد میں گم ہوجاتا ہے۔

حج ایک ایسی دوا اور خوراک ہے کہ زندگی میں ایک بار پلائی جائے تو عمر بھر اس کا اثر رہتا ہے، حج کے ذریعہ حاجی اپنے آپ کو دنیا کی مصروفیات سے نکال کر روحانی ماحول میں رکھتا ہے، جہاں اس کی روح کو غذا ملتی ہے، حج حضرت ابراہیمؑ کی محبت اور قربانی واطاعت کا سبق ہے۔ حج حضرت ابراہیمؑ کی عشق الٰہی کے ساتھ عبدیت وبندگی کے طریقوں کی نقل ہے۔

حج کے بعد تمام صغیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں، البتہ حقوق العباد وغیرہ کی ادائیگی ساقط نہیں ہوتی اس لئے حج سے پہلے یا بعد اس کی ادائیگی ضروری ہے۔

فقہ میں لکھا ہے کہ فرائض کے انکار سے آدمی ایمان سے محروم ہوجاتا ہے اس لئے حج کی فرضیت سے انکار کفر ہے، موجودہ زمانے میں بعض مسلمان حج کا زبان سے انکار تو نہیں کرتے، مگر حج وعمرہ اور قربانی کی ترغیب دی جائے تو کہتے ہیں کہ ہزاروں روپئے خرچ کرکے حج وعمرہ جانے کے بجائے قرضدار کے قرض کے بوجھ کو ہلکا کرنا، یا غریب لڑکی کی شادی کرنا بہتر ہے، قربانی کا اکثر لوگ اس طرح انکار کرتے ہیں کہ ہزاروں روپئے خرچ کرکے، جانور ذبح کرکے گوشت تقسیم کرنے سے کیا فائدہ؟ اس طرح کی باتیں کہنا انسان کو کفر تک پہونچادیتی ہے۔

انسانوں میں اتحاد واتفاق پیدا کرنے اور بھائی چارگی بڑھانے کو حج کا طریقہ رکھا گیا، زبان، ملک، تہذیب وتمدن، مزاج، طور طریقے الگ الگ ہونے کے باوجود سب ایک لباس، ایک زبان، ایک خدا، ایک کتاب ایک رسول کو ماننے والے اور ایک ہی کلمہ بولنے

والے ایک امت ہوجائیں،ان کا نام مسلم رکھا گیا یعنی کامل اطاعت کرنے والے مگر باوجود موجودہ زمانے میں نماز ملکر ہر روز پڑھنے اور ایک ساتھ روزے رکھنے اور مل کر حج کرنے کے مسلمان کئی فرقوں میں بٹ گئے ہیں،دنیا کے انسانوں کو توحید سمجھانے کے بجائے شرک وبدعات اور بداعمالیوں کا مظاہرہ کررہے ہیں۔آپس میں اتحادواتفاق نہیں،انہیں ایک نام مسلم کے بجائے کئی ناموں سے پکارنا پڑرہا ہے۔

- حج ایمان کو تازہ رکھنے اور اسمیں مزید جان وروح پیدا کرنیکا زبردست عمل ہے۔
- حج توحید خالص کو سمجھنے،شرک وبدعات سے توبہ کرنے کا زبردست سبق ہے۔
- حج نسلوں میں ایمان کو منتقل کرنے کا زبردست طریقہ ہے۔
- حج دراصل آئندہ زندگی میں عبدیت وبندگی کرنے کا اعتراف واقرار ہے۔
- حج شرک،کفر،جاہلانہ رسم ورواج کے ساتھ بغاوت کا اور نفرت کا اعلان ہے۔
- حج امت واحدہ ہونے کا زبردست مظاہرہ ہے۔
- حج مساوات انسانی کا درس ہے اور امیر وغریب کا فرق مٹانے کا سبق ہے۔
- حج تقویٰ وپرہیزگاری حاصل کرنے کی مشق ہے۔
- حج سیدھی سادھی زندگی کی مشق ہے،نفسانی زندگی سے دور رہنے کی تربیت ہے۔
- حج اتحادواتفاق کی زبردست مشق وتربیت ہے۔
- حج صبر اختیار کرنے،مشکلات اور تکالیف کو سہنے کی مشق ہے۔
- حج جنگ وجدال،نفسانی خواہشات اور فحش اعمال سے دور رہنے کی مشق ہے۔
- حج حضرت ابراہیمؑ کی طرح دعوت دین دینے کی تربیت ہے۔
- حج اللہ کی بڑائی میں زندگی گزارنے کی مشق ہے۔
- حج اللہ سے محبت اور عشق بڑھانے کی تربیت ہے۔
- حج کے ارکان ادا کرنے سے حاجی پر خدا کا رعب وجلال پیدا ہوتا ہے۔
- حج ایمان والوں میں رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔
- انسان مختلف سفر کرتا ہے،مگر کوئی سفر ایسا نہیں جس میں خالص اللہ کیلئے قربانی

واطاعت کا مجاہدہ ہو،مگر حج کا سفر اس میں نفس کی خواہش نہیں،عیش و آرام سے دور رہنا؛ بلکہ خالص اللہ کیلئے اللہ کی محبت میں گھر بار مال سب کچھ چھوڑنا ہے۔

❁ حج عشق ومحبت کے ساتھ خالق کے حضور اپنے آپ کو مجنونانہ کیفیت کے ساتھ پیش کر دینے کا نام ہے۔

❁ حج کا ایک بڑا مقصد اس قدیم گھر کا طواف کرنا ہے جو دنیا میں توحید کا سب بڑا مرکز ہے،اس کا طواف کرنے کا معنی یہ ہیں کہ طواف کرنے والا ہر قسم کے شرک سے پاک ہے، ہر طرف سے اپنا رخ موڑ کر اللہ واحد کی طرف کر لیا،ہر طرف سے کٹ کر اللہ کا ہو گیا۔حج کرنے کے باوجود اگر شرکیہ عقائد واعمال دور نہ ہوں تو پھر اس انسان کے سدھرنے کے آثار بہت کم ہو جاتے ہیں،حنیف کے معنیٰ ساری چیزوں سے کٹ کر اللہ کا ہو جانا ہے۔

❁ حج مبرور اس حج کو کہتے ہیں جس میں گناہ شامل نہ ہوں۔حسن بصریؒ نے کہا کہ حج مبرور وہ حج ہے جس سے آدمی اس طرح لوٹے کہ وہ دنیا سے بے رغبت ہو اور آخرت کا شوق اس کے اندر پیدا ہو جائے۔اگر انسان حج کو شعور سے کرے گا تو اس کو گناہوں سے نفرت اور نیکیوں سے محبت پیدا ہو جائے گی۔یہ کب ہو سکتا ہے؟ جبکہ انسان حج کے دوران غافل اور بے شعور نہ رہے۔باشعور رہے،نفس کو غلبہ پانے نہ دے،زبان اللہ کے ذکر میں تر رہے ذہن ودماغ معرفت الٰہی میں غرق رہے۔حدیث میں ہے کہ حج مبرور کا بدلہ جنت ہے(بخاری ومسلم)

حج میں وہ ساری تکالیف آسکتی ہیں جو انسان کو عام زندگی میں آتی ہیں،کھانے کی مشقت،سفر کی مشقت،سردی،گرمی اور رہنے کی مشقت ،لوگوں سے تکالیف،لڑائی جھگڑا،چوری،خودغرضی،بول وبراز کی تکالیف،پیسے کا زیادہ خرچ،ان تمام چیزوں کو اللہ کی محبت میں اللہ کیلئے برداشت کرکے صبر کرنا ہوگا۔

حج وعمرہ کے سفر میں جو کام سب سے زیادہ کرنے کا ہے وہ دعا ہے،ویسے ہر جگہ اللہ تعالیٰ دعاؤں کا سننے والا ہے،مگر اس نے چند خاص مقامات اور اوقات ایسے رکھے ہیں جہاں دعائیں جلد قبول ہوتی ہیں۔ان میں اکثر کا تعلق حرمین شریفین سے ہے، وہاں ہر لمحہ رونے،گڑگڑانے اور اللہ کو راضی کرنے کا ہے۔

❁ حج کے معنی اصطلاح قرآن وسنت میں ذی الحجہ کی خاص تاریخوں میں خانہ کعبہ، منیٰ، مزدلفہ اور عرفات میں مخصوص اعمال کوادا کرنا۔عمرہ کے معنی مسجد حرام کی حاضری اور طواف و سعی کرنا ہے۔ذی الحجہ کی مقرر تاریخوں میں مخصوص اعمال کے ساتھ کعبہ کی جو زیارت کی جاتی ہے اس کا نام حج ہے، اس کے بعد دوسرے کسی زمانے میں جو زیارت کی جائے وہ عمرہ ہے، حج سوائے ذی الحجہ کی متعین تاریخوں کے دوسرے دنوں میں نہیں ہوتا۔

❁ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حج وعمرہ ہمیشہ کرتے رہا کرو کیوں کہ یہ دونوں محتاجی اور گناہوں کو ایسا دور کر دیتے ہیں جسطرح بھٹی لوہے کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے (طبرانی دارقطنی)

❁ حدود حرم سے کچھ فاصلے پر بعض مقامات مقرر کردئے گئے جنہیں اصطلاح حج میں میقات کہا جاتا ہے، یہ کعبۃ اللہ کے حدود ہیں اور رب العالمین کے دربار میں حاضری یعنی کعبۃ اللہ کی زیارت کی تیاری کے مقامات ہیں، یہاں سے احرام پہن کر داخل ہونا ہوگا۔

❁ اسلام نے انسانوں پر تین قسم کی عبادتیں فرض کی ہے، بدنی عبادت جیسے نماز ، روزہ اور دوسرے تمام اعمال جو بدن سے کئے جاتے ہیں۔ مالی عبادت یعنی صدقہ ،فطرہ، زکوٰۃ وغیرہ۔مالی وبدنی عبادت حج بیت اللہ۔معراج میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے دربار میں تین چیزیں رب کے حضور پیش کیں ،قولی عبادت ،بدنی عبادت، مالی عبادت۔رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو کوئی ظاہری مجبوری نہ ہو پھر بھی حج نہ کرے اس کے بغیر مرجائے تو اس کو اختیار ہے خواہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے۔(مشکوٰۃ، دارمی)

❁ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں۔اگر وہ دعا کرتے ہیں اللہ ان کی دعا کو قبول کرتا ہے۔اگر وہ اس سے مغفرت چاہتے ہیں تو وہ ان کی مغفرت کرتا ہے۔(مشکوٰۃ از ابن ماجہ)

❁ ایک اور روایت میں رسول اللہ ﷺ نے حج کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: جو شخص حج کرنے یا عمرہ کرنے یا جہاد کرنے کو چلا، پھر وہ راستے ہی میں انتقال کر گیا۔اللہ اس کے لئے غازی حاجی اور عمرہ ادا کرنے والے کا ثواب دیگا۔(مشکوٰۃ از بیہقی)

❁ ایک حدیث میں ہے کہ حاجی اور عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہوتے

ہیں۔اسلئے حاجی مہمانوں کی طرح پورے آداب کو اختیار کر کے مناسک حج ادا کرے اور مہمان بنے۔اگر وہاں جا کر لڑائی جھگڑا، دنیوی مشاغل اور عیش و مستی کے کام کریں گے تو مہمان نہیں بن سکتے۔دنیا میں کوئی مہمان کسی کے پاس جا کر لڑائی جھگڑا نہیں کرتا۔

❁ اسلام نے کسی عبادت کرنے والے کے تعلق سے یہ تعلیم نہیں دی کہ اس سے ملاقات کرو۔نمازی، روزہ دار یا زکوٰۃ دینے والے سے ملو،مگر خاص طور پر حاجی کے تعلق سے یہ ترغیب دی گئی کہ حاجی کے گھر آنے سے پہلے پہلے اس سے ملاقات کرو۔دعاؤں کی گزارش کرو، حاجی جب حج کر کے واپس گھر لوٹ کر آتا ہے تو وہ اللہ کی خاص رحمتوں سے مالا مال ہوتا ہے، وہ بارگاہ رب العزت سے مقرب و مقبول بندہ بن کر لوٹتا ہے۔اس کی دعا اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوتی ہے اس لئے گھر کے تمام افراد دوست احباب، رشتہ دار اس سے واپس آتے ہی ملاقات کریں اور اس سے دعا کرائیں۔

❁ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس وقت تم کسی حاجی سے ملو تو اس کو سلام و مصافحہ کرنے کے بعد اس سے اپنی مغفرت کی دعا کراؤ، اس سے پہلے کہ، وہ اپنے گھر میں داخل ہو جائے۔(مسند احمد، حضرت عبداللہ بن عمرؓ)

❁ دوسری روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جب تم حاجی سے ملو تو اسے سلام کرو اور اس سے مصافحہ کرو، اس کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اپنے لئے دعائے مغفرت کراؤ، کیوں کہ وہ بخشا ہوا لوٹا ہے۔(مشکوٰۃ)

حج کو جانے سے پہلے کتاب تعلیم الایمان کے یہ حصے ضرور پڑھیے

(۱) اللہ سے محبت بڑھانے کا طریقہ۔

(۲) کائنات میں غور فکر کے طریقہ۔

(۳) رحمت الٰہی رحمٰن ورحیم میں غور فکر۔

حج کا اجتماع مساواتِ انسانی اور اتحاد و اتفاق کا سبق دیتا ہے

حاجی جیسے ہی حدودِ حرم کے قریب پہونچتا ہے، یا جیسے ہی حج کے اوقات شروع ہوتے ہیں، دنیا کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے مسلمان جو مختلف زبانیں بولتے، مختلف مزاج اور طبیعت رکھتے، مختلف رنگ و نسل کے ہوتے، اپنے کپڑوں کو اتار کر ایک بغیر سلا لباس کو اختیار کر لیتے ہیں اور ایک ہی زبان میں تلبیہ بیان کرتے اور ایک ہی طرح طواف کرتے اور ایک ہی طرح سعی کرتے، غرض ایک ہی طرح سارے اعمال کرتے، یہ گویا ایمان والوں کو مساوات انسانی کی زبردست مشق اور تربیت ہے، جو سوائے اسلام کے کسی دوسرے مذہب میں نہیں۔

حج کا اجتماع دنیا کے تمام انسانوں کو یہ دعوت اور نظارہ پیش کرتا ہے کہ انسان کی زبان اور تہذیب و تمدن ہر ملک کے الگ الگ ہیں؛ لیکن وہ تمام اختلافات کو مٹا کر ایک زبان اور ایک دل ہو کر آپس میں جڑ جاتے۔ بھائی چارگی اور انس و محبت کا مظاہرہ کرتے، رنگ و نسل میں الگ الگ ہونے کے باوجود ایمان و اسلام کی وجہ سے ایک دوسرے سے جڑ جاتے ہیں، ایک ہی الفاظ کے ساتھ زبان سے ایک ہی طرح سے اللہ کی بڑائی بیان کرتے ہیں۔ ان کا رکوع اور سجدہ بالکل ایک فوج کی طرح ایک ساتھ ہوتا ہے، اس سے پوری دنیا کے انسانوں کو یہ دعوت اور عملی مظاہرہ نظر آتا ہے کہ یہ صرف اسلام کا کمال ہے کہ اس نے ایمان کی دولت سے انسانوں میں امیر غریب، دولت مند و فقیر، کالے گورے، بڑے چھوٹے اور عالم اور غیر عالم کے فرق کو مٹا کر ایک امت بنا دیا اور مساوات اور اتحاد و اتفاق ان میں قائم کر دیا۔ دنیا کے دوسرے کسی مذہب کے لوگ اس طرح سے انسانی مساوات، اور اتحاد و اتفاق کا ایسا مظاہرہ پیش نہیں کر سکتے اور نہ ان کے پاس اس طرح کا نظم ہے، وہ جب ملتے ہیں تو لڑائی جھگڑے، بڑے چھوٹے، امیر غریب، کالے گورے اور اونچ نیچ کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

حضرت ابرہیمؑ کے بعد حج میں خرابیاں پیدا کردی گئیں

حج ایک عظیم الشان عبادت ہے، حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ اور حضرت ابرہیمؑ نے بھی حج کیا، لیکن حضرت ابرہیمؑ کے بہت عرصہ بعد اس میں خرابیاں پیدا کردی گئیں۔ یہاں تک کہ لوگوں نے خانہ کعبہ کو بتوں سے بھر دیا اور اپنے مشرکانہ عقائد واعمال سے حج کو ایک بے جان، بے روح اور رسمی عبادت بنادی، عربوں کی بیشتر آبادی اپنے آپ کو حضرت ابرہیمؑ کی طرف نسبت کر کے حضرت اسماعیلؑ کی اولاد سمجھتی تھی اور ان کو بنی اسماعیل کہا بھی گیا۔ جس کی وجہ سے حج کے بہت سارے ارکان بگڑی ہوئی شکل میں ان میں باقی تھے۔ عرب لوگ خاص طور پر مشرکین مکہ مشرکانہ عقائد رکھتے ہوئے دین ابراہیمی پر عمل آوری کے جھوٹے دعویدار تھے۔

۞ زمانۂ جاہلیت میں جو حج ہوتا تھا وہ حضرت ابراہیمؑ کے طریقوں سے بالکل الٹا ہوتا تھا۔ توحید کی جگہ شرک کا بول بالا تھا۔ حج کے مناسک میں بتوں کی پرستش بھی شامل تھی، وہ بتوں کو اللہ تک پہونچنے کا ذریعہ اور واسطہ سمجھتے تھے، بیت اللہ کو بتوں سے بھر دیا تھا، مگر اسے اللہ کا گھر ہی کہتے اور سمجھتے تھے۔ کبھی بت کدہ نہیں کہا۔

۞ حج کو مشرکین عرب نے حضرت ابراہیمؑ کے بتائے ہوئے طریقے سے ہٹ کر قمری مہینہ چھوڑ کر، ہر سال اپنی سہولت کی خاطر شمسی مہینے کے حساب سے ادا کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ۱۰ھ میں جو حج ادا کیا اس سال حضرت ابراہیمؑ کے طریقے پر قمری مہینے ہی میں حج کیا، جو الحمدللہ آج چودہ سو سال سے قمری مہینے ہی میں ادا کیا جا رہا ہے۔

۞ حضرت ابراہیمؑ نے جن چار مہینوں کو حرمت والے ٹھہرا کر جنگ وجدال سے دور رکھ کر حرام ٹھہرایا تھا، تاکہ لوگ آسانی سے حج کو آسکیں، مگر ان لوگوں کا جب بھی لڑنے کو جی چاہتا حرام مہینوں کو حلال کر لیتے تھے۔

۞ ان لوگوں نے حج کو قومی میلہ یا سالانہ یاترا کی طرح تفریح کا مشغلہ بنالیا تھا، باپ دادا کی اندھی تقلید میں مشرکانہ رسم ورواج کے ساتھ حج ادا کرتے تھے، چنانچہ

سوائے قریش کے تمام قبیلے برہنے طواف کرتے تھے، خانہ کعبہ میں لکڑی کا ایک تختہ تھا اس پر تمام لوگ اپنے کپڑے اتار کر رکھ دیتے ،قریش کی طرف سے ان کو ایک خاص کپڑے کا ٹکڑا دیا جاتا وہ باندھ کر طواف کرتے ،جن کو کپڑا ملتا وہی اپنی شرمگاہ چھپا سکتے تھے۔ مرد لوگ دن میں اور عورتیں رات کے اندھیرے میں برہنہ طواف کرتی تھیں جن کو کپڑا نہیں ملتا وہ پورا برہنہ طواف کرتے تھے اور کہتے کہ ہماری ماؤں نے ہمیں جس حالت میں جنا اسی حالت میں ہم خدا کے سامنے جائیں گے۔ دوران طواف تالیاں بجاتے ،سیٹیاں بجاتے اور نرسنگھے پھونکتے جاتے تھے،اسلام نے برہنہ طواف کرنے کی اس بے حیائی کو ۹ ہجری میں اعلان کردیا کہ آئندہ کوئی ننگے طواف نہیں کریگا،اور کوئی مشرک کعبۃ اللہ کے حدود میں داخل نہیں ہوگا (بخاری)، چنانچہ ۱۰ھ سے آج تک برہنہ طواف بند ہوگیا اور مشرکوں کا داخلہ بند ہے۔

❁ تلبیہ میں شرکیہ الفاظ کی ملاوٹ کردی گئی تھی۔

❁ دور جہالیت میں مشرکین عرب بے سروسامانی کے عالم میں حج کیلئے نکلتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اللہ پر توکل کرتے ہیں،مگر حرم پہنچ کر لوگوں سے بھیک مانگتے پھرتے تھے، بھیک مانگ کر حج کرنا نیکی اور ثواب سمجھتے تھے،قرآن مجید نے حج سے متعلق جہاں اور بہت سی باتوں کی اصلاح کی، وہیں اس ذلیل عادت کی بھی اصلاح کی گئی اور بھیک مانگ کر حج کرنے سے منع کردیا گیا،سفر حج میں زادراہ ساتھ لینے کی تاکید کی گئی؛لیکن ظاہری ساز وسامان کی تاکید کے ساتھ اس کی وضاحت کردی گئی کہ حاجی کا اصل زادراہ تقویٰ اور پرہیزگاری ہے،گناہوں سے بچنا ہے۔موجودہ زمانے میں جب زادراہ کی بات آتی ہے تو لوگوں کا ذہن سارا کا سارا ماڈی اسباب پر جاتا ہے،تقویٰ اور پرہیزگاری کا خیال نہیں کرتے ، حج کو جانے سے پہلے زیر پرورش لوگوں کے نفقہ کا انتظام بھی اچھی طرح کرنا ہوگا۔

❁ زمانۂ جاہلیت میں جو لوگ تجارت کی غرض سے آتے وہ تجارت ہی میں مصروف رہتے ،حج کرنا غلط تصور کرتے اور جو حج کی نیت سے آتے وہ تجارت کرنا غلط سمجھتے۔اسلام نے اس کی اصلاح کی اور دونوں کی اجازت دی۔

❁ اسی طرح مشرکین عرب ایام حج میں عمرہ نہیں کرتے تھے۔رسول اللہ ﷺ نے

ایام حج میں عمرہ کرنے کا حکم دیا۔

❁ بعض لوگ طواف کرتے تو اپنے آپ کو گنہگار اور مجرم ظاہر کرنے کی شکلیں اختیار کرتے ،بعض لوگ ناک میں نکیل ڈال لیتے، اس کو رسی سے باندھ کر دوسرا شخص پکڑ کر جانور کی طرح لے کر چلتا،کوئی رسی سے ہاتھ باند لیتے، دوسرا اس کو جانور کی طرح پکڑ کر طواف کراتا،کوئی اپنے آپ کو رسی سے باندھ کر طواف کی نیت منت مانگتا،اسلام نے ان سب طریقوں کو جہالت اور گمراہی بتلایا۔

❁ بعض لوگ حج کو نکلتے تو بات چیت کرنا ترک کردیتے تھے اور حج کا احرام باندھنے تک چپ رہتے تھے، چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے ایک عورت کو جب خاموش دیکھا تو وجہ پوچھی، معلوم ہوا کہ اس نے خاموش حج کا احرام باندھا ہے، آپ نے اس کو منع کیا اور کہا کہ یہ جاہلیت کا کام ہے۔

❁ لوگ حج کرکے جب گھروں کو واپس ہوتے تو دروازے کے راستے سے گھروں میں داخل نہیں ہوتے؛ بلکہ پچھلے حصے سے کود کر یا دیوار پر چڑھ کر داخل ہونا نیکی اور ثواب سمجھتے تھے، اس جہالت سے بھی روکا گیا۔

❁ منیٰ میں مدت قیام میں اختلاف کرتے تھے۔کوئی گروہ تین دن ٹھہرنے کا قائل تھا۔کوئی کم ٹھہرنے کو گناہ سمجھتا تھا، کوئی دو دن ٹھہرتا تھا۔

❁ قریش اپنے آپ کو امتیازی خصوصیت والا سمجھتے تھے اور عرفات تک جانا عام لوگوں کا کام سمجھتے تھے۔تمام قبائل عرفات تک جاتے اور قیام کرتے تھے؛لیکن قریش حدودحرم کے اندر سے باہر نکلنا اپنے مذہبی پوزیشن کے خلاف سمجھتے تھے کہ ہم متولیان حرم ہیں، حرم کے باہر نہیں جاسکتے، اس لئے وہ منیٰ ہی میں ٹھہر کر واپس ہوجاتے تھے۔ اسلام نے اس کا بھی خاتمہ کیا اور ہر ایک کو عرفات میں ٹھہرنا لازم کردیا۔

❁ زمانۂ جاہلیت میں حج کی مذہبی حیثیت ایک بڑے میلے اور یاترا کی سی ہوگئی تھی اور وہ سب کچھ ہوتا جو میلوں میں ہوتا ہے۔شوروغل ہوتا تھا۔کھیل تماشے، دنگا فساد، عورتوں سے چھیڑ چھاڑ، مذاق ودل لگی، فسق وفجور، فضول خرچی، شعروشاعری، خاندانی قصے وغیرہ۔

۞ جب تمام مناسک حج سے فارغ ہوجاتے تو سب لوگ منیٰ میں آکر قیام کرتے تھے، اپنے اپنے باپ دادا قبیلے اور خاندان کی بڑائی، تعریف اور کارنامے بیان کرنے کا یہ ان کو سب سے اچھا موقع ہوتا تھا۔ محفل شعر وسخن کے مظاہرے ہوتے، اس میں اپنے قبیلے کی شرافت، کثرت تعداد، شجاعت اور سخاوت بیان کی جاتی تھی، ایک دوسرے پر فخر کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ لڑنے بھڑنے کی نوبت تک پیدا ہوجاتی تھی، اسلام نے منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں باپ دادا کی بڑائی اور قصہ کہانیاں بیان کرنے سے سختی سے منع کردیا اور اللہ تعالیٰ کا ذکر اور حمد بیان کرنے کی تعلیم دی۔

۞ جس جانور کو قربانی کے لئے لاتے، اس کا دودھ استعمال نہیں کرتے اور نہ اس کو سواری اور باربرداری کیلئے استعمال کرتے تھے۔ جانور کو ساتھ رکھ کر پیدل سفر کرتے تھے، کوئی تو خانہ کعبہ تک پیدل جانے کی نذر مانتا تھا، اس کو بڑے ثواب کا کام سمجھتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا، جس کے لئے پیدل چلنا مشکل تھا، اپنے دو بیٹوں کے سہارے پیدل حج کرنے جارہا تھا، وجہ معلوم کی گئی تو معلوم ہوا کہ اس نے حج کو پیدل جانے کی نذر مانی ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: خدا اس سے بے نیاز ہے کہ یہ اپنی جان کو عذاب میں ڈالے، چنانچہ آپ ﷺ نے اسے سواری پر جانے کا حکم دیا۔

۞ اسی طرح عورتیں خانہ کعبہ تک کھلے سر اور برہنہ جانے کی نذر مانتی تھیں آپ ﷺ نے ایک بار اسی قسم کی ایک عورت کو دیکھا تو فرمایا: کہ خدا اس پریشان حالی کا کوئی معاوضہ نہ دے گا، اس کو سوار ہونا اور دوپٹہ اوڑھنا چاہئے۔

۞ ان کے پاس اللہ کی صحیح پہچان ہی نہیں تھی اور نہ اللہ تعالیٰ کا ادب واحترام، وہ حج تو کرتے تھے خدا کے نام پر اور خانہ کعبہ کو بیت اللہ کہتے، مگر اپنی ساری نذرونیاز بتوں پر چڑھاتے اور بتوں کے سامنے جھکتے اور انہوں نے بیت اللہ کو ۳۶۰ عرب کے ہر قبیلہ کے بتوں سے بھر کر اس کو مشرکین عرب کی ایک مرکزی عبادت گاہ بنادیا تھا۔

۞ حج کے زمانے میں فضول خرچی خوب کرتے، نام ونمود کے لئے اونٹ ذبح کرتے تاکہ نام ہو کہ فلاں شخص اور قبیلے کے لوگوں نے خوب ضیافت کی، راگ رنگ اور شراب نوشی، کھلے عام ہوتی تھی۔

❁ قربانی کرتے تو اس کے خون کو خانۂ کعبہ کی دیواروں پر لگاتے تھے، تاکہ خدا سے تقرب حاصل ہوجائے، یہود میں بھی یہ جہالت تھی کہ قربانی کے خون کو قربان گاہ پر لگائیں اور قربانی کا گوشت جلادیں، اسلام نے ان تمام باتوں کو مٹادیا، اور یہ تعلیم دی کہ خدا کو تمہارے گوشت اور خون کی ضرورت نہیں، یہ چیزیں پہونچتی نہیں؛ بلکہ اصل مقصد انسانوں کا تقویٰ ہے، ان تمام بداعمالیوں کو ختم کیا، اور حج کو تقویٰ وپرہیز گاری اور ذکر الٰہی کی عبادت بتلایا۔

❁ یہ لوگ صفا پر اساف اور مروہ پر نائلہ کے بت بنا کر رکھے تھے ان کے گرد بھی طواف کرتے تھے، شریعت محمدیہ میں ان تمام مشرکانہ وجاہلانہ طریقوں کی اصلاح کی گئی جو زمانۂ جاہلیت میں لوگوں میں عام تھیں، شعائر الٰہیہ کی عظمت وبزرگی کو قائم رکھا گیا دنیا کی کوئی قوم توحید کے اتنے بڑے عظیم اجتماع کی مثال اور نظیر پیش نہیں کرسکتی۔

❁ قریش اپنے آپ کو کعبہ کا متولی سمجھ کر حاجیوں کی خدمت کرتے اور حج کے انتظامات کرتے، چنانچہ کسی نے حاجیوں کو پانی پلانے اور کسی نے سواریوں کا اور کسی نے ٹھہرنے اور کسی نے کھانے وغیرہ کا انتظام سنبھال لیا تھا، اور سمجھتے تھے کہ وہ خدا کے گھر کی خدمت اور عبادت کررہے ہیں، اسلام نے ان کی یہ ساری محنتوں کو ایمان کے بغیر انجام دینے پر بیکار بتلایا۔

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی مختلف چیزوں کو مختلف چیزوں سے زینت دی

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی مختلف چیزوں کو مختلف چیزوں سے زینت دی، آسمانوں کو ستاروں اور سیاروں سے زینت دی، ستاروں اور سیاروں کو سورج اور چاند سے زینت دی، زمین کو درختوں پودوں اور پھولوں سے زینت دی، مہینوں کو رمضان سے سجایا، دنوں کو جمعہ سے سجایا، راتوں کو شبِ قدر سے سجایا، مخلوقات کو انسانوں سے سجایا، انسانوں کو مسلمانوں سے سجایا، مسلمانوں کو بزرگوں اور ولیوں سے سجایا، بزرگوں اور ولیوں کو صحابہ سے سجایا، صحابہ کو پیغمبروں سے سجایا اور پیغمبروں کو محمد رسول اللہ ﷺ سے سجایا، شہروں کو مکہ اور مدینہ سے سجایا اور مسجدوں کو کعبۃ اللہ سے سجایا، کتابوں کو قرآن مجید سے زینت دی، پانی کو زم زم سے زینت دی اور عبادتوں کو نماز سے زینت دی۔

حج کو جانے سے پہلے شہر مکہ کی عظمت کو ذہن نشیں کیجئے

❁ حضرت کعب بن احبارؒ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے شہروں کو چنا تو سب سے زیادہ بلدحرام کو پسند فرمایا (شعب الایمان، بیہقی)

❁ پوری دنیا میں یہ وہ مبارک سرزمین ہے، جہاں قرآن مجید کا نزول ہوا اور بہت سارا حصہ نازل ہوا۔

❁ یہ وہ مبارک زمین ہے جہاں انسانیت کے آخری پیغمبر اور معلم قرآن محمد رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے اور ۵۳ سال تک وہاں رہے۔

❁ یہ وہ مبارک سرزمین ہے جہاں دنیا کی تمام مسجدوں کا اور توحید کا مرکز بیت اللہ شریف موجود ہے، مکہ مکرمہ کی عظمت وحرمت سب کچھ کعبۃ اللہ کی برکت سے ہے۔

❁ زمین پر جتنے شہر آباد ہیں ان سب میں سب زیادہ قدیم، مقدس، متبرک، عزت وعظمت والا، شان وحرمت والا، اکرام واحترام والا، جوشہر ہے وہ مکہ معظّمہ یا مکہ مکرمہ ہی ہے۔۔قرآن مجید میں اس کو مختلف ناموں سے پکارا۔اسکو وادی حرم، وادی طیبہ، بلدالامین، بطحا ،اور بکہ بھی کہا جاتا ہے۔اس کے بعض ناموں سے اس شہر کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

❁ ایک نام کے معنی ہیں پیاس لگانے والا شہر یعنی اہل ایمان میں عبادت وریاضت کی پیاس بڑھا دیتا ہے۔

❁ ایک نام کے معنی ہیں کافروں، مشرکوں، ملحدوں کو ہلاک کرنے والا شہر، اسکی زیارت کے بعد انسان کا شرک دھل جاتا ہے۔

❁ ایک نام کے معنی ہیں مغروروں، جابروں کی گردنیں توڑنے والا شہر بڑے بڑے ظالم اور جابر بھی یہاں دب جاتے ہیں۔

❁ ایک نام کے معنی ہیں اہل کفر اور نفاق کو نکالنے والا شہر۔

❁ ایک نام کے معنی ہیں گناہوں سے پاک کرنے والا شہر۔

❁ ایک نام کے معنی ہیں قہر وظلم وجبر اور غضب کا سلسلہ روکنے والا شہر۔

❁ اس کا مشہور نام مکہ کے معنی ہیں چوسنے اور دور کرنے کے (گناہ گاروں کے گناہ دور ہو جاتے ہیں) جس طرح زمین پانی کو چوس لیتی ہے۔

❁ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ مکہ مکرمہ آسمان وزمین کی پیدائش کے وقت ہی سے حرم ہے، اس شہر کی سب بڑی عظمت وفضیلت یہ ہے کہ سب سے پہلا جو عبادت خانہ بنایا گیا بیت اللہ یا کعبۃ اللہ اسی شہر میں موجود ہے۔ اس شہر کا پرانا اور قدیم نام بکہ بھی ہے، بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ساری مسجد حرام کو بکہ کہا جاتا ہے اور سارے شہر کو مکہ کہا جاتا ہے۔ مکہ کا نام بکہ حضرت داؤدؑ کی زبور میں سب سے پہلے نظر آتا ہے۔

❁ حضرت ابرہیمؑ نے اس شہر کو امن کا شہر بنانے کی دعا کی تھی اور دنیا بھر کے میوے اور غذائیں ملنے کی دعا کی تھی، چنانچہ یہ شہر قیامت تک امن کا شہر بن گیا اور زمانۂ جاہلیت میں اور دور اسلامی میں مکہ امن کا شہر رہا، جہاں احرام باندھتے ہی نہ شکار ہوتا، اور نہ گھاس توڑی جاتی یا نہ کسی کی گری ہوئی چیز اٹھا سکتے باوجود یہاں زراعت نہ ہونے کے، پانی کی کمی کے، حضرت ابرہیمؑ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے دنیا بھر کا میوہ، ترکاریاں، غلہ اور اناج، ہر موسم میں آنے کا ذریعہ بنا دیا اور وہاں کے لوگوں کو دنیا بھر کی غذائیں بغیر کاشت کے ملتی رہتی ہیں۔

❁ یہ وہ شہر ہے جہاں اللہ تعالیٰ کے جلوں اور انوارات کی ۲۴ گھنٹوں بارش ہوا کرتی ہے گویا یہ حضرت ابراہیمؑ کی دعاؤں سے سلامتی کا اور امن کا شہر بن گیا، ایک تو مکہ خود ہی فضیلت رکھتا ہے، پھر رسول اللہ ﷺ کے اس شہر میں پیدا ہونے اور قرآن مجید کے نازل ہونے سے اس کی فضیلت وعظمت دوبالا ہوگی، اس شہر کو وہ مقام بھی حاصل ہے جس میں حضور ﷺ کی موجودگی پر اللہ نے (سورۃ البلد) میں اس شہر کی قسم بھی کھائی۔ (مظہری)

❁ اسی شہر مکہ میں منیٰ کا میدان ہے رمی کے مقامات ہیں صفا ومروہ کی پہاڑیاں ہیں اور مزدلفہ کا میدان اور عرفات کا میدان، جبل رحمت، غار ثور، غار حرا اور زمزم کا کنواں موجود ہیں۔ مکہ کی گلیاں اور راستے حضرت جبرائیل کی گزرگاہیں تھیں، اسی شہر میں جنات پر تبلیغ کی گئی۔ مسجد جن اسی میں واقع ہے، جنت المعلی وہ قبرستان جہاں بڑے بڑے صحابہ اور بی بی خدیجہؓ مدفون ہیں، اسی شہر

میں ابرہہ پر وادی محسر کے مقام میں عذاب آیا تھا،اس کی ہر گلی، ہر سڑک، ہر محلّہ اور بستی اور بازار میں رسول اللہ ﷺ کی ۵۳ سالہ زندگی اور آپ کی ۱۳ سالہ دعوت کے اثرات اور صحابہ کے نقوش چھپے ہوئے ہیں، جہاں انہوں نے اسلام کی خاطر اور دعوت دین کی خاطر زبردست قربانیاں دیں، اسی کی پاکیزہ فضاؤں میں حضرت بلالؓ کی اذان کی آوازیں اور ان کو ستائے جانے اور کئی صحابہ کو صرف ایمان قبول کرنے پر قتل وخون خرابے کی داستانیں، پکار پکار کر ہر حاجی کو اسلام کا سبق یاد دلاتی ہیں کہ دنیا میں اللہ کی خاطر جینے اور مرنے کے طریقے کیا کیا ہیں۔ منیٰ کی وہ تاریخ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کا چھپ کر خاموشی کے ساتھ دعوت دین دینے کا عمل یاد دلاتا ہے۔اس شہر میں قدم قدم پر ہر مقام اسلامی تاریخ یاد دلاتا ہے اور نصیحت کرتا ہے کہ اس شہر کی زیارت کرنے کے بعد اے حاجیو! تم بھی اپنے اندر ایسا ہی مجاہدہ اور تڑپ پیدا کرو جیسے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ میں اور حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ میں تھا۔

❁ رسول اللہؐ کو مکہ مکرمہ بہت محبوب اور عزیز تھا، رسول اللہؐ نے مکہ کو خطاب کر کے فرمایا: تو کیسا پاکیزہ شہر ہے اور اللہ کو کس قدر پیارا ہے، اگر میری قوم والے مجھے تیرے اندر سے نہ نکالتے تو میں تیرے علاوہ کہیں نہ رہتا۔(ترمذی براویت حضرت ابن عباس)

جنت المعلی مکہ مکرمہ کا قدیم قبرستان ہے، اسکی زیارت بھی مستحب ہے، وہاں بہت سے صحابہ وتابعین مدفون ہیں مدینہ منورہ کے قبرستان بقیع کے بعد تمام قبرستانوں سے افضل ہے۔

❁ آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: اے زمین مکہ خدا کی قسم تو سب سے برتر زمین ہے اور تو اللہ کو زمین کے ہر حصہ سے پیاری ہے، اگر مجھ کو تیرے اندر سے نکالا نہ جاتا تو میں نہیں نکلتا۔(ترمذی، ابن ماجہ بروایت حضرت عبداللہ بن عدی)

مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ ایمان والوں کے لئے ایسے مقامات ہیں جہاں صرف اور صرف خالص طرح کا اسلامی رنگ وماحول ملتا ہے، مسلمان جس ملک میں بھی پیدا ہوں انکو وہاں اسلام اپنے خالص رنگ میں نظر نہیں آتا، ہر جگہ مسلمانوں کے ساتھ دوسری قومیں نظر آتی ہیں۔اپنے مذہب کے ساتھ ساتھ دوسرے مذاہب کے طریقے اور رنگ نظر آتے ہیں، اپنے تمدن کے ساتھ دوسرا تمدن، توحید کے ساتھ بدعات وخرافات، جھنڈے، چھلے،

درگاہیں اور دوسرے مذاہب کی عبادت گاہیں بھی نظر آتیں ہیں، لیکن یہاں اسلام اپنے خالص رنگ میں نظر آتا ہے۔ حاجی وہاں ایک ایک مقام سے توحید کی غذا حاصل کرتا اور اسلام کا خالص نظارہ کرتا ہے، جہاں سے حدود حرم شروع ہوتے ہیں، وہاں سے کافر ومشرک اس کے حدود حرم میں داخل نہیں ہوسکتے۔

مکہ مکرمہ سطح سمندر سے ۳۳۰ میٹر بلندی پر واقع ہے اس کے تین طرف پانی اور ایک سمت خشکی ہے۔ یہاں دنیا کے قدیم ترین پہاڑ ہیں۔ سارا علاقہ گرم آب وہوا کا ہے۔ پورا شہر پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے، چاروں طرف وادیاں ہیں، پہاڑوں کا دل فریب منظر قدرت کا عطیہ ہے، اکثر پہاڑیوں پر مکانات بنے ہوئے ہیں، حکومت نے راستوں کی دقت کو کم کرنے کے لئے پہاڑوں میں سے سرنگیں نکالی ہیں، مکہ مکرمہ کو زمین کی ناف بھی کہا جاتا ہے، زمین کا مرکزی نقطہ کعبۃ اللہ ہے، مکہ مکرمہ کے اطراف دور دور تک ریگستان ہیں، مکہ مکرمہ کے مشرقی جانب طائف، مغربی جانب ساحلی شہر جدّہ، شمالی سمت میں مدینہ منورہ اور جنوبی سمت میں یمن ہے۔

مکہ اسلامی دنیا کا مرکز اور قرآن کی سرزمین ہے، جدّہ سے مکہ مکرمہ ۸۵ کیلومیٹر ایک گھنٹے کا راستہ ہے، حضورﷺ کی اس شہر میں پیدائش ہوئی، اسکے کئی مقامات پر وحی نازل ہوئی، اسی شہر سے ساری دنیا میں انسانیت کو توحید ورسالت کی دعوت دی گئی، مکہ مکرمہ کئی انبیاء کی گزرگاہ ہے، اسکو وادی غیر ذرع (نا قابل کاشت بے آب وگیاہ) بھی کہا جاتا ہے۔

اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

اللہ اللہ اللہ

حضرت ابرہیمؑ کی زندگی سے ملنے والے اسباق

حج کو جانے سے پہلے ہر حاجی کو حضرت ابرہیمؑ کی زندگی سے ملنے والے اسباق اچھی طرح یاد رکھنا بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی ادا کرنے کیلئے انسان میں تین چیزوں کا ہونا بہت ضروی ہے۔

❁ محبت الٰہی ❁ اللہ کے لئے قربانی دینے کا مزاج ❁ اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری

انسان کو اللہ کی اطاعت وغلامی سے روکنے والی بہت سی چیزیں ہیں، مگران میں سب سے بڑی چیز اسباب اور مخلوقات کی محبت ہے، شیطان نفس کو قابو میں کر کے اسباب کی محبت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرواتا اور اپنی اطاعت کرواتا ہے۔ انسان پر ضروری ہے کہ جب وہ اللہ کا بندہ ہے اور اللہ اسکا معبود ہے تو وہ اسی کا بندہ بن کر رہے۔

انسان کی یہ فطرت ہوتی ہیکہ اس کو جس سے محبت زیادہ ہوتی ہے وہ اس کے لئے ہر قسم کی قربانیاں دیتا اور ان قربانیوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دیوانہ وار ہر لمحہ ہر طرح سے اس کی اطاعت وغلامی کرتا ہے، شیطان انسان کی اس فطرت سے فائدہ اٹھا کر مخلوقات سے ہونے والے فائدے احسانات اور مدد کو دکھا کر انسانوں کو گمراہ کرتا ہے اور خدا کے بجائے مخلوقات کی محبت میں گرفتار کرواتا ہے، تا کہ انسان مخلوقات کی محبت میں دیوانہ بنا رہے اور اللہ کی اطاعت سے دور رہے، جس کی مثال ہم رات دن، دولت، عورت، نفس کی خواہش، زمین وجائیداد، عہدہ وکرسی کیلئے اللہ کی نافرمانیاں دیکھتے رہتے ہیں۔ حضرت ابرہیمؑ کی پوری زندگی میں یہ تینوں چیزیں بہت نمایاں نظر آتی ہیں، وہ اللہ سے خوب محبت کرتے تھے اور اللہ کے لئے ہر طرح کی قربانیاں دینے کو تیار رہتے تھے اور اسی قربانی کی وجہ سے وہ اللہ کی اطاعت و بندگی کیلئے ددوڑتے تھے، اسی وجہ سے قرآن مجید میں بھی ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کی غلامی و بندگی میں آسانی پیدا کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ سے شدید محبت رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

❁ سورہ توبہ آیت نمبر ۲۴ میں خاص طور پر اسباب اور مخلوقات سے محبت رکھنے والوں کو یہ وارننگ دی گئی، ارشاد ربانی ہے: کہ اگر تمہارے باپ، بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری

بیویاں، تمہارا کنبہ اور وہ دولت جو تم نے کمائی ہے اور وہ تجارت جن کے کمزور پڑ جانے کا اندیشہ ہو اور وہ مکانات جنکو تم پسند کرتے ہو اللہ اور اسکے رسولؐ اور اسکی راہ میں جدوجہد کرنے سے تم کو زیادہ محبوب و پیارے ہیں تو اسوقت تک انتظار کرو کہ خدا اپنا فیصلہ بھیج دے۔

❁ رسول ﷺ سے سوال کیا گیا جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ رب العزت اور رسول ﷺ تمہاری نظر میں سب سے زیادہ پسندیدہ ہو جائیں اللہ کی ذات سے محبت ایسی ہونی چاہئے کہ اس کے سامنے ماں باپ، اولاد، بھائی، بیوی، جان و مال اور خاندان سب قربان ونثار ہو جائیں۔ (مسند احمد)

❁ اللہ تعالیٰ سے بندوں کا رشتہ کوئی قانونی نہیں کہ وہ کچھ احکام دے دیے ہوں اور بندہ چار ونا چار بجا آوری کرے اور ایسی صورت میں انعام وبدلہ پائے، ورنہ نافرمانی کی صورت میں سزا پائے، بلکہ اللہ یہ چاہتا ہے کہ بندوں کا اسکے ساتھ قلبی محبت وتڑپ والا جذباتی تعلق ہو اور وہ تمام چیزوں کے مقابلے اللہ کی محبت میں ہر اطاعت کیلئے دوڑے۔

انہی پاکیزہ جذبات کو بڑھانے کیلئے یہ عاشقانہ عبادت رکھی ہے اس میں دیوانگی مطلوب ہے۔ بے پناہ ٹوٹ کر محبت کے جذبات کا اظہار مقصود ہے۔ اس عبادت میں عقل سے زیادہ دل کا استعمال کرنے کی تعلیم دی گئی۔ ویسے تو تمام عبادات اللہ سے محبت بڑھاتی ہیں۔

حضرت ابرہیمؑ کا ذکر قرآن مجید میں ۲۵ سورتوں کی ۶۳ آیات میں آیا ہے اور ان کی زندگی کے ہر واقع سے یہ سبق دیا گیا کہ انکے دل ودماغ پر سب سے زیادہ اللہ کی محبت چھائی ہوئی تھی۔ انہوں نے اللہ سے ٹوٹ کر محبت کی اور اس محبت کی وجہ سے اللہ کے احکام کی بجا آوری کے واسطے جان مال، اہل وعیال، خاندان اور قبیلے کی پرواہ نہیں کی اور اطاعت وبندگی کی آخری انتہا کر دی۔ قرآن نے ہدایت دی کہ امت مسلمہ کیلئے حضرت ابرہیمؑ کی زندگی میں رہبری اور نمونہ ہے۔ گویا انکی زندگی امت مسلمہ کو محبت، قربانی اور اطاعت کا زبردست درس دیتی ہے انکی زندگی میں مشرک خاندان اور ماحول میں پیدا ہونا اور باپ دادا کی اندھی تقلید سے انکار کرنا، باپ کو محبت کے ساتھ توحید سمجھانا، پھر باپ کا گھر سے باہر نکال دینے کی دھمکیاں، پھر حق کی خاطر مال ودولت اور عہدہ وکرسی کی پرواہ نہ کرنا، قوم کی اسباب پرستی پر دلیلیں دیتے

ہوئے توحید سمجھانا، بتوں کی پرستش پرلاجواب کردینا اور عقلوں کو اپیل کرنا، بادشاہ کے دربار میں بے باکی سے اللہ کی بڑائی اور قدرت سمجھانا، بادشاہ کی حماقتیں اور قوم کا غصہ،آگ کی سزا،دعوت دین کی خاطر وطن سے ہجرت کرنا،راستہ کی تکالیف،بیوی پر بادشاہ کا حملہ،فرشتوں سے مدد نہ لینا، خدا کی مدد کا تذکرہ ،بوڑھاپے تک اولاد سے محروم رہنااوراولاد کی تمنا،دوبیٹوں کا ذکر، محبت کرنے والی بیوی اورنورنظر بننے والے بیٹے کوجنگل وبیابان میں چھوڑنا،بیوی کا اللہ پر کامل بھروسہ کرنا، پیاسے بچے کیلئے دوڑنا، بچے کاایڑیوں کی رگڑ سے پانی نکالنا،ماں کا بچے کی تربیت میں حصہ ،اللہ کی محبت اور بیٹے کی محبت کی کشمکش،بیٹے کی قربانی،شیطان کا بھٹکانا ،توحید ونماز کا مرکز بنانا۔اس گھر کوشرک سے پاک رکھنا،اس جگہ بسنے والوں کیلئے غذاؤں کا انتظام کی دعا،اپنی اولاد میں ایک رسول اور امت کے عطا کرنے کی دعا کرنا،ان سے کتاب کی تعلیم کوعام کرنے کی دعا کرنا، یہ سب شامل ہے،ان تمام باتوں میں عقل سے زیادہ دل کا استعمال ہے ارشاد ربانی ہے سورہ بقرہ میں: وہ وقت بھی یاد رکھنے کے لائق ہے جب ابرہیمؑ کو اسکے رب نے کئی باتوں میں آزمایااور وہ ہرآزمائش میں پورے اترے،یہاں مختصر تفصیل بیان کی جارہی ہے کتاب کے طویل ہوجانے کے ڈر سے تمام واقعات بیان نہیں کئے جاسکتے۔

باپ دادا کی اندھی تقلید سے انکار

ان کا باپ شاہی خاندان کا پجاری تھا، بت بناتا، بت فروخت کرتا اور بتوں کی پوجا کرتا تھا،ایسے گھر میں حضرت ابراہیمؑ نے صاف طور پر محبت اورنرمی کیساتھ باپ کوشرک کرنے سے روکااور باپ کواور گھر والوں کوتوحید کی دعوت دی اور خودشرک کرنے سے انکار کیااور سب سے پہلے گھر سے دعوت کا آغاز کیا۔یہی حالات ایک ایمان والے پرآسکتے ہیں،اگراسکے اہل وعیال شرک وبدعت اورغیر اسلامی رسم ورواج میں مبتلا ہوں تو وہ ان کا ساتھ نہ دے اوران کو اسلام کی تعلیمات محبت اورنرمی سے سمجھائے۔دعوت کا کام اپنے گھر سے شروع کرے۔

باپ کی دولت اورعہدے کی پرواہ نہ کی

حق بات پیش کرنے،باپ کے مخالف ہوجانے اور باپ کی جگہ عہدہ ملنےاور دولت نیز مقام ومرتبہ ملنے کی کچھ بھی پرواہ نہ کی، اہل وعیال اورگھربار خالص اللہ کیلئے، حق پر قائم

ہونے کیلئے چھوڑ دیا، اسی طرح اسلام پر چلنے کیلئے ایک ایمان والے کو ایمان قبول کرنے کے بعد یا خالص اسلام اختیار کرنے کے بعد یہ حالات آسکتے ہیں، وہ بھی حضرت ابرہیمؑ کی طرح اللہ کی خاطر اور ایمان کو بچانے کیلئے دولت، جائیداد اور عہدہ وکرسی کی پرواہ نہ کرے، انسان کو اہل وعیال، ماں باپ، دولت عہدہ وکرسی، وطن اور قوم سے فطری طور پر محبت ہوتی ہے اور انکا چھوڑنا بہت مشکل ہوتا ہے، مگر ابراہیمؑ نے اللہ کی محبت کو غلبہ دیا اور اللہ کی محبت میں سب کچھ چھوڑنا گوارہ کیا، دعوت وتبلیغ اور ایمان کو بچانے کیلئے ہجرت کی، اصحاب کہف نے بھی یہی کیا تھا

اسباب پرستی کو دلیل سے سمجھا کر حق کو پہچاننے کا طریقہ سکھایا

علامہ ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ انکی قوم خدا کو مانتے ہوئے ستاروں کو درمیانی واسطہ سمجھتی تھی، وہ سورج اور چاند، ستاروں کے دیوتا بنا کر ان کی عبادت گاہیں اونچی اونچی پہاڑیوں پر جو میلوں دور سے نظر آتی بناتی تھی۔ چنانچہ قوم ستارہ پرست تھی، آپ نے ستاروں اور چاند وسورج پر غور فکر کروا کر ان کے عیب اور نقص کو سمجھایا اور بتلایا کہ خدا ہر قسم کے عیب اور نقص سے پاک ہے خدا تو اسی کو مانا جائیگا جو تغیرات سے پاک ہو۔ گویا داعی کو اسباب پرستی سے روک کر صحیح خدا کا تعارف کروانے کا طریقہ سمجھایا، آپ نے صاف کہہ دیا کہ معبود ومسجود تو باقی رہتا ہے، فانی نہیں ہوتا۔

بتوں کو توڑنا مقصود نہیں تھا، مدعو کی عقل سے قریب ہو کر سمجھانا مقصود تھا

حضرت ابراہیمؑ کی پیدائش ایک ایسے خاندان اور معاشرہ میں ہوئی جو مشرکانہ اور کافرانہ معاشرہ تھا، ایسے ماحول اور معاشرہ میں توحید کی دعوت دینا لوہے کے چنے چبانے اور اپنی موت کو دعوت دینے کے برابر تھا۔ مشرک لوگ عام طور پر شرک کرتے وقت عقل کا استعمال نہیں کرتے، بتوں کو توڑنا مقصود نہیں تھا، بلکہ بت پرستی کو سمجھانے کی دلیل پیش کرنے اور ان کی عقلوں سے قریب ہو کر حق کی دعوت دینے کیلئے بت کو توڑا، قیامت تک آنے والے داعیوں کے لئے یہ ایک سبق ہے کہ انسانوں سے ان کی عقل کے قریب ہو کر بات کرو، توحید سمجھاؤ، بادشاہ کو بھی حضرت ابراہیمؑ نے دلیل دے کر لاجواب کر دیا۔

دعوتِ دین دینے کے بعد مصیبت پر صبر کرنا

حضرت ابراہیمؑ کو اپنی دعوت دین کی وجہ سے بادشاہ اور قوم کے غصہ کا سامنا کرنا

پڑا اور سزا کے طور پر جلا دینے کا حکم دیا گیا، اس پر آپ کچھ پریشان نہیں ہوئے، آگ میں گرتے وقت فرشتے نے مدد کی پیشکش کی، پھر بھی اللہ کی مرضی کے بغیر مدد لینے سے انکار کیا اور اللہ کی مدد کا انتظار کیا اور اللہ کے کافی ہونے کا اظہار کیا۔ بادشاہ اور قوم سے آگ میں ڈالنے پر کوئی منت وسماجت، معافی یا چیخ وپکار نہیں کیا اور نہ مرنے سے گھبرائے۔

ایمان والوں پر ایسے حالات آجائیں تو وہ گھبرائیں نہیں، چیخ وپکار نہ کریں، صبر اختیار کر کے اللہ سے دعا کر کے اللہ کی مدد طلب کریں، موت سے نہ ڈریں، یہ سمجھیں کہ آج نہیں تو کل مرنا ہے، اللہ کے نام پر کٹنے کو تیار رہوں، مگر ایمان کو چھوڑیں نہیں، ہم ہر روز جانوروں کو اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہیں اگر کوئی ہمیں اللہ کے نام پر کاٹ رہا ہے تو کاٹ لے۔ یہ مقام سب کو نہیں ملتا اگر شہادت کی موت مل رہی ہے تو بہت بڑی نعمت ہے۔

بوڑھے ہونے تک اولاد نہ ہونے پر کسی غیر کو نہ پکارا

قرآن نے خاص طور پر حضرت ابراہیمؑ کے بوڑھاپے تک اولاد کے نہ ہونے کا تذکرہ کیا، اس سے یہ تعلیم ملتی ہے کہ انبیا بھی باوجود اونچے مقام پر رہنے کے نہ اپنے لئے اولاد لے سکتے اور نہ کسی کو اولاد دے سکتے ہیں، وہ باوجود پیغمبر ہونے کے اللہ کے مجبور ومحتاج ہوتے ہیں، اگر ان کی اولاد مر جائے تو وہ ان کو بچا بھی نہیں سکتے۔ حضرت ابراہیمؑ نے بوڑھے ہونے تک اولاد نہ ہونے پر کسی غیر سے نہ مانگا اور اللہ سے مانگتے رہے، اس سے ایمان والوں کو یہ سبق ملتا ہے کہ وہ بھی اولاد کے نہ ہونے پر اللہ سے امید رکھ کر مدد مانگتے رہیں، نہ کہ کسی غیر سے۔ بوڑھے ہو جانے کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے عقل کا استعمال کر کے یہ نہیں سوچا کہ اب وہ ضعیف ہو گئے ہیں، ہڈیوں کا گودا سوکھ چکا ہے، جب جوانی میں اولاد نہیں ہوئی تو اب کیسے ہوگی؟ اللہ کی قدرت پر بھروسہ کیا اور اللہ کے چاہنے سے اولاد کا ہونا تصور کیا، اور اللہ سے دعا کرتے رہے۔

ویران مقام پر بیوی اور بیٹے کو چھوڑنے میں عقل کا استعمال نہیں کیا

حضرت ابراہیمؑ مکمل باشعور، عقل مند اور ہوش مند انسان تھے، جب اللہ نے آپؑ کو حکم دیا کہ بیوی اور بیٹے کو چٹیل میدان میں چھوڑ دو، تو آپ نے عقل کا استعمال نہیں کیا، اور نہ یہ

سوچا کہ ویران وادی غیرذی زرع میں ایک عورت اپنے چھوٹے معصوم بچے کولیکر کیسے رہے گی؟انکو کھانے پینے کا سامان کہاں سے ملے گا؟جب کہ وہاں نہ کوئی آبادی ہےاورنہ کسی کی مدد مل سکتی ہے۔ بس جیسے ہی اللہ کاحکم ہوااللہ کے بھروسے پر بے آب وگیاہ میدان میں چھوڑ دیااوراللہ سے دعا کی۔اپنی عقل کے مقابلے خدا کے حکم کواصل سمجھااور بھروسہ کیا۔اسی طرح انسانوں کودین پر چلنے کے لئے بہت سی باتوں میں عقل کام نہیں کرتی ،مگراللہ کے حکم کے آگے سر جھکانہ ہوگا اوراللہ پر بھروسہ کرنا ہوگا، پھراللہ سے دعا کرنی ہوگی ،ضروری نہیں کہ اللہ کا ہرحکم ہماری عقل میں آسکے۔

بیوی کا اللہ پر کامل توکل کرنا

جب حضرت ابراہیمؑ نے دونوں کووہاں چھوڑ دیااور جانے لگےتو بی بی ہاجرہ نے پوچھا:ہمیں یہاں چھوڑ کرکہاں جارہے ہیں؟ آپ نے کچھ نہ کہا۔تو خود بی بی صاحبہ نے کہا: کیا اللہ کاحکم ہے؟فرمایا؛ہاں۔اس پرقربان جائیے،بی بی ہاجرہ کا اللہ پر کامل بھروسہ اوریقین کیسا تھا،تمام حالات کے خلاف عقل کوبالائے طاق رکھ کرکہتی ہیں جب اللہ کاحکم ہےتو وہ ہمیں ضائع نہیں کریگا۔نہ چیختی ہیں،نہ چلاتی ہیں،نہ واویلا کرتی ہیں،نہ شوہر سے لڑتی ہیں،نہ احتجاج کرتی ہیں کہ ہمیں یہاں موت کے حوالے کرکے کہاں جارہے ہو؟اسباب کے نہ ہونے کے باوجوداللہ پرکامل توکل کیااورہم سب کچھ اسباب رکھتے ہوئے پھربھی اللہ پرمضبوط یقین نہیں کرتے ،اسی طرح ایمان والیوں کواللہ پرکامل اعتماد ویقین ہونا اور بھروسہ کرنا چاہئے،اور بی بی ہاجرہ کی طرح اپنے شوہرکی اطاعت کرنی چاہئے۔

صرف خواب میں حکم پا کر بیٹے کواللہ کے نام پرقربان کرنا

بڑھاپے میں اولادہونے کے بعد فطری طور پر ماں باپ کواولا دسے بے انتہا محبت ہوجاتی ہے،اس محبت پراللہ کی محبت کوغالب کرنےاورحضرت ابراہیمؑ کاامتحان لینے کیلئے بیٹےکواللہ کے نام پرذبح کرنے کااشارہ دیاگیا۔حضرت ابراہیمؑ نے ثابت کردیاکہ ان کے پاس اہل وعیال سے زیادہ اللہ کی محبت ہے اور وہ اللہ کی محبت میں بیوی کوجنگل میں اکیلے چھوڑ سکتے اور بیٹے کوذبح کرسکتے ہیں،اسمیں بھی وہ اپنی عقل کا استعمال نہ کرکے حکم کوبجالانے پرتیار ہوگئے ۔یہ نہیں سوچا کہ

بیٹے کو کیسے ذبح کروں، جبکہ بڑھاپے میں بڑی دعاؤں سے اولاد ہوئی ہے، خواب کے مقابلہ کھلے طور پر حکم آنے کا انتظار نہیں کیا۔ عقل پر بھروسہ کرنے والا یہ سوچتا کہ یہ تو خواب ہے با قاعدہ حکم نہیں۔ اس سے ایمان والوں کو یہ تعلیم ملتی ہے کہ ضرورت پڑنے پر محبوب سے محبوب چیز کو اللہ کے نام پر قربان کر دینے کیلئے تیار رہنا چاہئے، اور عقل کے مقابلہ اللہ کے حکم کو ترجیح دینا چاہئے، یہ کب ہوگا جب انکو دنیا کی ساری چیزوں سے زیادہ اللہ سے محبت ہو۔

باپ کے دور ہونے کے باوجود ماں نے زبردست تربیت کی

جب حضرت ابرہیمؑ نے خواب کا تذکرہ کیا، تو بیٹے نے رضامندی ظاہر کی اور کہا کہ آپ اللہ کے حکم کو فوراً پورا کیجئے، میں انشاء اللہ آپ کا پورا ساتھ دونگا اور آپ مجھے صابر پائیں گے، پھر بیٹے نے باپ سے کہا کہ کہیں اللہ کے اس حکم کو پورا کرنے میں آپ کمزوری نہ دکھائیں، میری محبت آپ پر طاری نہ ہو جائے اور بحیثیت باپ ہونے کے مجھ پر رحم نہ کریں، بہتر ہے کہ اپنی اور میری آنکھوں پر پٹی باندھ دیجئے اور مجھے اوندھے لٹا دیجئے، یہ تربیت آخر کس نے کی، بیٹے کو اتنا شعور کیسے آیا؟ جبکہ وہ ابھی دس بارہ سال کا بچہ ہے، جبکہ باپ انہیں چھوڑ کر چلا گیا۔ وہ زیادہ ماں کے ساتھ اکیلے میدان میں رہتے تھے۔ ماں اور بیٹا دونوں اکیلے تھے۔ کوئی مدرسہ اور کوئی درسگاہ نہیں تھی، یہ صرف بی بی ہاجرہؑ کی تربیت کا اثر تھا کہ حضرت اسماعیلؑ کے اندر اللہ کی اطاعت وغلامی کا یہ ذہن بنا اور وہ چھوٹے عمر سے اللہ کی بندگی کے لئے خوشی خوشی راضی رہے، اتنی زبردست اللہ کیلئے قربانی دینے اللہ کے حکموں کو پورا کرنے والا شاید کوئی خاندان نہ ہو۔ حضرت ابراہیمؑ اور ان کے اہل وعیال نے ثابت کر دیا کہ ان کو اپنی جان ومال سے زیادہ اللہ سے محبت ہے۔ اس سے ایمان والی عورتوں کو یہ تعلیم ملتی ہے کہ بچے چھوٹے رہنے تک باپ سے زیادہ ماں کے قریب رہتے ہیں اور ماں انہیں کھیلتے کودتے ایمان سے اور اسلام سے خوب واقف کروا سکتی ہے، ان میں اللہ کی محبت خوب بھر سکتی ہے، پودے کو درخت بننے سے پہلے جدھر چاہے موڑ سکتی ہے، بی بی ہاجرہؑ نے یہی کیا۔

حضرت ابراہیمؑ اور ان کے اہل وعیال نے جتنا اپنے آپ کو مٹایا اللہ نے ان کے ذکر کو اتنا ہی بلند کیا اور ان کے اعمال کو ان کی امت کے بجائے دوسری جو سب سے بڑی اور آخری

امت ہے ان کے اندر قیامت تک جاری کر کے ان کو اجر ثواب کا مستحق بنادیا، چنانچہ چودہ سوسالوں سے پوری دنیا کے مسلمانوں کی حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ سے وابستگی دوسری قوموں کی طرح رسمی، زبانی اور وقتی نہیں، وہ صرف جانوروں کی قربانی یا حج وعمرہ کر کے ان سے رسمی اور زبانی وابستگی کا اظہار نہیں کرتے؛ بلکہ اس دین حنیف کی پیروی کرتے ہیں، جس کا قرآن مجید میں تاکید کے ساتھ ذکر کیا گیا اور دن بھر ہر نماز میں درود ابراہیم کے ذریعہ اپنے نبی کے ساتھ ساتھ ان کی اور ان کے اہل وعیال کے لئے اللہ کی رحمت مانگتے رہتے ہیں، اللہ نے بھی ان کا تعارف ایسے کروایا جیسے ایک دوست اپنے دوست کا کرواتا ہے۔

حج کا پورا تعلق حضرت ابراہیمؑ کی زندگی سے ہے تاکہ حاجی کے اندر حضرت ابراہیمؑ جیسے جذبات، فکر اور تڑپ پیدا ہوجائیں اور وہ خالص اللہ کی عبدیت وبندگی میں زندگی بسر کرے، مگر بے شعور مسلمانوں کی کثیر تعداد کے نزدیک حج صرف گناہوں کی بخشش ہی کا تصور ہے۔ جب کہ حج انسان کو مرنے تک خالص اللہ کی اطاعت وبندگی کی مشق وتربیت دیتا ہے اس لئے حاجی کو گناہ بخشوانے کا عقیدہ رکھتے ہوئے اپنی باقی زندگی کو اللہ کی غلامی میں گزارنے کا عہد کرنا چاہئے، رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں زندگی گزارنے کی فکر کرنی چاہئے، یہ تصور نہ ہونے کی وجہ سے حاجی حج کرنے کے باوجود اپنی زندگی کو اللہ کی غلامی اور حضور ﷺ کی اتباع میں نہیں لگاتا۔ جس کی وجہ سے حج سے پہلے جیسا ہوتا ہے حج کے بعد بھی ویسا ہی رہتا ہے۔ حج کرنے کے باوجود بے نمازی پن، حرام وحلال، جوڑے کی رقمیں، گانا بجانا، بے پردگی، گالی گلوج، جھوٹ، دھوکہ بازی اور بے ایمانی نہیں چھوڑتا، بس حج کی وجہ سے پچھلے گناہ معاف ہوجانے کا تصور رکھتا ہے، اسی لئے ضروری ہے کہ حج کو جانے سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کی زندگی کے مختلف گوشوں کو ذہن میں رکھ کر حج کریں، دنیا میں یہود ونصاریٰ حضرت ابراہیمؑ کو مانتے ہیں، مگر حضرت ابراہیمؑ جیسے جذبات، فکر اور عقیدہ سے کوسوں دور ہیں جنہوں نے توحید کی صاف صاف تعلیم دی۔ بعد میں انہی کی اولاد بنی اسماعیل نے ان کی اور انکے بیٹے کی مورتیاں بنا کر کعبہ میں رکھیں اور شرک کیا، آج بھی حج کو جا کر آنے والے کعبہ کی زیارت کے باوجود توحید کو نہیں سمجھتے اور شرک میں گرفتار رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ عرش الٰہی پر اپنی شان کے مطابق مستوی ہے، اس کی کرسی زمین وآسمان کوگھیرے ہوئے ہے۔زمین وآسمان اس کی کرسی کے نیچے چھلے کی مانند ہے، وہ کسی ایک گھر میں مقید بیٹھا ہوانہیں ہے، کسی ایک پتھر سے وابستہ نہیں اس نے علامتیں مقرر اس لئے کیں تاکہ انسان اس سے محبت کا اظہار کر سکے، اس سے والہانہ عشق کر سکے جب بھی اس کی راہ میں قربانی دینی پڑے، مال کی، وقت کی، جذبات کی محبتوں کی، جان کی، وہ قربانی دی جائے، اسی لئے یہ ایسی عبادت ہے کہ اگر آدمی عمر میں صرف ایک مرتبہ بھی کرے تو یہ اس کیلئے کافی ہے، یہ دوا اتنی بڑی خوراک اور تربیت کا اتنا اہم ذریعہ ہے کہ اگر انسان اسے شعور سے انجام دے تو پوری زندگی ایک نئے سانچے میں ڈھل سکتی ہے۔حج ایک عاشقانہ عبادت ہے، اللہ اپنے محبوب بندوں کو بار بار بلاکر تکلیف دینا نہیں چاہتا، وہ چاہتا ہے کہ زندگی میں کم سے کم ایک بار اس سے محبت رکھنے والے بندے اسکے گھر کی زیارت کر کے اس کی محبت کو لوٹ لیں اور اس سے ٹوٹ کر محبت، قربانی، اور اطاعت کرنے والے بندے کی زندگی پر گہری نظر رکھیں۔محبت خداوندی صرف زبانی جمع خرچ کا نام نہیں۔ذرا سوچئے! حضرت ابراہیمؑ نے اپنی مالک کی محبت میں کیسی کیسی قربانیاں دیں، اسی وجہ سے ان کو اللہ کے احکام پر چلنا آسان ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ سے سب زیادہ محبت ہونا ضروری ہے

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۝ (البقرہ۔۱۶۵)

ترجمہ: جو ایمان رکھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے بڑی گہری اور شدید محبت رکھتے ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں ایمان والوں کو سب سے زیادہ محبت اللہ سے کرنے کی تعلیم دی ہے، یعنی ایمان والے اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں، دنیا کی تمام چیزوں اور رسول اللہ ﷺ سے بھی زیادہ ایمان والے کے پاس اللہ تعالیٰ سے محبت ہوتی ہے۔

❁ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو اس لئے وہ تمہیں طرح طرح کی نعمتیں عطا کرتا ہے اور مجھ سے محبت اللہ کی محبت کی وجہ سے رکھو اور میرے اہل بیت سے محبت رکھو میری محبت کی وجہ سے۔(ترمذی۔۳۷۹۸)

❁ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ خود تعلیم دے رہے ہیں کہ مجھ سے محبت اللہ کی

محبت کی وجہ سے کرو۔ ایمان کیلئے اللہ کی محبت اور رسول اللہ ﷺ کی محبت دونوں لازم وملزوم ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو یہ تعلیم دے رہا ہے کہ

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ" o (آل عمران۔۳۱) اے محمد ﷺ آپ کہہ دیجئے! کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو تو اللہ بھی تم سے محبت کریگا۔

ایمان کے بعد بھی اگر محبت الٰہی کا نشہ نہ چڑھے تو یہ راہ حق سے دوری کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنا شرک ہے، سورہ المائدہ میں اللہ تعالیٰ نے با قاعدہ یہ اعلان فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی اپنے دین اسلام سے پھر جائے گا تو اللہ کو اس کی کچھ پرواہ نہیں، وہ ایسے لوگوں کو لا کھڑا کریگا جن سے وہ محبت کریگا اور وہ اس سے محبت کریں گے۔

❁ حضرت ابوبکر صدیقؓ فرمایا تے ہیں: جس نے خالص محبت الٰہی کا مزہ چکھ لیا تو دنیا کی طلب سے اس کا دل پھر جائیگا۔ حضرت یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں: کہ اللہ کی محبت رائی کے دانے کے برابر ستر سال کی ایسی عبادت سے بہتر ہے جو بغیر محبت کے ہوتی ہے۔ (احیاء العلوم)

❁ حضرت سری سقطیؒ سے منقول ہے کہ تمام امتوں کو ان کے نبیوں کے ناموں کے ساتھ بلایا جائیگا۔ کہا جائیگا یا امتہ عیسیٰؑ اور یا امتہ محمد سوائے ان لوگوں کے جو اللہ سے محبت کرنے والے ہیں اس لئے کہ محبوبین کو اولیاء اللہ کے لقب سے پکارا جائیگا اور کہا جائیگا اللہ کا قرب حاصل کرو۔ یہ سن کر ان کے قلوب فرحت ومسرت سے معمور ہو جائیں گے۔

❁ اللہ تعالیٰ نے تبدیل قبلہ کا حکم دے کر یہ تعلیم وتربیت فرمائی کہ کعبہ سے یا قبلۂ نماز سے محبت بھی اللہ کے واسطے ہو۔ جن لوگوں نے اللہ سے بڑھ کر اپنے قبلے (بیت المقدس) سے محبت کی وہ ایمان والے نہیں کہلائے۔ کعبۃ اللہ سے بھی اللہ کے واسطے محبت کرنی ہوگی۔ اللہ سے بڑھ کر کعبۃ اللہ سے محبت کرنا ایمان نہیں شرک ہے۔

❁ مکہ میں بعض لوگ اسلام کے مخالف تھے، مگر رسول اللہ ﷺ سے محبت واحترام کرتے تھے اور وہ آپ کی مدد بھی کرتے اور آپ ﷺ کی حفاظت کرنے کو سامنے سامنے رہتے، ان لوگوں میں ابوطالب بھی تھے جو رسول اللہ ﷺ سے بے انتہا محبت کرتے تھے؛ مگر وہ اللہ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھتے تھے اور وہ اللہ کو ایک اور اکیلا ماننے کو

تیار نہیں ہوئے، وہ اللہ سے کم اور رسول اللہ ﷺ سے محبت زیادہ رکھتے تھے، زندگی باقی رہنے تک وہ رسول اللہ ﷺ کی مدد اور حفاظت کیلئے ہمیشہ آگے آگے رہے، مگر اللہ کو ایک اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ کا رسول نہیں مانا، جس کی وجہ سے ان کو دوزخ میں سب سے کمتر عذاب دیا جائیگا یعنی آگ کی جوتیاں پہنائی جائیں گی جس سے ان کا دماغ ہانڈی کی طرح کھولتا رہے گا۔

✿ ایمان کا بنیادی تقاضا ہے کہ ہر ایمان والے کو اللہ سے شدید محبت ہو، دنیا کی تمام چیزوں کے مقابلے سب سے زیادہ اللہ سے محبت ہو، جان و مال، اہل وعیال تمام چیزوں سے زیادہ اللہ سے محبت ہو، اللہ کی محبت وہ زبردست سرمایہ ہے جو دنیا اور آخرت میں سب سے بڑی چیز ہے، جس کو یہ چیز مل جائے وہ دنیا اور آخرت کی سب سے بڑی نعمت رکھتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو دنیا کی ہر چیز خود انکو اپنی ذات سے بھی زیادہ رب العالمین سے محبت تھی ،اسلام میں حقیقی محبت کا محور ومرکز صرف باری تعالیٰ کی ذات ہے اور اس کا صحیح معیار اور پہچان رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہے۔ اللہ سے محبت اور تعلق بڑھانے کیلئے اس کی نعمتوں، انعامات واحسانات اور فضل کو سمجھا جائے، ہر آن ہر وقت ملنے والی نعمتوں پر انسان غور کرے۔ محبت پیدا ہوتی ہے پہچان سے اور پہچان حاصل ہوتی ہے کائنات کی چیزوں میں اللہ کی صفات میں غور وفکر کرنے سے۔ دنیا کے غیر مسلموں کے پاس اس کا صحیح تعارف ہی نہیں، جس کی وجہ سے وہ اللہ کی صحیح پہچان ہی حاصل نہیں کر سکتے۔ وہ اللہ کو مانتے ضرور ہیں؛ مگر پہچانتے ہی نہیں۔ وہ اللہ سے زبانی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور اللہ سے بڑھکر مخلوقات سے محبت کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے کے بجائے مخلوق کی اطاعت میں زندگی گزارتے ہیں، ان کے پاس اللہ کا صحیح تعارف نہ ہونے کی وجہ سے وہ نہ کوئی صفت کو سمجھ سکتے اور نہ کائنات میں غور وفکر کر سکتے ہیں، اسی وجہ سے وہ اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری سے دور ہوتے ہیں، صرف مومن ہی ایمان کے ذریعہ اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی حقیقی محبت پیدا کر سکتا ہے، رسول اللہ ﷺ ہی کی تعلیمات سے اللہ تعالیٰ کا صحیح تعارف اور پہچان ملتی ہے۔ حج ایک بندہ کو حضرت ابراہیمؑ کی پوری مومنانہ وعاشقانہ زندگی کی یاد دلاتا ہے کہ وہ اللہ کی محبت میں بغیر تاخیر کے اللہ کے حکم پر دوڑتے اور اطاعت بجالاتے تھے، انکو اپنے آپ سے اپنے اہل وعیال سے اور اپنی جان و مال سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت تھی۔

قربانی سے ہی اطاعت وفرمانبرداری کا مزاج بنتا ہے

اللہ تعالیٰ سورہ کوثر میں رسول کو تاکید فرمارہے ہیں کہ نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے۔

❁ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: جس میں وسعت ہو اور وہ قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب ہرگز نہ آئے۔ (ابن ماجہ)

❁ صحابہ کرامؓ نے ایک مرتبہ عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ فرمایا تمہارے باپ ابراہیمؑ کی سنت ہے، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے لئے اس میں کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: (قربانی کے جانور میں جتنے بال ہوتے ہیں) ہر بال کے بدلے میں نیکی ہے (ترمذی، مشکوٰۃ)

❁ قربانی دراصل مخلوق کی محبت پر خالق کی محبت کو غلبہ دینا ہے۔

❁ قربانی دراصل اللہ کے ہر حکم کے آگے اپنے سر کو جھکا دینے کا نام ہے۔

❁ قربانی دراصل اپنے جذبات وخواہشات کو اللہ کی اطاعت میں قربان کر دینا ہے۔

❁ قربانی دراصل اپنی محبوب ترین چیز کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کی تربیت ہے۔

❁ قربانی دراصل مخلوق کی محبت مٹا کر اللہ کی محبت پیدا کرنے کا نام ہے۔

انسان کو جب بہت زیادہ آرزو اور تمناؤں سے بوڑھاپے میں اولاد ہوتی ہے تو وہ اولاد کا دیوانہ بنا رہتا ہے۔ اپنی نگاہوں سے ایک منٹ ہٹنے نہیں دیتا، حضرت ابراہیمؑ کو بڑی دعاؤں اور التجاؤں کے بعد چوراسی سال میں پہلا بیٹا اسماعیلؑ پیدا ہوئے۔ پھر امتحان یہ ہوا کہ چند دن بعد اللہ نے ماں اور بیٹے کو وادی غیر ذی ذرع میں اکیلے چھوڑنے کا حکم دیا۔ جہاں نہ پانی تھا نہ درختوں کا سایہ اور نہ کھیتی کا ذریعہ۔ اس عمر میں ماں اور بیٹے کو باپ کی دیکھ بھال کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ صحرا میں اکیلے چھوڑنا بڑے دل گردے کی بات تھی، حضرت ابراہیمؑ کے نزدیک اللہ کا حکم سب سے افضل تھا۔ اس وقت مکہ شہر غیر آباد اور خانۂ کعبہ نہ تھا۔ بی بی ہاجرہؑ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے وہاں بچہ کے ساتھ اکیلے ٹھہر گئیں، کھجور اور پانی جو ساتھ لائی تھیں ختم ہو گئے، حضرت اسماعیلؑ بھوک اور پیاس سے رونے لگے، بی بی ہاجرہؑ بے چین ہو گئیں۔ پانی کی تلاش میں اپنے مقام سے کچھ فاصلہ پر دو پہاڑیوں کا چکر لگانا شروع کیا، جب

تک بچہ نظروں میں رہتا وہ پہاڑ پر چڑھتی تھیں، پھر جیسے ہی بچہ نگاہوں سے غائب ہونے لگے تو وہ پہاڑ پر چڑھے بغیر ہی بچہ کی فکر میں واپس پلٹ آتی تھیں، کہ کہیں بچہ کو کوئی نقصان نہ پہونچ جائے ،اللہ تعالیٰ کو بی بی ہاجرہؒ کی بے چینی و بے قراری اور تڑپ اتنی پسند آئی کہ قیامت تک ان کی دوڑ کو فریضۂ حج کے ارکان کا حصہ بنادیا۔ پھر آزمائش یہ ہوئی کہ دعاؤں کے پھل اور تمناؤں کے نور نظر کو جب وہ چلنے پھرنے دوڑنے بھاگنے کے قابل ہوگیا، جبکہ ایسی صورت میں بوڑھاباپ اولاد کو بوڑھاپے کا سہارا سمجھتا ہے، خواب میں حکم دیا گیا کہ بیٹے کو اپنے ہاتھوں سے اللہ کے نام پر ذبح کرو، یہ بڑا سخت امتحان و آزمائش تھا، اس پر بھی باپ بیٹا پورے اترے، بیٹا خوشی خوشی اللہ کے نام پر ذبح ہونے کو تیار ہوگیا، اور باپ میں شفقت ورحم کا جذبہ نہ ابھر آنے اور اللہ کے حکم میں دیر نہ ہونے کی احتیاطی تدابیر بتلائی، جب ابراہیمؑ نے خواب سچ کر دکھایا تو حضرت اسماعیلؑ کو اللہ نے ہٹا کر جنت کا شاندار مینڈھا رکھ دیا۔

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے ہر عمل سے اس بات کا ثبوت دیا کہ پروردگار کے ہر حکم کے آگے مخلوق کی محبت کوئی مقام نہیں رکھتی، اسی وجہ سے وہ اور ان کے اہل اعیال ہر قسم کی نعمتوں اور برکتوں سے نوازے گئے، ایک ایمان والے کے نزدیک خدا اور اس کی مرضی سے بڑھ کر کوئی چیز بھی عزیز نہ ہو۔

اسلام نے انسانوں کو اللہ تعالیٰ سے ہی سب سے زیادہ محبت رکھنے کی تعلیم دی ہے۔ ایک ایمان والا اللہ تعالیٰ کی محبت میں شدید ہوتا ہے، انسان کی یہ فطرت ہوتی ہے کہ وہ جس سے محبت خوب کرتا ہے، اس کے لئے دیوانہ وار قربانیاں دیتا اور اس کی غلامی کرتا ہے مثلاً مرد عورت ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں تو مرنے کیلئے بھی تیار ہوجاتے ہیں، انسان دولت سے محبت کرتا ہے تو دوسرے کا خون بھی کرڈالتا ہے، اولاد کی محبت میں عمدہ پرورش کی خاطر حرام مال بھی کھاتا ہے، شادی بیاہ میں ارمانوں کی محبت میں اسلام کی خلاف ورزی کرتا ہے نیند، تجارت اور نوکری کی محبت میں نماز چھوڑ دیتا ہے انسانوں کو اسلام پر چلنے کیلئے زندگی کے ہر شعبے میں مختلف حالات آتے ہیں، مشکلات اور تکالیف بھی آتی ہیں، اگر ایمان والے کے پاس اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ محبت ہو تو وہ اللہ کے لئے ہر قسم کی قربانی دے کر اللہ کی اطاعت و غلامی کریگا، وہ انسان جو اللہ سے محبت کم رکھتا ہو، قربانی سے دور بھاگے گا اور قربانی

کا مزاج نہ ہونے کی وجہ سے اللہ کی اطاعت کم کردیگا، اور اس کا اسلام پر چلنا مشکل ہوجائیگا۔ ایسے لوگ پانچ چھ آدمیوں پر قربانی واجب ہونے کے باوجود صرف ایک ہی آدمی کی طرف سے بکرا ذبح کر کے قربانی ادا کر لینے کا تصور رکھتے ہیں، قربانی کے بعد تین چار دنوں تک خوب پکوان کرتے ہیں، گوشت سکھا کر کئی دنوں تک کھایا جاتا ہے، اس لئے نماز نہیں پڑھنے والے بھی اس قربانی کو کرنے کیلئے آسانی سے تیار ہوجاتے ہیں، ان کے لئے چار پانچ ہزار اخرچہ کرنا آسان ہوتا ہے بہت سے لوگ قربانی کرتے ہیں مگر اسی دن بے نمازی بن کر پھرتے ہیں۔

جذبات اور خواہشات کی قربانی

یہ قربانی انسان کو ۲۴ گھنٹے کرتے رہنا پڑتا ہے، اسی میں سب سے زیادہ نفس سے مقابلہ ہوتا ہے، انسان میں فضول خرچی کے جذبات، حرام مال کمانے اور خرچ کرنے کی خواہش، بے پردہ پھرنے کی خواہش، لڑائی جھگڑے کے جذبات، جاہلانہ رسم ورواج اختیار کرنے کی خواہش، ناچ اور گانے بجانے کی خواہش، زنا کی خواہش، شراب پینے کی خواہش، جوا کھیلنے اور رشوت کھانے، جوڑے کی رقمیں، سامان جہیز لینے کی خواہشات پیدا ہوسکتی ہیں، ظلم کرنے کے جذبات، نام ونمود یا ریا کاری کی خواہش، غرور وتکبر کے جذبات، گالیاں، فحش کلامی کے جذبات، غصہ کے جذبات، وغیرہ ان تمام حالتوں میں قربانی کا مزاج ہونا ضروری ہے، تب ہی انسان اسلام پر چل سکتا ہے، اللہ کی اطاعت کرسکتا ہے۔

اگر انسان نماز کی پابندی نہ کرے، فضول خرچی کرے، بے پردگی، گانا بجانا، جاہلانہ رسمیں، رشوت، جوڑے کی رقمیں اور سامان جہیز نہ چھوڑے تو وہ بے عیب جانور کو تو لا کر قربانی کرتا ہے، مگر خود عیب دار ہوکر اللہ کی بندگی میں مبتلا رہتا ہے۔ ذرا سوچئے کہ آخر یہ قربانی کس حدتک قربانی کہلائیگی؟ اللہ تعالیٰ کو ایسے فاسق وفاجر مسلمانوں کا عمل کیا پسند آئیگا؟ وہ صرف گوشت اور مزہ حاصل کرنے کو ایک جانور لا کر رسمی قربانی کرے، نفس کا بندہ اور غلام بن کر رہے، جبکہ وہ جانور کو ذبح کرتے وقت زبان سے یہ بھی کہتا ہے، کہ میری نماز، میرا روزہ، میری عبادت، میرا جینا اور مرنا اللہ رب العزت کیلئے ہے، حالانکہ اس کا قول الگ ہے اور فعل الگ ہے، جو حضرت ابراہیمؑ سے قطعی میل نہیں کھاتا، افسوس قربانی کا صحیح شعور نہ ہونے کی وجہ سے

ایسے لوگ برسہا برس سے ہر سال قربانی کرنے کے باوجود قربانی کی حقیقت نہ سمجھ سکے۔

اس لئے ضروری ہے کہ ایمان والے میں اللہ کی خوب محبت ہو، تا کہ وہ زیادہ سے زیادہ قربانی دے سکے اور ہر کام اللہ تعالیٰ کی محبت میں کرتا رہے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے دوڑے اور اللہ کے حکم کے آگے اپنی ناجائز خواہشوں، تمناؤں، آرزؤں کو قربان کرے، حضرت ابراہیمؑ کی پوری زندگی امتحانات سے بھری پڑی ہے، انہوں نے ہر امتحان میں اپنی جی کی خواہش اور ممتا کو پیچھے کر کے اور دبا کر اللہ کے حکم کو غالب کیا اور اللہ کی اطاعت کو اپنے اوپر لازم کیا، ہر موڑ پر انہوں نے یہ ثبوت دیا کہ ان کو سب چیزوں سے زیادہ اللہ پیارے ہیں، اللہ کا حکم پیارا ہے، وہ مخلوقات کی خاطر، مخلوق کی محبت کی خاطر، خدا کی نافرمانی نہیں کرتے، یہاں تک کہ ان کو خواب میں بھی حکم دیا گیا تو وہ پورا کرنے کو تیار ہو گئے۔

قربانی تین قسم کی ہوتی ہے

❁ جان کی قربانی ❁ مال کی قربانی ❁ جذبات وخواہشات کی قربانی

ہر سال قربانی کے ذریعہ امت مسلمہ کو اللہ تعالیٰ سے تعلق اور محبت کی مشق کروائی جارہی ہے، دوسرے جذبات کو قربان کرنے کی مشق وتربیت کروائی جارہی ہے۔

جان کی قربانی: یہ قربانی انسان کو کبھی کبھی دینی پڑتی ہے یہ موقعے تو بہت کم آتے ہیں اور آتے بھی ہیں تو انسان ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں گلا کٹا کر قربانی دے کر شہید ہو جاتا ہے۔

مال کی قربانی: یہ تمام قربانیوں میں آسان قربانی ہے، انسان اس کیلئے جلدی تیار بھی ہو جاتا ہے، مال کی قربانی کے ذریعہ ایک جانور لا کر ذبح کر دیتا ہے، اس قربانی میں انسان کو مزہ بھی ہے، یہ قربانی اسکو نماز سے زیادہ آسان معلوم ہوتی ہے۔ نماز بار بار دن میں پانچ مرتبہ وقت، تجارت اور نوکری کو قربان کر کے مسجد جا کر پڑھنی پڑتی ہے، مگر یہ قربانی صرف سال میں ایک مرتبہ چار پانچ ہزار خرچ کرنے سے ادا ہو جاتی۔ اس کے ذریعہ خاندان، دوست واحباب اور محلے والوں میں نام ہوتا ہے۔ گوشت بھی کھانے کو ملتا ہے، اکثر لوگ کہتے بھی ہیں کہ ہم سال بھر بڑا کا گوشت کھاتے ہیں اور سال میں ایک مرتبہ بکرا تو کھانے دو، گھر میں قربانی کے ذریعہ انسان کو مالی اور خواہشات کو کاٹنے والی قربانی کا مزاج پیدا کرنا ہوگا۔ اگر ایمان

والے ان دو قربانیوں کے عادی نہیں ہوں گے تو ان کا اسلام پر چلنا مشکل ہوگا، ان کا قربانی دینا بے روح اور بے جان ہوگا، صرف رسم ہوگی۔ اگر وہ زندگی کے ہر شعبہ میں قربانی نہ دیں تو انہوں نے قربانی سے کوئی سبق حاصل ہی نہیں کیا، تنگ دستی، پریشانیوں اور کم آمدنی میں حرام مال، ناجائز مال، دھوکا، فریب، رشوت اور سود سے بچ کر حلال آمدنی پر گزارا کرتے ہوئے قربانی دینی پڑیگی، حسین، فاحشہ بے دین عورت کو چھوڑ کر دیندار موٹے ہونٹ والی عورت کو ترجیح دینے میں، قربانی دینی پڑیگی، نماز کیلئے تجارت اور نوکری کی قربانی دینی پڑیگی۔ بے پردگی کے مقابلہ میں پردے کو اختیار کر کے اپنے نفس کی قربانی دینی پڑیگی، رسم ورواج کو ترک کر کے سنتوں کی پابندی کیلئے قربانی دینی پڑیگی، روزے میں خواہش نفس کو قربان کرنا پڑتا ہے، زکوٰۃ میں مال کی قربانی دینی پڑتی ہے، نماز میں وقفہ وقفہ سے دوکان اور نوکری چھوڑ کر قربانی دینی پڑتی ہے۔

مگر بے شعور مسلمان نہ نماز کیلئے قربانی دیتے، نہ جاہلانہ رسمیں چھوڑ کر نکاح کے وقت قربانی دیتے، نہ فضول خرچیوں کو چھوڑنے کی قربانی دیتے، نہ بے پردگی کو چھوڑنے کی قربانی دیتے، نفس کی سرکشی پر قابو پانے کیلئے چھری نہیں چلاتے، کاروبار میں جھوٹ، دھوکا اور نوکری میں رشوت سے قربانی نہیں دیتے۔

<u>جذبات کی قربانی بڑی مشکل قربانی ہے</u>: حضرت ابراہیمؑ کی قربانی میں سب سے اہم سبق جذبات کی قربانی کا ہے۔ انہوں نے زندگی کے ہر موقع پر جذبات کی قربانی پیش کی نفس وخواہشات کے خلاف چلے، انسان کا نفس کچھ چاہتا ہے اللہ کا حکم کچھ ہوتا ہے۔ انسان ایک بے زبان جانور کو اس کا گوشت حاصل کرنے کیلئے عید منانے کو عید الاضحیٰ کے موقع پر ذبح کر دے اور پھر من چاہی نفسانی وخواہشات والی زندگی گزارے، تو اس نے بکرا ذبح تو کیا، مگر حقیقت میں قربانی کو نہیں سمجھا، اس نے اپنے نفس کو ذبح کرنا نہیں سیکھا (قابو کرنا نہیں سیکھا) بکرا ذبح کر کے نفس کا بندہ بنا ہوا ہے۔ بہت سے لوگ قربانی تو کرتے، مگر اس دن نماز نہیں پڑھتے، اگر انسان نفسانی خواہشات کو ذبح کرنا نہ سیکھے تو یہ بکرا اللہ کے دربار میں شکایت کر سکتا ہے کہ اے اللہ اس نے مجھ جیسے بے زبان جانور کو اپنی زبان کے مزے کیلئے تو گلے پر چھری چلائی، مگر اپنی خواہشات پر چھری نہ چلا سکا، مجھے

تو قربان کیا، خود تیری اطاعت کیلئے قربان ہونے کو تیار نہ ہوسکا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی نفسانی خواہش میری شریعت کے تابع نہ ہوجائے۔ (شرح السنہ ۱، ۲۱۳)

قرآن میں ارشاد ہے: **قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ** ﴿الممتحنۃ: ۴﴾
تمہارے لئے ابراہیمؑ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

دنیا کے دوسرے مذاہب میں قربانی کے عجیب وغریب تصورات

دنیا کے دوسرے مذاہب کے پاس قربانی کے عجیب وغریب تصورات ہیں، جس کا انسانی زندگی پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور نہ ان کی قربانی سے کوئی قربانی کا مزاج پیدا ہوسکتا ہے، وہ صرف جانور کو تکلیف دے کر ذبح کرتے اور دیوی دیوتا کی خوشنودی حاصل کرنے کا تصور رکھتے ہیں، انہوں نے قربانی کے عجیب عجیب طریقے ایجاد کر لیے ہیں۔

عرب میں یہ طریقہ تھا کہ لوگ جانور ذبح کر کے بتوں پر چڑھاتے تھے، کبھی کسی قبر پر کوئی جانور لاکر باندھ دیتے تھے تاکہ وہ بھوک پیاس سے تڑپ تڑپ کر وہیں مرجائے، دم توڑ دے، تمام عرب کے مشرک اور موجودہ زمانے کے مشرک یہ سمجھتے تھے اور سمجھتے ہیں کہ خدا خون کے نذرانہ سے خوش ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ قربانی دیکر کعبہ کی دیوار پر یا اپنی عبادت گاہوں کی دیواروں پر جانوروں کا خون ملتے یا مارتے یا بتوں کے سامنے بہاتے تھے اور بہاتے ہیں، یہود جانوروں کی قربانی کے بعد ان کا گوشت جلا دیتے تھے۔ مگر کوئی بھی قربانی سے سبق اور مقصد ہی نہیں جانتے تھے۔ اور نہ اپنی قربانی سے اللہ کی عبدیت و بندگی سیکھتے تھے، اسلام نے تمام جاہلانہ قربانی کی رسموں کو مٹا دیا اور یہ تعلیم دی کہ خدا کو نہ تمہارا قربانی کا گوشت چاہئے نہ خون، بلکہ وہ تمہارے اندر تقویٰ دیکھنا چاہتا ہے۔ آج بھی بعض جاہل لوگ انسانوں کے معصوم بچوں کو اپنے دیوی دیوتا کے سامنے ذبح کر کے قربانی اور بھینٹ کا تصور رکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انسانی جان کو بھینٹ چڑھانے سے دیوتاؤں کا غصہ ٹھنڈا ہوتا ہے، چنانچہ پچھلے زمانوں میں طغیانی، طوفان اور سیلاب وغیرہ پر انسانی جان کو پانی میں پھینک دیتے تھے، عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ تمام انسان پیدائشی گناہ گار ہیں، اللہ نے خود اپنے بیٹے عیسیٰ کو تمام انسانوں کی طرف سے

قربانی پر چڑھادیا، اسلام نے یہ تعلیم دی کہ خدا کو نہ کسی کی قربانی کے ضرورت ہے اور نہ کسی کی اطاعت کا وہ محتاج ہے، اس نے انسانوں کی بھلائی اور فائدہ کیلئے قربانی کا طریقہ رکھا ہے۔

دنیا کی تمام قوموں میں عید منانے کا رواج ہے

اسلام نے بھی اپنے ماننے والوں کیلئے عید منانے کے موقعے عطا کیے ہیں اور مسلمانوں کیلئے دو ہی عیدیں رکھی ہیں، مگر اسلام کی عید اور دوسری قوموں کی عید میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ ایک میں اللہ کا رنگ ہے اور دوسرے میں شیطان کا رنگ۔ غیر مسلموں کی عیدوں میں جہالت ہی جہالت ہے، اسلامی عیدوں کا بڑا حصہ عبادت الٰہی اور خدمت خلق کیلئے کر دیا گیا، دوسری قومیں عید کے موقعوں پر اپنی حدبندیوں سے باہر نکل جاتی ہیں اور ان کے نزدیک عید نام ہے شراب پینا، ناچنا، گانا بجانا، رنگ کھیلنا، عیاشی کرنا، فضول خرچی کرنا، پتنگ بازی کرنا، آتش بازی کرنا، چراغاں لگانا، وہ ان جیسے کاموں میں مبتلا رہتی ہیں، اپنے عمل سے دوسرے انسانوں کو تکلیف بھی دیتے ہیں، ان کی خوشی دوسروں کیلئے مصیبت بن جاتی ہے، مگر اسلام نے عید کے ذریعہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے، اللہ کی بڑائی بیان کرنے اور اللہ کی طرف رجوع ہونے کیلئے عیدگاہ میں جمع ہونے اور نماز عید کو شکرانہ مقرر کیا ہے اور خاص طور پر اللہ کی کبریائی وبڑائی بیان کرنے کی تعلیم دی ہے، اپنے ساتھ غرباء ومساکین کو بھی عید کی خوشیوں میں شریک کرنے کی تعلیم دی، تاکہ امت کے غریب لوگ بھی عید کی خوشیاں منائیں اور ان کا دل دکھانہ رہے، چنانچہ زکوٰۃ، فطرہ، گوشت سب کو تقسیم کیا جاتا ہے، ایمان والوں کو خوشی کے وقت بھی اللہ سے غافل نہ ہونے اور اسلامی حدود میں رہنے کی تعلیم دی گئی، شیطانی اور جاہلانہ طریقہ پر عید منانے سے روک دیا۔ عیدالاضحیٰ کے ساتھ ہی حضرت ابراہیمؑ کی یاد آنا شروع ہوجاتی ہے اور یہ ایام، قربانی کے ذریعہ ہر سال چیخ چیخ کر ایمان والوں کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ انسان اس وقت تک اللہ کا قرب حاصل نہیں کرسکتا جب تک وہ زندگی کے ہر قدم پر قربانی دینے والا نہ بن جائے۔ عیدالاضحیٰ کے ایام میں قربانی صرف جانور کو ذبح کرنے کا نام نہیں؛ بلکہ قربانی دراصل نام ہے اللہ کے حکم کے سامنے غلط خواہشات نفسانی کو مٹادینا۔ من چاہی زندگی چھوڑ کر رب چاہی زندگی کو اختیار کرنا، یہ کام صرف عیدالاضحیٰ کے تین دنوں ہی کا نہیں، بلکہ سال بھر کا ہے، اس لئے ایمان والا قربانی کو زندگی کا مشن بنائے۔

پوری دنیا میں مسلمان اس دن جانوروں کا خون بہا کر گویا اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں کہ اے اللہ ہم تیرے مسلم بندے ہیں، تیری کامل اطاعت ہی ہمارا فرض ہے، ہم تجھ سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وفاداری کا عہد کرتے ہیں اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح تیرے ہر حکم کو پورا کرنے کو تیار ہیں، یا اللہ تو نے ہی یہ قربانی کی سنت جاری کر کے اسماعیلؑ کی گردن چھڑائی، ہم جانوروں کا خون بہا کر اپنی گردن چھڑانے کی درخواست کرتے ہیں۔ ہماری جان ومال سب کچھ تیرا ہے، تیرے لئے ہے۔ اگر وقت پڑے تو تیرے نام پر جان قربان کر دیں گے، ہم بھی حضرت ابراہیمؑ واسماعیلؑ کی طرح تیری بندگی کریں گے۔

تاریخ گواہ ہے کہ قوموں کا عروج انکی قربانیوں ہی سے ہوا اور جس قوم میں قربانی کا مزاج ختم ہوا وہ بڑی سے بڑی قوم ہو کر بھی مٹ گئی۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں استقامت کیلئے قربانی لازم ہے۔ کوئی قوم اطاعت وفرمانبرداری قربانی کے بغیر نہیں کرسکتی۔ کامیابی انہیں کے قدم چومتی ہے جو قربانی دیتے ہیں۔ صحابہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اللہ کی محبت اور اللہ کیلئے قربانی اور اللہ کی اطاعت ہی کا مزاج سیکھا تھا، اللہ کو نہ کسی کی قربانی کی ضرورت ہے نہ کسی کے اطاعت کا وہ محتاج ہے، نہ کسی کی عبادت کا محتاج ہے۔

مسلمان بے شعوری کے ساتھ قربانی کرتے اور قربانی کے وقت محلے اور گھروں کے اطراف کی فضا خراب کر کے گندگی پیدا کر دیتے ہیں، جبکہ اسلام نے پاکی کو آدھا ایمان بتلایا، خون گھروں کے سامنے بہا کر دوسرے انسانوں کو تکلیف دیتے ہیں، حج میں قربانی کے جانور کا گوشت چمڑا اور ہڈیوں کی حفاظت کر کے غریب مسلمانوں کی مدد کی جاسکتی ہے۔

بیوقوف جاہل لوگوں نے قربانی کو رسم ورواج کا طریقہ بنا دیا

❁ جاہل، بیوقوف، نادان لوگ شادی کی رسم ورواج میں عیدالاضحیٰ کے وقت لڑکے والے لڑکی والوں کو قربانی کا ایک بکرا قربانی کرنے کیلئے بھیجتے ہیں، لڑکی والے اسکے معاوضے میں دو بکرے لڑکے کے گھر بھیجتے ہیں، ذرا غور کیجئے ہماری حرکتوں پر قربانی کے ذریعہ بھی رسمیں ادا کر کے لڑکی والوں کو لوٹا جاتا ہے۔ لڑکی والے اگر بکرا نہ بھیجیں تو برا مانا جاتا ہے۔

❁ گوشت میں اگر کوئی بکرا کی ران بھیجے تو وہ توقع رکھتا ہے کہ دوران واپس آنا

چاہیئے، ورنہ صورت جلا لیتے ہیں، گوشت انہیں لوگوں کے پاس بھیجنا ضروری سمجھتے ہیں جن کے پاس سے قربانی کا گوشت آیا ہو، اگر نہ بھیجیں تو بھیجنے والے جنہوں نے پہلے بھیجا بُرا مانتے ہیں۔

کائنات کی تمام مخلوقات میں اللہ تعالیٰ نے قربانی کا مزاج رکھا ہے

کائنات کی چیزوں پر غور کیجیئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ کائنات کے ذرّہ ذرّہ میں قربانی کا مزاج ہے، تب ہی وہ مکمل اطاعت وغلامی کر رہے ہیں، بیج خاک میں مل کر قربانی دیتا ہے تو چمن اور باغات آباد ہوتے ہیں، درخت قربانی دیتا ہے تو لکڑی، آگ، پتے، پھول، پھل ملتے ہیں۔ جانور قربانی دیتا ہے تو دودھ، انڈے اور گوشت وغیرہ ملتے ہیں اور مخلوقات کو غذا ملتی ہے ، زمین قربانی دیتی ہے تو کھیت، مکان، باؤلی، اور کنویں بنائے جاتے ہیں۔ ماں باپ قربانی دیتے ہیں تو بچوں کی پرورش اور تربیت ہوتی ہے، استاد قربانی دیتا ہے تو شاگردوں کو علم ملتا ہے، پٹرول اور گیاس قربانی دیتے ہیں تو توانائی پیدا ہوتی ہے، اسی طرح دنیا میں جو قومیں قربانی دینے کا مزاج پیدا کر لیتی ہیں وہی قوت، طاقت، ترقی اور حکومت کرتی ہیں اور جو قربانی کے مزاج سے خالی ہوتی ہیں وہ ناکام، نامراد، کمزور اور غلام بن کر رہتی ہیں۔

اسی طرح دنیا کے اس امتحان والی زندگی میں انسانوں کو ایمان قبول کرنے کیلیئے قربانی دینی پڑیگی۔ اسلام پر چلنے کیلیئے قربانی دینی پڑیگی، نیکی کرنے کیلیئے قربانی دینی پڑیگی، گناہ سے بچنے کیلیئے قربانی دینی پڑیگی، غرض جنت والی زندگی اپنانے کیلیئے قربانی کا مزاج بنانا ہوگا۔ تب ہی محبت کے تقاضے پورے ہونگے اور انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت وغلامی کر سکے گا۔ اہل کتاب نے قربانی والے عمل کو اچھی طرح سمجھا اور اپنے باطل عقیدوں کو عام کرنے کیلیئے مختلف قربانیاں دینے کے طریقے اختیار کر لیے، وہ اپنے عیش و آرام اور عمدہ غذاؤں اور عمدہ سواریوں اور بہترین عمارتوں کو چھوڑ کر اپنے مذہب کی دعوت وتبلیغ کی خاطر گاؤں قصبوں میں جھونپڑیوں اور ویران آبادیوں میں معمولی سواریوں میں پھر کر اور معمولی غذائیں کھا کر باطل ہوتے ہوئے پوری دنیا میں اپنا پرچار کر رہے ہیں۔ غرض اپنے باطل عقیدے کو پھیلانے میں قربانی کا مزاج رکھتے ہیں۔

تعمیر کعبہ اور اس کی تاریخ

کتب تفسیر وحدیث اوران کی شروحات سے ثابت ہے کہ خانہ کعبہ کی سب سے پہلی تعمیر انسانوں میں سے حضرت آدمؑ کے ہاتھوں ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ مکہ جاؤ اور وہاں ایک گھر تعمیر کرو۔ فرشتوں کو جسطرح طواف کرتے دیکھو اسی طرح اس گھر کا طواف کرو

❁ علامہ سیوطیؒ نے درمنثور میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ حضرت آدمؑ نے ہند سے ایک ہزار بار سفر کر کے خانہ کعبہ کے پاس حاضری دی۔ اس کی زیارت سے مشرف ہوئے، انہوں نے تین سو حج اور سات سو عمرے کیے۔ حضرت جبرئیلؑ نے حضرت آدمؑ سے فرمایا: ہم آپ کی پیدائش سے ہزاروں برس پہلے خانہ کعبہ کا طواف کرتے آئے ہیں۔

❁ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ دنیا کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے بیت اللہ کو پانی کے چار ستونوں پر کھڑا کیا گیا جس کی بنیادیں زمین کی ساتویں تہہ تک گہری تھیں حضرت آدمؑ نے آسمان سے اترنے کے بعد ملائکہ کی نشان دہی پر کعبہ کی تعمیر کی، آدمؑ سے پہلے ملائکہ بیت اللہ کا طواف کیا کرتے تھے، طوفان نوحؑ کے بعد اللہ رب العزت نے حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ وہ دوبارہ تعمیر کریں، خانہ کعبہ کی نشان دہی بھی حضرت ابراہیمؑ کو فرشتے نے کی۔ خانہ کعبہ اس دنیا میں عرش الٰہی کا سایہ اور وہ منبع ہے جہاں سے ساری دنیا کو توحید اور حق پرستی کا پیغام ملا، اور چشمہ ابلا اور تمام دنیا کو سیراب کیا۔

❁ کعبۃ اللہ روئے زمین کے بیچ میں واقع ہے۔ گویا یہ زمین کی ناف ہے، اس لئے مکہ مکرمہ کو ام القریٰ بھی کہا جاتا ہے (گاؤں کی ماں یا بستیوں کی اصل) یہ ایک عظیم روحانی مرکز ہے، پوری دنیا میں یہ ایک ایسا مقام ہے جہاں دن رات انوارات الٰہی اور رحمت الٰہی کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ مصری ادارے National Institute Astronomy And Resarch in cairo Dept of solar نے تحقیق کی کہ مکہ مکرمہ کرہ ارض کے بیچ میں ہے اگر ہم کرہ ارض کا بغور مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ مکہ مکرمہ دنیا کے سینٹر میں

واقع ہے، جسکے اطراف میں تمام براعظم ہیں، اس ادارے نے بڑے ٹھوس ثبوت فراہم کئے ہیں

❁ کعبۃ اللہ کی عمارت پتھروں سے تعمیر کی گئی، ہے جو قریب کے پہاڑوں سے نکالے گئے تھے، اس کی کرسی ایک فٹ تک سنگ مرمر کی ہے، اس کے چاروں کونے رکن کہلاتے ہیں، رکن یمانی، رکن اسود، رکن شامی، رکن عراقی۔

❁ دنیا میں انسانوں نے ہر زمانے میں بہت سی یادگار عمارتیں بنوائیں اور اس کیلئے کافی دولت اور ماہر فنکاروں اور معماروں کی خدمات حاصل کیں۔ مگر ان عمارتوں کی عظمت ومحبت اور تقدس، عزت واحترام لوگوں کے دلوں میں نہیں ہوتی، وہ صرف اس عمارت کی کاریگری اور خوبصورتی کو دیکھ لیتے ہیں، مگر پوری دنیا میں یہ ایک واحد عمارت اور گھر ہے، جس کا تقدس، محبت، احترام وعزت انسانوں میں ہزاروں سالوں سے ہے، ہر سال لاکھوں انسان آتے چومتے اور طواف کرتے ہیں، اسی کی طرف تمام مسلمان رخ کر کے نماز ادا کرتے ہیں اور اس سے بے انتہا محبت وعقیدت رکھتے ہیں۔

❁ اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو اپنے کسی عام اور معمولی انسانوں سے نہیں بنوایا، اس کو کسی عام مزدور وانجینئر یا دولت مند یا بادشاہ سے نہیں بنوایا؛ بلکہ ایسے محبوب بندوں سے بنوایا جن کو خلیل اللہ اور ذبیح اللہ کے لقب سے پوری دنیا یاد کرتی ہے، وہ پوری محبت واخلاص اور تڑپ کے ساتھ سخت تیز چلچلاتی دھوپ میں، ریگستانی گرم گرم ریت اور لو کی لپٹ میں، گرم گرم جلتے ہوئے پتھر سر پر لاد کر گارے اور مٹی سے بنائے، بغیر کسی مزدوری اور دنیوی فائدہ کے اپنے گوشت پوست کو جلایا جھلسایا، جس طرح اس گھر کی طرح، کوئی دوسرا گھر نہیں، اسی طرح اس کے معمار جیسے دوسرے معمار نہیں، حضرت سلیمانؑ نے بیت المقدس کی تعمیر کی، مگر اس کے معمار ومزدور جنات تھے، لیکن اس گھر کے بنانے والے ان جیسے نہیں تھے، دنیا کی عمارتیں بنانے والے مزدور اپنی تعمیر کرتے وقت اپنے دل کے ترانے گاتے ہوئے کام کرتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کے یہ دیوانے، اللہ کے یہ معمار جب اللہ کے گھر کی تعمیر کی تو زبان پر اللہ کا ذکر کرتے ہوئے دل سے تڑپ کیساتھ اللہ سے دعائیں مانگتے ہوئے اس گھر کی تعمیر کی، ان کے ہاتھ، آنکھیں اور پیر تعمیر بیت اللہ میں تھے اور دل اس گھر کے رب کی یاد میں تھے، انہوں نے اس گھر کے

ہر پتھر کو اللہ کا نام لے لے کر رکھا۔ مدد اور دعائیں مانگتے ہوئے رکھا، تب ہی تو آج تک اس گھر کو کوئی مٹا نہ سکا، انہوں نے اپنی اس محنت کو اللہ کے دربار میں قبول کرنے کی عاجزی وانکساری سے دعا کی۔ **ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم**o (سورہ بقرہ: ۱۲۷) اے ہمارے رب ہماری یہ خدمت قبول فرما تو سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے، انہوں نے اپنی دعاؤں میں دولت، روپیہ پیسہ اور عہدہ وکرسی نہیں مانگی، بلکہ مزدوری کے طور پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کی امت کو مانگا، جو آخری امت کی حیثیت سے قیامت تک دنیا میں قائم ہوگئی، انہوں نے ایسی مزدوری مانگی کہ قیامت تک آنے والے رسول اللہ ﷺ کے امتیوں کو ان کی دعاؤں کا پھل ملتا رہے گا، اور یہ امت دنیا میں کلمہ کو بلند کرتی رہے گی۔

اللہ تعالیٰ جو شکور ہے، بے انتہا قدرداں ہے، اس نے اپنے خلیل اللہ ذبیح اللہ اور ان کے افراد خاندان کی محنتوں کو اتنا قبول کیا کہ قیامت تک امت مسلمہ کا ہر فرد درود وسلام کے ذریعہ حضرت ابراہیمؑ اور ان کی اٰل پر ان کی محنتوں کا شکرانہ ادا کرتا رہیگا اور ہر نماز میں اللہ کی رحمت وسلامتی ان کے لئے بھی مانگتا رہیگا، انہوں نے ایسا برکتوں اور عزتوں والا گھر بنایا کہ انسان گناہوں میں لت پت ہونے کے باوجود سچی تڑپ کیساتھ اس گھر کا طواف کرے، اس گھر کا حج وعمرہ کرے، سفر کرے، اس گھر سے نسبت اور تعلق رکھ کر توبہ کرے تو ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسے پیدا ہونے والا بچہ پاک رہتا ہے، گویا اس گھر کے معمار بھی عزت والے، تقویٰ وطہارت والے، تقدس والے، برکت والے اور جو اس گھر سے نسبت رکھے، فائدہ اٹھائے، وہ بھی عزت والے اور اونچے مقام والے بن جاتے ہیں۔

ذرا غور کیجئے کہ اللہ نے دنیا میں مختلف چیزیں پیدا فرمائی ہیں، ان میں مٹی بھی ہے سونا بھی ہے، مگر مٹی کی وہ قدر و قیمت نہیں جو سونے کی ہے، اسی طرح دنیا میں بہت سی عمارتیں بنائی جاتی ہیں، ان میں وہی پتھر اور مٹی کی مسجدیں بھی ہیں مگر کعبۃ اللہ کی جو قدر و قیمت ہے وہ کسی عام مسجد کی نہیں، کعبہ کی بات ہی کچھ الگ ہے اسلئے کہ اس کے معمار نے خود کو اللہ کا محبوب بنایا اور اپنے نفس کو خدا کے حوالے کردیا اور زندگی کے ہر قدم پر اللہ کی عبدیت و بندگی کیلئے قربانی دی

صحن حرام میں خانہ کعبہ کے اطراف مطاف ہے، پہلے زمانے میں خانہ کعبہ اور مطاف

کے اطراف کوئی عمارت موجود نہیں تھی، کوئی دیوار بھی نہیں تھی، زمانہ قدیم میں لوگ یہاں رات کے وقت احترام واکرام کعبہ کی خاطر کوئی ٹھہرتا بھی نہ تھا اور نہ اطراف میں پختہ مکانات بنائے جاتے تھے، سب سے پہلے قصی بن کلاب نے قریش کے پھیلے ہوئے بکھرے ہوئے قبائل کو جو ایک جگہ نہ تھے، صحراؤں، پہاڑوں اور وادیوں اور غاروں وغیرہ میں رہتے تھے، ان سب کو وادی مکہ میں جمع کیا، سب کو یہاں رہنے کیلئے مکانات کی جگہ دی، اس بنا پر لوگ کعبۃ اللہ کے قریب رہ کر برکتوں کو حاصل کرنے میں آباد ہوتے چلے گئے، قصی بن کلاب نے حرم شریف کی باضابطہ حد بندی کر کے اس کے اطراف لوگوں کو بسایا، خود بھی اپنا مکان حرم کے قریب بنایا، بہت زمانے تک کفار مکہ کعبۃ اللہ کی عظمت کے پیش نظر اپنا کوئی مکان مربع ٹائپ تعمیر نہیں کرتے تھے اور نہ کعبۃ اللہ سے بلند مکان بناتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بھی خانہ کعبہ اور مطاف کے اطراف کوئی دیوار نہ تھی، فتح مکہ کے وقت اور بعد کے زمانے تک کعبہ کے اطراف صف بندی کر کے نماز ادا کی جاتی تھی، اس وقت حرم کو توسیع دینے کی کوئی خاص ضرورت محسوس نہیں کی گئی، حضرت ابوبکرؓ کے دور میں بھی توسیع نہ ہوئی، اکثر بارش کی وجہ سے مکہ کے اطراف کی پہاڑیوں سے پانی اتر کر سیلاب کی شکل میں حرم میں جمع ہو کر کافی نقصان کا سبب بنتا تھا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے اطراف کے مکانات خرید کر توسیع کا کام کیا، اور حرم کے اطراف ایک حفاظتی دیوار کی تعمیر کروائی، اس میں داخلے کیلئے دوروازے بھی لگوائے، اس توسیع سے احاطہ حرم میں نمازیوں کیلئے کافی زیادہ گنجائش پیدا ہوگئی، یہ حرم شریف کی پہلی توسیع تھی اس کا رقبہ 70% بڑھ گیا، جو 3613 مربع میٹر تھا، حضرت عمرؓ نے سیلاب کو روکنے کے لئے مکہ کے بالائی حصے پر ایک تالاب نما بند بنانے کا حکم دیا۔ بہاؤ کا رخ دوسری طرف موڑنے کے انتظامات کی ہدایت دی، پھر حضرت عثمانؓ کے زمانے میں دوسری توسیع ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے قریش کی تعمیرات کو ختم کر کے حضرت ابراہیمؑ کے تعمیری نقوش کو قائم کیا مگر حجاج بن یوسف نے خلیفہ عبدالملک اموی کے اجازت سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی تعمیر کو مکمل طور پر مٹا کر قریش کی تمام علامتوں کو دوبارہ قائم کردیا، بعد میں سعودی حکومت نے

اس کی توسیع کا رقبہ 366168 مربع میٹر تک پہنچادیا۔موجودہ توسیع کی وجہ سے حاجیوں کی تعداد بے انتہا زیادہ ہوگئی، مگر ٹرافک کا انتظام بہت خراب ہوگیا، اکثر حاجیوں کو مزدلفہ اور عرفات سے واپسی اور زیارت طواف کے بعد منیٰ کو واپس ہونے کیلئے سڑکوں پر وقت گزارنا پڑتا ہے، ٹرافک گھنٹوں آہستہ آہستہ گھسیٹتے ہوئے آگے بڑھتی رہتی ہے، جس کی وجہ سے روح حج ہی باقی نہ رہی، ٹرافک کی زیادتی کی وجہ سے وقت سے پہلے منیٰ، عرفات پہونچادیا جاتا ہے، اور منیٰ میں خانگی ٹور آپریٹرس راستے بند ہوجانے کا بہانہ کرکے حاجی تک غذائیں نہیں پہونچاتے۔

اسلام میں کعبۃ اللہ کی اہمیت ومقام

❁ کعبۃ اللہ دنیا میں شعائر اللہ میں سرفہرست ہے، کعبۃ اللہ زمین پر اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، کعبہ کے معنی چوکھٹے کے ہیں چونکہ یہ چوکھٹہ بنا ہوا ہے، اور ایک چھوٹا سا مربع نما کمرہ ہے، جو مسجد حرام کے بیچ میں واقع ہے، کعبۃ اللہ کے اطراف کی زمین کا حصہ مسجد حرام کہلاتا ہے، یعنی عزت وحرمت والی مسجد، مسجد حرام زمین پر سب سے پہلی مسجد ہے، حدیث میں ہے کہ دنیا کی تمام مساجد اس کی بیٹیاں ہیں، قیامت قائم ہونے پر تمام مساجد کعبۃ اللہ سے جڑ جائیں گی، اور کعبۃ اللہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہوجائیگا، اور زمین کے اس حصے کو جنت میں اٹھالیا جائیگا۔

❁ کعبۃ اللہ کو زمین پر وہی مقام حاصل ہے جو آسمانوں پر بیت المعمور کو حاصل ہے، بیت المعمور کعبۃ اللہ کے اوپر بالکل سیدھ میں آسمانوں پر فرشتوں کا قبلہ، عبادت گاہ اور مرکزی مقام ہے، اسی طرح کعبۃ اللہ زمین پر انسانوں کا قبلہ، عبادت گاہ اور مرکزی مقام ہے، جس طرح آسمانوں میں فرشتے بیت المعمور کے اطراف پھر کر اس کا طواف کرتے ہیں اور جن فرشتوں کو ایک مرتبہ طواف کرنے کا موقع ملتا ہے، پھر دوبارہ طواف کا موقع نہیں ملتا، اسی طرح انسان زمین پر کعبۃ اللہ کے اطراف پھر کر دن رات طواف کرتے ہیں اور جس طرح آسمانوں میں بیت المعمور پر ایک لمحہ کیلئے بھی طواف بند نہیں ہوتا، اسی طرح زمین پر کعبۃ اللہ کا طواف کسی بھی لمحہ کیلئے بند نہیں ہوتا، گویا دن رات ۲۴ گھنٹے انسانوں اور فرشتوں کا طواف زمین وآسمانوں میں مسلسل جاری رہتا ہے، صرف فرض نمازوں کے وقت لوگ نماز میں ہوتے ہیں۔

❁ انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے حج ادا کرنے کی جگہ ایک ایسا مقام بنایا ہے، جو دنیا میں تجلیات الٰہی اور انوارات الٰہی کے نازل ہونے کا مرکز ہے، یہ وہ مقام ہے جہاں رات دن انوارات الٰہی اور تجلیات الٰہی کی بارش ہوتی رہتی ہے، جبکہ دنیا میں کوئی بھی مقام ایسا نہیں۔ یوں تو دنیا کے تمام حصوں میں جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت، اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اسکی بڑائی وحمد کی جاتی ہے، وہاں انوارات الٰہی برستے ہی رہتے ہیں؛ مگر کعبۃ اللہ کو مرکزی مقام حاصل ہے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے جسم میں روح ہوتی ہے، روح پورے جسم میں ہونے کے باوجود اس کا تعلق جیسے دل سے ہوتا ویسا دماغ سے نہیں اور جیسے دماغ سے ہوتا ویسا آنکھ ناک کان سے نہیں اور جیسا آنکھ ناک کان سے ہوتا ہے ویسا ہاتھوں، پیروں سے نہیں اور جیسے ہاتھوں، پیروں سے ہوتا ہے ویسا چمڑی، ہڈیوں اور گوشت سے نہیں اور جیسے چمڑی ہڈیوں گوشت سے ہوتا ہے ویسے ناخن اور بالوں سے نہیں، یعنی روح کا تعلق جسم کے مختلف حصوں سے مختلف ہوتا ہے، کہیں کم اور کہیں زیادہ۔ اگر ناخن اور بال کاٹے جائیں تو روح ہونے کے باوجود تکلیف نہیں ہوتی اس کے برعکس دل میں سوئی بھی چبھادی جائے تو انسان مرجاتا ہے، (مثال رہبری کیلئے ہے برابری کیلئے نہیں) بالکل اسی طرح سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ کے انوارات اور تجلیات کا جو تعلق بیت اللہ سے ہے وہ عام مساجد سے نہیں اور جو عام مساجد سے ہے وہ ہمارے گھروں سے نہیں، اور جو گھروں سے ہے وہ بازاروں اور میدانوں سے نہیں اور جو بازاروں اور میدانوں سے ہے وہ جنگلوں اور ویرانوں سے نہیں، بس دنیا میں سب سے زیادہ تجلیات کے برسنے کی جگہ کعبۃ اللہ ہے، اللہ تعالیٰ حج جیسی عبادت کو کعبۃ اللہ سے جوڑ کر ایمان والوں کو اپنی ان تجلیات وانوارات، رحمتوں اور برکتوں کو لوٹنے کے قابل بنایا، روحانیت سے فیض یاب ہونے کا دنیا میں موقع عنایت فرمایا۔ اس کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ کعبۃ اللہ توحید کا عالمی مرکز ہے، اللہ نے اس کو انسانوں کی مرکزی عبادت گاہ بنائی، جہاں بھٹکتی اور بے قرار وبے چین انسانیت کو روحانی سکون ملتا ہے، جہاں گناہ گار، فاسق وفاجر انسانوں کو نئی زندگی ملتی ہے اور توحید سے اندھی آنکھوں کو ہدایت کا نور ملتا ہے، انسانوں پر اللہ کی عبدیت وبندگی کا رنگ چڑھتا ہے، بیت اللہ مسلمانوں کو خالص ایمان والا بنانے اور اللہ ہی کی عبدیت وبندگی کرنے کی مشق وتربیت گاہ ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کے اطراف کے حصوں کو حج ادا کرنے کی جگہ بنایا ہے، یہ وہ مقام ہے جہاں نبیوں، رسولوں اور برگزیدہ بندوں نے حاضر ہوکر اپنی اطاعت وفرمانبرداری کا اعتراف کیا، عہد واقرار

کیا، اپنے گناہوں سے توبہ کی اور اپنے مالک کو راضی کیا۔

۞ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: کعبۃ اللہ پر ہر روز ۱۲۰ رحمتیں نازل ہوتی ہیں ۶۰ طواف کرنے والوں کیلئے ۴۰ نمازیوں کیلئے اور ۲۰ کعبۃ اللہ کو دیکھنے والوں پر۔ (بیہقی)

۞ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: کعبۃ اللہ کی ایک نماز ایک لاکھ نمازوں سے بہتر ہے۔ (بخاری، مسلم، ابن ماجہ، احمد)

۞ حسن بصریؒ نے فرمایا مکہ مکرمہ میں ایک روزہ ایک لاکھ روزوں کے برابر، ایک درہم صدقہ ایک لاکھ درہم کے برابر، ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر۔ (فضائل مکہ حسن بصریؒ) مسلمانوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ ہر گناہ سے مکہ مکرمہ میں پرہیز کریں کیوں کہ یہاں جس طرح نیکیوں کا ثواب بڑھتا ہے اسی طرح گناہوں کا عذاب بھی بڑھتا ہے۔ مجاہدؒ نے فرمایا مکہ مکرمہ میں جس طرح نیکیاں بڑھتی ہیں گناہ بھی بڑھتے ہیں۔ (مثیر الغرام۔۲۳۴) حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کیا برائی کا گناہ ایک سے زائد لکھا جاتا ہے؟ فرمایا نہیں بلکہ مکہ مکرمہ کی عظمت کے پیش نظر وہاں زائد لکھا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کیلئے زمین پر خانۂ کعبہ کو انسانوں کا قبلہ عبادت بنایا، اسے بیت اللہ بھی کہتے ہیں، دنیا کی تمام مساجد کا رخ خانہ کعبہ سے جڑا ہوا ہے یعنی دنیا میں جہاں کہیں بھی مسجد بنائی جائے تو وہ کعبہ کی رخ پر بنائی جاتی ہے اور مسلمان دنیا کے کسی کونے اور خطہ میں ہوں چاہے مسجد کے اندر ہوں، یا باہر، گھر، میدان، دفتر، دوکان میں جہاں کہیں بھی ہوں، بیت اللہ ہی کی طرف رخ اور چہرہ کر کے نماز ادا کرتے ہیں، دوسری طرف رخ کر کے نماز ادا کرنا عبادت نہیں سمجھتے، جب کعبۃ اللہ کی مسجد حرام میں نماز ادا کرتے ہیں تو کعبۃ اللہ کی طرف رخ کر کے گول دائرہ بنا کر نماز ادا کرتے ہیں اور انسانوں کا یہ گول دائرہ صفوں کی شکل میں ہر روز دن میں پانچ مرتبہ کعبۃ اللہ میں جو نظارہ پیش کرتا ہے وہی نظارہ دنیا کی تمام مساجد میں پھیل کر ہر روز دن میں پانچ مرتبہ زمین پر اللہ واحد کی عبادت کا پوری دنیا کو دعوت دیتا ہے یہ گویا اس بات کو بھی ظاہر کرتا ہے کہ تمام امت ایک ہی لڑی میں پرُوئی ہوئی ہے، جب ہر ملک ہر قوم کا مسلمان کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز کی صفیں بناتا ہے تو یہ اس بات کا بھی اظہار ہے کہ دنیا کے کونے کونے

کا مسلمان چاہے کسی قوم وملک کا کیوں نہ ہو کعبۃ اللہ سے اس کا تعلق اور نسبت جڑی ہوئی ہے وہ کسی دوسری چیز کو اپنا قبلۂ عبادت نہیں مانتا، یہ اس بات کا بھی عملی اظہار ہے کہ جس طرح وہ عبادت میں اپنا رخ قبلہ سے نہیں موڑ سکتا اور قبلہ سے منہ موڑ کر نماز پڑھنا گناہ سمجھتا ہے اسی طرح زندگی کے تمام کاموں میں اللہ کی طرف اپنا رخ رکھے گا، اللہ سے تعلق اور رابطہ جمائے رکھے گا اللہ سے منہ موڑ کر زندگی گزارنا گناہ سمجھے گا، جس طرح مسلمان کعبہ کو اپنا قبلہ مان کر ایک رخ ایک سمت اور ایک ہو گئے اسی طرح اللہ کو ایک اور اکیلا مان کر ایک ہو گئے جس طرح ان کے دل میں کعبہ کی عظمت واحترام ہے اس سے کروڑ ہا گنا زیادہ کعبہ کے مالک کی عظمت واحترام ہے جس طرح وہ کعبہ سے محض اللہ کی خاطر محبت کرتے ہیں اس سے کروڑ ہا گنا زیادہ کعبہ کے مالک سے محبت کرتے ہیں، وہ کعبہ کی طرف نماز میں رخ کرنے میں اللہ کے حکم کے پابند ہیں جب اللہ نے انکو بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے ثابت کر دیا کہ وہ اللہ کے حکم اور اسکی محبت میں کعبہ سے بیت المقدس کی طرف رخ کریں گے اللہ جس سے محبت کرنے اور ادب واحترام کرنے کا حکم دیگا، مسلمان بھی اس سے اللہ کے واسطے محبت اور ادب واحترام کریں گے وہ کعبہ کو خدا نہیں سمجھتے اور نہ خدا سے بڑھکر کعبہ سے محبت کرتے ہیں، مسلمانوں کا ہر روز پوری دنیا میں نماز اور مساجد کے ذریعہ یہ نظارہ پیش کرنا اس بات کا ثبوت اور مظاہرہ ہے کہ وہ ایک قوم اور ایک امت ہے، ان میں یکجہتی اور اتفاق واتحاد ہے جو دنیا کے کسی دوسرے مذہب میں دیکھا نہیں جا سکتا یہ صرف اسلام کے سچے اور آسمانی دین ہونیکی پہچان اور علامت ہے۔

ایمان والوں کے نزدیک بیت اللہ کا یہ ادب واحترام ہے کہ وہ دنیا کے کسی کونے میں ہو اسی کی طرف چہرہ یا سر کر کے سوتا ہے، اس کی طرف پیر نہیں کرتا، اپنی میتوں کو زمین میں دفن کر کے اسی کی طرف ان کا چہرہ موڑ دیتا ہے اس کا اتنا زبردست ادب واحترام کرتا ہے کہ نہ اسکی طرف تھوکتا ہے اور نہ بول وبراز کرتا ہے اپنے گھروں کے بیت الخلاء ایسے بناتا ہے جس میں فارغ ہونے کیلئے کعبۃ اللہ کی طرف پیٹھ اور چہرہ نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ نے اسے زمین پر عبادت کا مرکز بنایا۔ جو اللہ تعالیٰ کی یاد کیلئے خاص مقام ہے جس کا ایمان والے کے پاس اتنا

احترام وادب ہوتا ہے، یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت جبرئیلؑ حضرت ابراہیمؑ کے زمانے سے رسول اللہؐ کے زمانے تک بار بار آتے رہے جہاں پر آخری وحی قرآن مجید کا نزول ہوتا رہا۔

دنیا میں کسی بھی مسجد کو خاص نام کے طور پر بیت اللہ نہیں کہا جاتا حالانکہ تمام مساجد اللہ ہی کا گھر ہیں، انہیں مساجد کہا جاتا ہے۔صرف بیت اللہ (خانہ کعبہ) کو ہی اللہ کا گھر کہا جاتا ہے۔دنیا میں کسی بھی مسجد کو دیکھتے رہنے سے ثواب ملنے کی تعلیم نہیں دی گئی۔ بیت اللہ کو صرف دیکھنے پر اجر وثواب اور عبادت بتلایا گیا۔ بیت اللہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے اس کو دیکھنے سے ایمان والے پر ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے، یہاں تک کہ انسان رو دیتا ہے، جذبات بھر آتے، زبان لڑکھڑا جاتی ہے، دنیا میں اللہ اپنا دیدار کسی کو نہیں کرواتا، اس نے اپنے بندوں کی پیاس بجھانے کیلئے کہا کہ اس گھر کو دیکھ لو، اللہ کی تجلی دو جگہ ملتی ہے ایک سجدے میں دوسرے بیت اللہ کو دیکھنے سے۔جس طرح انسان سجدے میں اللہ سے بہت قریب ہو جاتا ہے اسی طرح کعبۃ اللہ کے پاس بھی اپنے آپ کو اللہ کے قریب محسوس کرتا ہے۔غیر مسلم کہتے ہیں کہ ہم ایک پتھر کے کمرے کی پوجا کرتے ہیں، یہ بالکل غلط ہے دنیا میں جو بت ہیں وہ کسی نہ کسی کی شبیہ ہیں، مگر کعبۃ اللہ کسی کی شکل اور شبیہ نہیں، وہ صرف ایک چوکور کمرہ ہے اگر وہ کمرہ گرا دیا جائے یا ہٹا دیا جائے تب بھی وہ ہمارا قبلہ ہے، زمین کی تحت الثریٰ سے آسمانوں تک کعبۃ اللہ ہے۔

مکہ مکرمہ فتح ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے خطاب فرمایا کہ اللہ نے ہاتھیوں کو آنے سے روک دیا تھا اور اب اپنے رسول اور مومنین کو مکہ پر قابض فرما دیا، مجھ سے پہلے مکہ مکرمہ کسی کے لئے حلال نہیں ہوا اور نہ میرے بعد کسی کے لئے حلال ہوگا۔ میرے لئے بھی کچھ وقت تک کے لئے حلال کیا گیا تھا، خبردار اس کے کسی شکار کو ڈرا کر بھگایا نہ جائے، اس کے کانٹے دار درخت نہ کاٹے جائیں۔اس میں گری پڑی چیز نہ اٹھائی جائے، البتہ جو اعلان کرے وہ اٹھا سکتا ہے، حدود حرم کو حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ نے مقرر کیے پھر ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، اس گھر کی تعظیم اور حدود حرم میں پرندوں اور درختوں کو بھی امان ہے، اس میں نیک اعمال کا ثواب دوسرے مقامات سے افضل قرار دیا گیا، دور جاہلیت میں بھی صورت حال یہ تھی کہ اگر کوئی شخص کسی کو قتل کر کے حرم میں داخل ہو جاتا تو مقتول کا بیٹا اسے دیکھ کر بھی کچھ نہیں کہتا، بلکہ حرم سے

اس کے نکلنے کا انتظار کرتا (تفسیر ابن کثیر)

البتہ حرم کے اندر جرم کرے تو اسے امن حاصل نہ ہوگا، یہ حرم کی بے حرمتی ہے، حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ جو شخص کوئی جرم کر کے بیت اللہ کی پناہ حاصل کرے تو اسے امن حاصل ہو جائے گا، کسی کو اجازت نہیں کہ اس کو کوئی سزا دے جب تک وہ حرم سے نہ نکلے، جو شخص حرم میں داخل ہو جائے امن والا ہے (سورہ آل عمران۔۹۷) اسلام نے ایمان والوں کو ایک ایسا حرم دیا ہے جو قیامت تک امن کا شہر ہے جسے اللہ نے محترم گھر قرار دیا ہے، جس میں آدمی کو مارنا تو دور کی بات جانور تک کا شکار نہیں کیا جا سکتا، جس میں گھاس تک کاٹنے کی اجازت نہیں، اس گھر کے آنے والے مہمانوں کی خاطر سال میں چار مہینے جو حج وعمرہ کے مقرر کئے گئے، حرام قرار دئے گئے، جس میں جنگ وجدال نہیں کی جا سکتی، تا کہ حاجی بغیر تکلیف اور رکاوٹ کے آسکیں اور راستوں میں امن قائم رہے، گزشتہ ۱۴سو سالوں سے سوائے ایمان والوں کے غیر مسلموں کا داخلہ بند کر دیا گیا، اور ۱۴سو سالوں سے خالص توحید کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ کے طریقوں پر حج کا سلسلہ ہر سال برابر جاری ہے، اس میں کسی قسم کی کوئی خرابی یا بگاڑ پیدا نہیں کیا گیا۔

پوری دنیا میں کعبۃ اللہ اور اس کے اطراف کے مقامات اور مدینہ طیبہ ایسے علاقے ہیں جہاں اسلام کی بہت بڑی تاریخ وابستہ ہے، دنیا میں کہیں پر بھی وہ آثار باقی نہیں جو پیغمبروں کی زندگی کے حالات یاد دلاتے ہوں، یہی وہ مقامات ہیں جو دنیا کے دو عظیم پیغمبر حضرت ابراہیمؑ اور رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے مختلف آثار موجود ہیں، دنیا میں ان دو مقامات کے علاوہ اتنے آثار اور اتنے علامات کہیں نہیں، جہاں اسلام کی پوری تاریخ وابستہ ہو، جہاں حضرت ابراہیمؑ اور انکے اہل وعیال کے حالات اور ان کی اللہ کے ساتھ عبدیت وبندگی کے واقعات یاد آنا شروع ہو جاتے ہیں، جہاں آخری پیغمبر محمد ﷺ اور آپ کے جانثار صحابہؓ کی دعوت، قربانیوں اور اطاعت الٰہی کے نشان جگہ جگہ چھوٹے ہوئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ حاجی اپنے اوپر نورانی اثرات، پاکیزہ جذبات اور توحیدی خیالات لیکر لوٹتا ہے، کعبۃ اللہ پکار پکار کر حاجیوں سے کہتا ہے کہ جب دعوت کی محنت نہیں ہوئی، صحیح تعلیم نہیں پیش کی گئی تو مشرکین مکہ نے مجھے بتوں سے بھر کر شرک کا مرکز بنا دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اکیلے پورے مشرکانہ ماحول میں محنت کی اور مجھے پاک کیا، مکہ کی

گلیاں سڑکیں پکار پکار کر کہتی ہیں کہ یہ وہی مقام ہے جہاں ۱۳ سالوں تک رسول اللہ ﷺ کو محض ایمان پیش کرنے اور ایک اللہ کو ماننے پر ستایا گیا مارا گیا آپ ﷺ کے صحابہؓ کو گرم گرم ریت پر لٹایا گیا۔ سزائیں دی گئیں، ان کو قتل تک کیا گیا، انہوں نے قتل ہونا گوارا کیا مگر اللہ پر ایمان لانے کا انکار نہیں کیا۔ جو درس اور دعوت اور جو سبق حضرت ابراہیمؑ سے شروع ہوا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس کو مکمل کیا۔ کعبہ گویا حاجیوں سے کہتا: ہے کہ آج یہ دین اے انسانوں! تم تک ان ہی لوگوں کی قربانیوں سے پہونچا ہے، اس کی حفاظت کرو اور اس کو دنیا کے دوسرے انسانوں تک پہونچاؤ۔ اگر تم نے محنت نہیں کی اور دین کو رسمی طور پر اختیار کیا تو میری حفاظت تو اللہ قیامت تک کریگا، مگر تمہاری مسجدیں شرک اور توحید کا مرکز بن جائیں گی اور مسلمان کلمہ پڑھ کر بھی شرک میں گرفتار ہوجائیں گے اور تمہارے محلوں، بستیوں اور شہروں، گاؤں اور گھروں میں وہ خالص اسلام نظر نہیں آئیگا جو یہاں نظر آرہا ہے، بے شک مکہ اور مدینہ دو ایسے شہر ہیں جہاں انسانوں کو آج بھی خالص اسلام نظر آتا ہے اور وہ اسلام کی صحیح تصویر دیکھ سکتے ہیں جہاں ان پر اللہ کا رنگ چڑھتا ہے۔ پیغمبروں کی یادیں تازہ ہوجاتی ہیں۔

❁ کعبۃ اللہ روئے زمین پر سب سے محترم ومعظم، شرف وعزت کا حامل اللہ کا گھر ہے اور شہنشائے دوعالم کا دنیوی دربار ہے، جہاں کی ہر چیز متبرک، محترم اور مقدس ہے اس کی اسی عظمت وتقدس کی وجہ سے کعبۃ اللہ پر غلاف چڑھانے کی روایت بہت قدیم ہے، اور یہ اسی وقت سے چلی آرہی ہے، جب سے اس کو ایک مذہبی مرکز کی حیثیت سے دیکھا گیا۔ کعبہ پر غلاف چڑھانا ہر دور کے لوگوں کے لئے بہت محترم اور اعزاز کی بات تھی اور ہے، ابتدائی دور میں کعبہ سے غلاف کو نہیں اتارا جاتا تھا، بلکہ نیا غلاف کو پرانے غلاف پر لپیٹ دیا جاتا تھا، مگر بعد میں کعبہ کی عمارت کو نقصان پہونچنے کا خطرہ پیدا ہوگیا، اس لئے پرانا غلاف اتار کر نیا غلاف چڑھایا جانے لگا۔ جو غلاف اتارا جاتا ہے اس کے ٹکڑے نہایت احترام سے مختلف ممالک کے اہم شخصوں کو دے دیے جاتے ہیں۔

❁ کعبۃ اللہ کی عظمت کا یہ حال ہے کہ اسلام کی دوسری تمام عبادتیں دنیا کے کسی بھی حصے میں ادا کی جاسکتی ہیں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی امت کیلئے ساری زمین کو عبادت کے

قابل بنادیا۔نماز دنیا کے کسی بھی حصہ پر ادا کی جاسکتی ہے، روزہ کہیں بھی رکھا جاسکتا ہے، زکوٰۃ کہیں بھی ادا کی جاسکتی ہے، مگر حج سوائے کعبۃ اللہ اور اس کے اطراف کے حصوں کے کہیں بھی ادا نہیں کیا جاسکتا۔طواف سوائے بیت اللہ کے کہیں بھی نہیں کیا جاسکتا، سعی صفا اور مروہ کے علاوہ کہیں نہیں کی جاسکتی، کنکریاں سوائے جمرات کے کہیں نہیں ماری جاسکتیں، منیٰ، مزدلفہ اور عرفات کا ٹھہرنا سوائے وہاں کے کہیں نہیں قیام کیا جاسکتا، اور عرفات کا وقوف اس کے بغیر حج نہیں ہوتا، سوائے عرفات کے کہیں نہیں کیا جاسکتا۔

اہالیان مکہ مکرمہ نے محسوس کیا اور ان کا قول ہے کہ ہوائیں بھی بیت اللہ کا طواف کرتی ہیں یہاں ہوا کا رخ جلدی جلدی تبدیل ہوتا رہتا ہے اور ہوائیں مختلف سمتوں سے چلتی اور آتی رہتی ہیں۔کبھی شمال سے، کبھی جنوب سے، کبھی مشرق سے، کبھی مغرب سے، بیت اللہ اور مسجد حرام ہزاروں دنیوی شاہی درباروں سے بڑھ کر پرنور اور پر رونق نظر آتا ہے، جس کو دیکھنے سے انسان کا جی کبھی نہیں بھرتا، بس کعبہ کی حرمت گویا اللہ کی حرمت جیسی ہے، انسان کی فطرت ہے کہ محبوب کو جس چیز سے محبت ہوتی ہے انسان بھی اس چیز کو دل وجان سے محبت کرتا ہے، اس کو بھی وہ چیز محبوب ہوتی ہے، جو چیز بھی اس کی طرف منسوب ہوتی ہے اس سے والہانہ تعلق اور محبت ہوتی ہے۔اس کا شہر، اس کی گلیاں، اس کا گھر، اس کا در، کعبہ کو اللہ نے اپنا گھر کہا ہے، اگرچہ کہ وہ اس سے پاک ہے کہ کسی گھر میں مقید رہے۔اس لئے مسلمان فطری طور پر اس سے محبت رکھتا ہے۔اسے دیکھنے کا سب سے زیادہ مشتاق ہوتا ہے۔

حج کا سفر گویا شہنشائے دوعالم کے دنیوی دربار کی طرف سفر ہے، جس دل میں اللہ سے محبت ہوگی اس دل میں دیدار کعبہ کا شوق ہوگا، حاجی جب بیت اللہ یا مسجد حرام میں ہوتا ہے تو بیت اللہ پر اللہ تعالیٰ کے انوارات اور جلال کے پڑنے کے اثرات محسوس کرتا ہے اور بیت اللہ کا رعب اور عظمت وجلال اس پر چھا جاتا ہے، چنانچہ حاجی جب تک طواف کرتا ہے یا مطاف میں رہتا ہے یا مسجد حرام میں نمازیں ادا کرتا ہے، اس وقت وہ اپنے ذہن ودماغ پر اللہ تعالیٰ کے سمیع، بصیر اور علیم وخبیر ہونے کا بہت زیادہ غلبہ محسوس کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ لاکھوں مرد اور عورتیں خلط ملط ہو کر ایک ساتھ طواف اور سعی کرتے، نمازیں پڑھتے، چلتے پھرتے، مگر نہ کوئی

مرد کی طرف سے اور نہ کسی عورت کی طرف سے فحش، بیہودہ یا شہوت والی کوئی حرکت اور عمل ہوتا یا چھیڑ چھاڑ، ایک دوسرے کو گھورنا اور نگاہیں ناپاک کرنے کا عمل ہوتا اور نہ کوئی دوسرا شیطانی غلبہ پیدا ہوتا ہے، ذرا چلنے پھرنے میں زیادتی ہوجائے یا پیر ہاتھ لگ جائے تو ہر کوئی اپنے کو دوسرے سے بچانا چاہتا ہے''صبر حاجی صبر'' کے الفاظ سے معافی کے الفاظ ادا کرتے ہوئے دوسرے حاجی میں غصہ پیدا ہونے نہیں دیتا، سب لوگ نرم مزاج بن کر اپنی اپنی دھن میں ذکر اور دعاؤں میں اللہ تعالیٰ کی طرف لو لگائے رہتے ہیں، کعبۃ اللہ کو بغیر دیکھے ادب واحترام سے اللہ کا ذکر کرتے ہوئے طواف میں مصروف رہتے ہیں، حج میں اتنی بڑی تعداد جمع ہونے کے باوجود کہیں پر بھی لڑائی جھگڑا نظر نہیں آتا، سوائے چند بیوقوف ونادان لوگوں کے، وہ بھی چند سکنڈوں میں ختم ہوجاتا ہے۔ ان کی کسی غلط حرکت پر اطراف کے لوگ حاجی صبر حاجی صبر کہہ کر پکارتے ہیں۔ یہ صرف ان کی ذہن سازی اور تربیت کے نہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے جو لوگ بسوں یا ہوٹلوں یا لفٹ اور کھانوں کی جگہ پر کوئی جہالت کرتے ہیں، اگر وہ رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کے مطابق امیر کی امارت میں چلتے ہوتے تو کوئی بھی معمولی سی غلط حرکت اور جہالت کا عمل نہیں ہوتا، امیر کی امارت سے آزاد ہوتے ہیں اسلئے بعض کے نفس پر شیطان غالب آجاتا ہے۔

مسلمان فطری طور پر کعبہ سے محبت رکھتے ہیں، اسے دیکھنے کا شوق رکھتے ہیں، جب محبت اور عشق زور پکڑتا ہے تو اس کی تسکین کیلئے دیوانہ وار حج وعمرہ کیلئے نکل پڑتے ہیں۔ حج کے زمانے میں دنیا کے کونے کونے سے قافلوں کی شکل میں لوگ خانہ کعبہ کی طرف آنا شروع ہوجاتے ہیں، راستوں میں ہر قسم کی تکالیف برداشت کرتے، یہاں تک کہ پچھلے زمانوں میں تو لوگ موت کو بھی اسی عشق الٰہی میں گلے لگا لیتے، جان کا خطرہ لگا رہتا یا پانی کے جہازوں کے ذریعہ خطرناک سمندری سفر کرکے آتے تھے، وہاں جمع ہونے کے بعد ہر ایک کی توجہ کا مرکز کعبۃ اللہ ہوتا ہے، وہاں حاجی کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کچھ بھی یاد نہیں آتا، گویا اللہ نے اس کو توحید کا مرکز بنادیا۔ جب حاجی کو کعبۃ اللہ اور اس کے اطراف کے مقامات کی زیارت کا موقع ملتا ہے تو اسے دینی چیزوں کو قریب سے دیکھنے کا گویا موقع ملتا ہے اس کی ساری گندگیوں اور گمراہیوں کی اصلاح ہوجاتی ہے جبکہ دنیا کے دوسرے مقامات پر اس کو توحید کے ساتھ شرک

،کفر، بدعت، فسق وفجور کی گندگیاں بھی نظر آتی ہیں۔اس گھر کی ایک برکت یہ ہے کہ انسان گناہوں میں لت پت ہو اور اس گھر میں دل کی گہرائیوں اور شعور کے ساتھ داخل ہو اور اخلاص کے ساتھ اس گھر کا حج وعمرہ کرے تو واپس آتے وقت اس کا بوجھ ہلکا کر دیا جاتا ہے۔

❁ حج کا طریقہ اس لئے بھی مقرر کیا گیا کہ اہل ایمان چاہے کہیں کے بھی ہوں اور کہیں بھی رہیں ایک مرکز سے اپنے آپ کو وابستہ رکھیں، مگر شرط یہ ہے کہ انسان پر یہ تمام کیفیات اسی وقت پیدا ہوسکتی ہیں کہ جب وہ پورے شعور اور سمجھ کے ساتھ بیت اللہ کی زیارت کرے اور مراسم حج ادا کرے، ورنہ بے شعوری کے ساتھ جا کر بے شعور ہی واپس آئیگا، جن مسلمانوں پر باپ دادا کی اندھی تقلید کا رنگ چڑھا ہوا ہوتا ہے وہ ان مقامات پر جا کر بھی شرکیہ عقائد اور شرکیہ اعمال سے توبہ نہیں کرتے اور نہ اپنی عقل کا استعمال کرتے ہیں، وہ اتنا قریب جا کر بھی توحید کو نہیں سمجھ سکتے اور حق کو پہچان نہیں سکتے، ایسے لوگ عقل سے، آنکھوں سے اندھے ہوتے ہیں، محض رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غلو میں کعبۃ اللہ اور کعبۃ اللہ کے مالک کی عظمت وحقیقت نہ دیکھ سکتے اور نہ سمجھ سکتے ہیں، ضمیر کو مردہ بنا کر ایک ہی راستے پر صرف اسلئے چلتے ہیں کے برادری، قوم کی اکثریت اسی گمراہی میں مبتلا ہوتی ہے، ایسے لوگ حج کر کے بھی اپنا پیسہ، وقت اور محنت سب ضائع کرتے ہیں، انسان حج کو شعور کے ساتھ کرے تو اس میں توحید باری تعالیٰ کا نور پیدا ہوگا، زندگی میں انقلاب برپا ہوگا، بیت اللہ اور اس کے مقامات انسان کو خالص توحید ہی توحید یاد دلاتے ہیں۔

❁ اسلام نے یہ بھی تعلیم دی کہ تم کوئی نئے دین کی پیروی نہیں کر رہے ہو، بلکہ تم دین ابراہیمی کی پیروی کر رہے ہو، حضرت ابراہیمؑ مسلم تھے، انہیں کے نام پر تمہارا نام مسلم رکھا گیا، تمہارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ جو آخری پیغمبر ہیں وہ حضرت ابراہیمؑ ہی کی دعا ہیں وہ اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ ہی کی اتباع کرتے ہیں۔

❁ اکثر بے شعور حاجی گھروں میں تربیت نہ ہونے اور تقویٰ سے دور رہنے کی وجہ سے حرم میں اور اطراف کے ماحول میں بے پردہ بن کر چلتے پھرتے ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں حرم کے علاوہ دوسری جگہوں میں محض گناہ کا ارادہ کرنے سے گناہ نہیں لکھا جاتا

ہے، جب تک کو وہ عمل نہ کرے، لیکن حرم میں گناہ کا پختہ ارادہ کر لینے پر گناہ لکھا جاتا ہے، علماء نے بیت اللہ شریف کی بے ادبی کی مختلف صورتیں بتلائی ہیں مثلاً حدودِ حرم میں لڑنا، جھگڑنا، گالی گلوچ کرنا، بری نیت سے غیر محرم کو دیکھنا، لہسن پیاز بدبودار چیز کھا کر داخل ہونا، تمباکو یا سگریٹ پینے کے بعد کلی کیے بغیر حرم میں داخل ہونا، لوگوں کو ڈھکیلنا، ایذا پہنچانا، بیت اللہ کی طرف منہ کر کے تھوکنا یا پاؤں پھیلا کر بیٹھنا یا لیٹنا، بغیر وضو بیت اللہ کے اندر داخل ہونا، یا داخل ہو کر بلند آواز سے بات کرنا، چیخنا چلانا، یا حرم میں دنیوی باتیں کرنا۔

انسان کا یہ عالم ہوتا ہے کہ وہ دنیا کے معمولی بادشاہ اور صدر کے دربار میں جاتا ہے تو بے انتہا ادب واحترام کا مظاہرہ کر کے اخلاقیات کا ثبوت دیتا اور کوئی حرکت غیر اخلاقی نہیں کرتا، مگر شہنشاہ کائنات کے دنیوی دربار میں نڈر بن کر بدتمیزی وبداخلاقی کرتا ہے، اور ادب اور تعظیم کو بھول جاتا ہے لوگوں کو دھکے مارتا ڈھکیلتا اور حجر اسود اور حطیم کیلئے پورا زور لگا دیتا ہے، اس کے برعکس نیکیاں کمانے اور تقویٰ اختیار کرنے میں لوگوں سے آگے بڑھنے کا جوش نہیں دکھاتا۔ تقویٰ کے معاملے میں دوسروں کے پیچھے رہتا ہے۔ جب تک مکہ میں رہیں کعبۃ اللہ کے قریب مسجد حرام اور اس کے حدود میں خوب نمازوں کا اہتمام کیجئے، بعض لوگ حج ہوتے ہی اپنے رشتہ داروں اور دوست واحباب کے پاس چلے جاتے ہیں حالانکہ کعبۃ اللہ کی ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے، وہاں جا کر خوب نیکیاں لوٹنے کی محنت کیجئے۔

خانہ کعبہ اصل میں نماز اور توحید کا مرکز ہے اس وجہ سے اس کی تولیت کے اصل حق دار وہ لوگ ہونگے جو موحد اور نماز کا اہتمام کرنے والے ہوں وہ جو توحید اور نماز کو ضائع کریں وہ اس کے حقدار نہیں ہوں گے۔ اسی طرح دنیا کی تمام مساجد کی کمیٹیوں میں انہی لوگوں کو ذمہ دار بنایا جائے جو موحد اور نماز کا اہتمام کرنے والے ہوں، اکثر بدعقیدہ اور نماز نہ پڑھنے والوں کو مسجد کی کمیٹی کا ذمہ دار بنایا جاتا ہے، جو داداگری کر کے مسجد کو لڑائی جھگڑے اور بدعات کا مرکز بنا دیتے ہیں۔ کعبۃ اللہ میں باب العمرہ یا باب السلام سے بسم اللہ پڑھ کر داخل ہوں، نہایت آدب سے نگاہیں نیچی رکھتے ہوئے داخل ہوں، جوں ہی نگاہیں خانہ کعبہ پر پڑیں تو صدائے توحید بلند کریں۔ **اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ** اندر داخل ہونے کے بعد تلبیہ بند کر دیں۔

حطیم مقدس

یہ کعبۃ اللہ ہی کا ایک حصہ ہے، جو تعمیر ابراہیمؑ کے وقت کعبہ میں شامل تھا، مگر قریش نے مال حلال کی کمی اور معاشی تنگی کی وجہ سے اسے بے تعمیر ہی چھوڑ دیا، جو آج حطیم کے نام سے جانا جاتا ہے، رکن عراقی ورکن شامی کے درمیانی ایک نصف دائرہ دیوار کا اندرونی حصہ جو دیوار کعبہ سے متصل ہے، حجرِ اسماعیلؑ یا حطیم اسے ہی کہتے ہیں، حضرت ابراہیمؑ نے یہیں پر بی بی ہاجرہؓ اور اسماعیلؑ کے لئے ایک چھپر بنا کر رکھا تھا، اس میں داخل ہونا درحقیقت کعبہ کے اندر جانے کے برابر ہے، اس جگہ کی عبادت کی بڑی فضیلت ہے، یہاں جی بھر کر دعا مانگنا چاہئے، اس میں فرض نماز نہیں پڑھی جاتی، لوگ صرف نفل نماز پڑھتے ہیں۔ اس میں نماز پڑھنا کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے برابر ہے۔ اللہ کے رسولؐ کی خواہش تھی کہ اس کو کعبۃ اللہ کے ساتھ ملا دیا جائے، فتح مکہ کے بعد لوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے، ان میں غلط فہمی پیدا نہ ہونے کی غرض سے آپؐ نے اسے کھلا ہی چھوڑ دیا۔

❁ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں بیت اللہ کے اندر داخل ہو کر نماز پڑھنے کی شدید خواہش رکھتی تھی، رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے حطیم مقدس میں داخل کر کے فرمایا تم بیت اللہ کے اندر داخل ہونا چاہتی ہو تو یہاں داخل ہو کر نماز پڑھو۔ یہ حصہ بیت اللہ میں داخل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے گویا اپنی حکمت سے عام حاجی کے لئے کعبۃ اللہ کے اندر نماز ادا کرنے کی سہولت رکھ دی ہے ورنہ ہر حاجی کعبۃ اللہ کے کمرہ کے اندر جانے کی خواہش رکھتا تھا۔ اور اس کی یہ خواہش حطیم کے ذریعہ پوری کر دی جا رہی ہے، حطیم میں عاشقوں کا ہجوم رہتا ہے مگر لوگوں کو تکلیف دے کر اندر جانے کی کوشش کرنا گناہ ہے، لوگ اندر جانے کے لئے سخت مجاہدہ کرتے ، اگر سہولت اور آسانی سے جانے کا موقع ملے تو جانا چاہئے ، ورنہ لوگوں کو ڈھکیل کر عورتوں کو دبا کر جانا گناہ کی بات ہے، حطیم ہی میں میزاب رحمت بھی ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے جو شخص میزاب رحمت کے نیچے دعا کرے گا اس کی دعا قبول ہوگی میزاب رحمت ایک نالی ہے، جو کعبہ کی چھت پر گرنے والے پانی کو حطیم میں گراتی ہے۔

احرام

یہ شہنشاہ دوعالم کے دنیوی دربار میں حاضری کا یونیفارم ہے۔احرام دوبغیر سلی چادریں ہیں، انسان لباس کے ذریعہ بھی اپنے نفس کو موٹا کرتا ہے اس لباس کے پہننے میں نفس کی مخالفت ہوتی ہے، غرور تکبر، دکھاوا اور نام ونمود مر جاتا ہے احرام کے استعمال سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حاجی نفس کا بندہ اور غلام نہیں احرام انسانی مساوات کا بہت بڑا درس ہے اس کے پہننے کے بعد نہ کوئی بڑا رہتا اور نہ کوئی چھوٹا رہتا ہے، یہ حضرت ابراہیمؑ کی بدویانہ زندگی کی یاددلاتا ہے، جب آپ ہجرت کر کے یہاں آئے تو احرام یعنی بغیر سلے لباس کو پہنا۔ یہ بے سلا لباس ہمیں اس لباس کی بھی یاد دلاتا ہے جسے آدمؑ وحوّاؑ نے اپنی زندگی میں پہلی بار اس وقت زیب تن کیا تھا جب ان سے بھول ہوگئی اور وہ بے لباس ہوگئے تھے، پھر انہیں اپنی غلطی پر ندامت ہوئی تو انہوں نے توبہ کی، انہیں ایسا ہی بے سلا لباس فراہم کیا گیا کہ وہ اپنی ستر پوشی کرسکیں۔ احرام کی مشابہت کفن سے بھی ہوتی ہے، پیدا ہونے والے بچے کو اسی طرح کپڑے میں لپیٹ دیا جاتا ہے، میت کا لباس اور آخرت کا سفر بھی اسی لباس میں ہوتا ہے۔ یہ لباس پہن کر انسان حضرت ابراہیمؑ واسماعیلؑ کی یادوں میں کھو جاتا ہے احرام پہنتے ہی تلبیہ کی کثرت کرنی چاہئے۔

حج میں انسان کی وہ تمام ظاہری سجاوٹ اور بناوٹ کو ہٹا کر یہ احساس پیدا کرایا جاتا ہے کہ اپنے تمام لباس چھوڑ دو ایک ہی لباس میں آجاؤ جس سے یہ احساس دلانا بھی مقصود ہے کہ سب انسان خدا کی نظر میں برابر ہیں احرام میں ہر قسم کی زینت سے پرہیز کرنا ہے احرام کی وجہ سے حاجی پر وہ تمام چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جو دنیوی راحت، آسائش، زیب وزینت کا ذریعہ تھیں اس لئے اس کو احرام کہتے ہیں، انسان احرام کی حالت میں عام زندگی سے نکل کر ایک خاص حالت میں آجاتا ہے اور اس پر بعض چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جو دنیوی زندگی میں جائز تھیں، خوشبو کا استعمال نہ کریں، لڑائی جھگڑا نہ کریں، جھوٹ اور غیبت سے دور رہیں گالی نہ دیں فحش باتیں نہ کریں، عورت سے مباشرت یا بوس وکنار نہ کریں، تیل نہ لگائیں، سلے ہوئے کپڑے نہ پہنیں، ٹوپی شملہ نہ پہنیں، موزے نہ پہنیں، بند جوتے نہ پہنیں، بدن کے کسی حصے کے بال نہ نکالیں ناخن اور مونچھیں نہ ترشوائیں، شکار نہ کریں درخت کی شاخ تک نہ توڑیں، خوشبودار

صابن استعمال نہ کریں، بعض لوگ حجر اسود پر اور کعبہ پر عطر یا مشک ڈالتے ہیں جو ہاتھوں کو یا چہرے کو لگ سکتی ہے کعبہ کی خوشبو کو دستی وغیرہ میں رگڑ کر دستی محفوظ کرتے ہیں یا سونگھتے ہیں اس سے احتیاط کرنی چاہئے۔

عورتیں احرام کی حالت میں چونکہ چہرہ نہیں چھپاتیں، اس لئے حج کے بعد بھی بے شعوری کے ساتھ پھرتی رہتی ہیں، مردوں سے علحدہ رہیں، حطیم میں داخل ہونے یا ملتزم سے چمٹنے اور حجر اسود کو بوسہ دینے کو، مردوں کے درمیان نہ گھسیں، زور اور طاقت نہ لگائیں، اس سے بے ادبی اور گناہ ہوجائے گا، الٹا ثواب کے بجائے گناہ ہوگا۔ ہوسکے تو احرام میں ایک چادر زائد رکھ لی جائے تاکہ ایک خراب ہونے پر بدلی جاسکے۔

❁ حالت احرام میں عورتیں سلے ہوئے کپڑے پہنیں، سر کو ڈھانک لیں اور چہرہ کو کھلا رکھیں، سر کے بالوں کو رومال سے باندھ لیں۔

❁ ہوائی جہاز میں بیٹھنے سے دس منٹ پہلے ضرورت سے فارغ ہوجائیں، ورنہ ہوائی جہاز میں طہارت کی دقت ہوتی ہے، صحیح طور پر طہارت نہیں لے سکتے، احرام خراب ہوسکتا ہے۔

❁ ہوائی جہاز میں بیٹھنے تک شربت یا کوئی پھل پھلاری نہ کھائیں، ورنہ پیشاب پاخانہ آسکتا ہے، احرام کی حالت میں تکلیف ہوگی، کوشش کیجئے کہ ہوائی جہاز میں طہارت کی ضرورت ہی نہ پڑے۔

❁ عموماً عازمین کرام ہوائی جہاز میں سوجاتے ہیں اور غفلت میں احرام کا کپڑا چہرے اور سر پر آسکتا ہے۔ جب کہ احرام کی حالت میں چہرہ اور سر کے اوپر کپڑے ڈالنا ممنوع ہے، احتیاط کریں۔

❁ احرام کی حالت میں دنیاوی باتیں نہ کریں، زیادہ سے زیادہ تلبیہ پڑھتے رہیں۔

تلبیہ

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ ،اِنَّ الْحَمْدَوَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ،لَاشِرِیْکَ لَکَ ٥

ترجمہ: میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں (ہاں) میں حاضر ہوں، آپ کا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، سب تعریف آپ کیلئے اور تمام نعمتیں آپ ہی کی ہیں اور بادشاہت میں آپ کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔

حاجی جب **لبیک لبیک** کہتا ہے تو وہ اپنے مالک کا دیوانہ اور غلام نظر آتا ہے۔ یہ وہ کلمات ہیں جو حضرت ابراہیمؑ کی اللہ کے ساتھ اطاعت و بندگی کی نقل کرا کر ایک حاجی کو بھی اسی طرح اطاعت و بندگی بجالانے کی مشق و تربیت کرائی جارہی ہے، جب بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا، یہاں تک کہ خواب میں اشارہ کیا، تب بھی آپ نے **لبیک اللھم لبیک** حاضر ہوں اے میرے مالک حاضر ہوں کہہ کر گویا دوڑے اور اس حکم کو پورا کیا، بالکل اسی طرح ایک حاجی کو نہ صرف حج کے ایام میں، بلکہ زندگی کے ہر قدم پر ہر شعبہ میں اٹھتے، بیٹھتے، چلتے پھرتے اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو پورا کرنے کیلئے **لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک** کہتے ہوئے دوڑنا اور تڑپنا چاہئے، کہ اے اللہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں تیرے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے، میں سوائے تیری غلامی بندگی اور عبدیت کے کسی کی غلامی نہیں کرونگا، اور تیری اس عبدیت و بندگی میں کسی کو شریک نہیں کرونگا، اس کو اس مثال سے یوں سمجھئے (مثال رہبری کیلئے ہے برابری کیلئے نہیں) ایک ماں باپ جب اپنے بچے کو آواز دیتے ہیں، حکم دیتے ہیں اور پکارتے ہیں تو فرمانبردار، اطاعت گزار، ماں باپ سے محبت کرنے والا، ادب و احترام کرنے والا بچہ فوراً دوڑتا، اور یہ کہتا ہوا بھاگا چلا آتا ہے کہ ابا یا امی میں حاضر ہوں، ہاں میں حاضر ہوں، میں آپ کی فرمانبرداری اور اطاعت کرنے کو حاضر ہوں، آپ کے علاوہ میرا کوئی سرپرست نہیں، دوسروں کی اطاعت آپ کی اطاعت کے بعد کرونگا اور آپ کی اطاعت کے تحت کرونگا، فرمائیے کیا حکم ہے میری امی، ابا؟ میں حاضر ہوں۔ بس

قریب قریب **لبیک اللھم لبیک لاشریک لک لبیک** اسی قسم کے ایک فرمانبردا، اطاعت گزار، محبت رکھنے والے بندے کو اللہ تعالیٰ سے جڑنے اور وابستگی اختیار کرنے کی تربیت اور مشق ہے۔

دنیا کی زندگی میں کوئی بادشاہ، صدر یا وزیر اعظم اپنے ماتحتوں، غلاموں اور افسروں کو پکارتے ہیں، بلاتے ہیں جس کا ہم اپنی حکومتوں میں ہر روز نظارہ کرتے رہتے ہیں، بادشاہ کے پکارنے اور حکم دینے پر یا صدر کے بلانے پر انکے غلام اور افسر چاروں طرف سے دوڑتے ہوئے بڑے تعظیم اور ادب واحترام کے ساتھ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوجاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سرکار ہم حاضر ہیں، حکم فرمائیے ہم حاضر ہیں، آپ کے حکموں کو بجالانے کیلئے، بس یہی مفہوم قریب قریب **لبیک اللھم لبیک** کا ہے۔

دنیا کے کاروبار میں کوئی فرمانبردار بیٹا اپنے باپ کی اور کوئی غلام اپنے آقا کی، حاضر ہوں میرے آقا حاضر ہوں میرے آقا کہہ کر نافرمانی، بغاوت، لاپرواہی، اور غفلت یا دیر نہیں کرتا، جب دنیا کے ادنیٰ مجازی مالک اور آقا کی اطاعت وفرمانبرداری دوڑ کر بغیر کسی تاخیر کے کی جاتی ہے، وقت کو ضائع کیے بغیر کی جاتی ہے، ناراضگی اور تکالیف کو سوچے بغیر کی جاتی ہے، تو پھر احکم الحاکمین اور شہنشاہ کائنات کی فرمانبرداری اور غلامی تو اس سے بھی تیز بجلی کی طرح کرنی چاہئے، دینا کے معمولی حکمرانوں اور افسروں کا حکم تیزی سے سنا اور مانا جاتا ہے اور اس کے سامنے ادب سے ٹھہر کر اس کے حکموں کو سنا اور پورا کیا جاتا ہے تو مالک الملک کا حکم **لبیک اللھم لبیک** کے الفاظ ادا کرنے کے بعد، حج کے ایام میں وعدہ اور اقرار کرنے کے بعد پھر واپس آکر تیزی اور پھرتی کیوں نہیں دکھائی جاتی، دنیا کے مالک کا ڈر خوف تو کیا جاتا ہے مالک حقیقی سے ڈر خوف کیوں کمزور ہوجاتا ہے، کیوں مالک حقیقی کے حکموں کو نظر انداز یا جان بوجھ کر خلاف ورزی کیجاتی ہے، جبکہ تلبیہ کے یہ خاص الفاظ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک قسم کا عہد و پیمان ہے کہ میں آج حاجی بن کر یہاں آیا ہوں اور تلبیہ کے الفاظ میں آپ کی خالص توحید اور عبدیت اور بندگی کا اقرار کر رہا ہوں، اب حج سے عمرہ سے واپس جا کر زندگی کے باقی حصے میں اے میرے اللہ کسی قسم کا شرک نہیں کرونگا اور آپ کے ہر حکم پر ایسے ہی دوڑوں گا جیسے آج آپ کے گھر کی طرف اور منیٰ اور عرفات کی طرف دوڑ رہا ہوں اور قربان ہو رہا ہوں۔

ذرا غور کیجئے! تلبیہ کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ ''حمد'' ''نعمت'' اور ''ملک'' کا حاجی سے بار بار اقرار کروا رہا ہے، گویا اپنی تمام صفات کو چھوڑ کر صرف شہنشاہِ کائنات اور مالک کائنات یعنی ملکیت اور حاکمیت کی صفت کا اقرار کرایا جارہا ہے اور شاید حاجی اس صفت کا کبھی اپنی زندگی میں اتنا اقرار نہیں کرتا جتنا تلبیہ اور احرام کی حالت میں کرتا ہے، تلبیہ کے ذریعہ حاجی بار بار لفظ ''ملک'' بول کر اللہ جل شانہ کی ملکیت اور حاکمیت کو دل وجان سے مان رہا ہے اور اقرار کر رہا ہے کہ یہ پوری کائنات حقیقت میں آپ کی مِلک ہے اور آپ ہی اس کے حقیقی بادشاہ اور مالک ہیں، کائنات کی ایک ایک چیز آپ کی مملوک ہے، غلام ہے، میں بھی ان کی طرح آپ کا غلام، بندہ اور مملوک ہوں، جان بھی میری نہیں مال بھی میرا نہیں، اس لئے سوائے آپ کے میں کسی کو اس کائنات کا شہنشاہ اور حاکم نہیں مانتا، اس کیلئے ہماری کتاب '' **اللہ ہی حقیقی مالک اور بادشاہ ہے** '') دیکھئے، وہ دل ودماغ سے غیر اللہ کی حاکمیت کو نکال دیتی ہے

اے مالک کائنات اے شہنشاہ کائنات حمد بھی آپ کیلئے ہے اور نعمتیں بھی آپ ہی کی ہیں، آپ نے اپنی مخلوقات کی پرورش کیلئے جو جو چیزیں بنائیں اور جن جن چیزوں سے پرورش کرر ہے ہیں، وہ صرف آپ ہی کا کمال ہے، آپ ہی کی خوبی ہے، اس جیسی تخلیق اور اس جیسی پرورش کوئی نہیں کرسکتا، اس لئے تعریف یعنی حمد کے لائق بھی آپ ہی ہیں اور ان تمام نعمتوں پر شکر کے لائق بھی آپ ہی ہیں کائنات میں تمام نعمتیں صرف آپ کی ہیں۔

اے اللہ میں تلبیہ کے ذریعہ اقرار اور عہد کرتا ہوں کہ واپس جا کر آپ کی نعمتیں استعمال کرتے ہوئے آپ کا شکر گزار بندہ بن کر رہوں گا، ناشکرا نہیں بنوں گا، اس تلبیہ کے ذریعہ اے اللہ میں جان گیا کہ ساری کائنات مملوک اور غلام ہونے کے ناتے تیری ہی اطاعت وغلامی میں زندگی گزار رہی ہے، تیرے سوا کسی کی غلامی نہیں کرتی۔ اسی طرح مجھے بھی مملوک وغلام ہونے کے ناتے تیری ہی غلامی وبندگی کرنا ہے۔ یہی تیری صحیح بندگی ہے اور میری زندگی کا مقصد ہے، اس تلبیہ نے مجھے حضرت ابرہیمؑ اور ان کے اہل وعیال کی اطاعت وغلامی کا سبق یاد کرادیا، میں بھی ان ہی کی طرح اطاعت کرونگا اور نفس کو اور دوسری چیزوں کو شامل نہ کرونگا، جب حاجی شعوری طور پر اللہ تعالیٰ کو حاکم اور مالک حقیقی سمجھے گا تو کسی کام میں اپنے آپ کو آزاد

اور خود مختار نہیں سمجھے گا۔ ہر چیز کا استعمال، ہر عمل اور ہر کام مالک کی مرضیات پر پورا کریگا۔اس کو حج کے ایام میں یہ بھی تربیت ملتی ہے کہ جہاں اس کا مالک اس کو نماز ادا کرنے کو کہے ادا کریگا، جہاں دو نمازیں ملا کر پڑھنے کو کہے ملا کر پڑھیگا، جہاں جس وقت نکلنے کو کہے نکلے گا۔

❁ تلبیہ کے ذریعہ حاجی یہ بھی اقرار کرتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ تو ذات میں بھی اکیلا ہے، صفات میں بھی اکیلا ہے، حقوق واختیارات میں بھی اکیلا ہے، تیری اس ملکیت اور شہنشاہیت اور قدرت میں کوئی دوسرا شریک نہیں، حمد، تعریف اور شکر سوائے تیرے کسی کے لئے سزاوار نہیں، اس لئے کہ تو ہی مالک الملک ہے۔تلبیہ کے ذریعہ باشعور حاجی اپنے ایمان کو تازہ اور مضبوط کرتا ہے، اور بے شعور حاجی اس عہد کو بھول کر پھر غفلت کی زندگی گزارتا ہے اور کلمہ پڑھ کر بھی شرک میں گرفتار رہتا ہے۔

❁ حاجی احرام کا لباس پہنتے ہی تلبیہ کہنا شروع کر دیتا ہے، **لبیک** کہنا اس پکار کا جواب بھی دینا ہے، جب خانہ کعبہ کی تعمیر مکمل ہو جانے کے بعد حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کے حکم سے آواز دی تھی، آج سے چار ہزار سال پہلے کہ (لوگو! اس گھر کا حج کرو)۔تلبیہ دراصل حاجی کا روحانی ترانہ ہے، یہ ترانہ توحید ہے، فرشتے انسانوں کے اس روحانی ترانے کو سن کر فرط مسرت سے عش عش کرتے ہوں گے، **اللھم لبیک** کے ذریعہ اس کو بندگی کا مزاج ملتا ہے

❁ حضرت سیدنا سہیل بن سعدؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر تلبیہ کہنے والا (حج وعمرہ میں) جب تلبیہ کہتا ہے تو اس کے دائیں اور اس کے بائیں پتھر، درخت اطراف کی زمین سب مل کر تلبیہ کہتے ہیں۔(ترمذی۔۹۲۸) گویا تمام پہاڑ اور ریت کے دانے تلبیہ کہتے ہونگے۔

❁ پھر خوب اچھی طرح یاد رکھیے کہ حاجی **لبیک** کے ذریعہ اللہ سے عہد اور وعدہ کرتا ہے کہ جب بھی اس کو خدا کے دین کا کام کرنے کیلئے بلایا جائے وہ حاضر ہوگا، جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسماعیلؑ کی قربانی کے لئے آواز دی تو حضرت ابراہیمؑ نے خواب میں **لبیک** کہا، یہی صدا حج میں اٹھتے بیٹھتے لگائی جاتی ہے، یہ چار ہزار سال پہلے کا ترانہ ہے، حالت احرام میں چلتے پھرتے تلبیہ کی کثرت رکھیے۔احرام نکال دینے کے بعد، حرم مکہ میں کلمہ طیبہ کی بھی کثرت رکھیے۔

تلبیہ میں ملک کا اقرار کروا کر ایک حاجی کو یہ تعلیم دی جا رہی ہے کہ کائنات پر حقیقی بادشاہت اللہ کی ہے (اور انسان زمین پر خلیفۃ اللہ بنا کر بھیجا گیا) لہٰذا وہ اللہ کے قانون کو زمین پر نافذ کر کے زندگی گزارے اور اللہ کے قانون کا پابندر ہے، جب وہ اقرار کر رہا ہے کہ کائنات کا حقیقی بادشاہ اللہ ہی ہے تو ہر جگہ اللہ کا قانون چلے، وہ خلیفۃ اللہ ہونے کے ناتے نہ اپنے خود ساختہ قانون چلائے، نہ کسی دوسرے انسانوں کے بنائے ہوئے قانون کو لاگو کرے اگر وہ خدا کی زمین پر اپنا قانون یا دوسرے انسانوں کا قانون نافذ کر کے زندگی گزار رہا ہو یا اپنے چھ فٹ کے جسم پر اپنی مرضی کا قانون چلا رہا ہو یا زندگی کے کاروبار میں اپنی بڑائی اور حکومت چلا رہا ہو تو یہ اقرار اسکا غلط ہو جائے گا اور اللہ سے غداری ہوگی۔اگر وہ کتاب پر ایمان رکھتا ہے اور اللہ کو ملِک مانتا ہے تو اللہ کے بنائے ہوئے قانون کو زمین پر نافذ کرنا اور اپنے اوپر اور زندگی کے تمام کاروبار میں نافذ کرنا صحیح معنی میں اللہ کو ملِک ماننا ہے۔

طواف

خانہ کعبہ کے اطراف چکر لگانے کو طواف کہتے ہیں، جس طرف حجر اسود ہے اس کو استلام کر کے یعنی رکن یمانی سے طواف شروع ہوکر اسی پر ختم ہو تو ایک چکر مکمل ہوتا ہے، اسلام نے نماز، روزہ، زکوٰۃ، خیر خیرات، ذکر، صدقات اور دوسری عبادتوں کیلئے کوئی خاص جگہ کی قید نہیں رکھی، کہیں بھی ادا کی جاسکتی ہیں، لیکن طواف ان عبادتوں میں سے ہے جو خاص جگہ کے ساتھ مخصوص ہے، سوائے خانہ کعبہ کے دنیا میں کسی گھر کا بھی طواف نہیں کیا جاسکتا، طواف حج اور عمرہ کے ارکان میں سے ہے، یہ عبادت صرف مسجد حرام کے حدود میں ہی انجام دی جاسکتی ہے، اس کے علاوہ دنیا کے کسی اور خطہ میں طواف کرنا گناہ ہے، مشرک اور بت پرست اپنی عبادت گاہوں کے اطراف پھرتے ہیں۔طواف کو عبادتوں میں ایک خصوصی امتیاز حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ بیت اللہ شریف میں حاضری کے وقت نماز تحیۃ المسجد ادا کرنے کے بجائے طواف تحیۃ کرنے کا حکم ہے، یعنی مسجد حرام میں داخل ہونے کے بعد (اگر کوئی مجبوری نہ ہو تو) سب سے پہلے اس گھر کا طواف کیا جائے۔اس کے بعد دیگر

مشاغل میں مصروف ہو جائے۔

❁ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ خانہ کعبہ کا طواف بھی گویا نماز ہے۔صرف فرق یہ ہے کہ تم اس میں بول سکتے ہو،مگر نیک بات کے سوا اس حالات میں کچھ اور نہ بولو(ترمذی نسائی،دارمی وحاکم)

❁ ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ طواف کے دوران جو شخص گفتگو کرے تو اسے صرف خیر ہی کی گفتگو کرنی چاہیے۔(ترمذی)

❁ کعبہ کا طواف کر کے اللہ کے ساتھ وفاداری کا اظہار کرنا ہے،مگر بدنصیبی سے کچھ لوگ ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود دنیا بھر میں قبروں،درگاہوں،مزاروں اور چھلوں کا طواف کرتے پھرتے ہیں۔

❁ قرآن کریم میں جن دو جگہوں پر بیت اللہ شریف کو شرکیہ باتوں اور ظاہری نجاستوں سے پاک وصاف رکھنے کا حکم ہے، اس میں پہلے نمبر پر طواف کرنے والوں کو رکھا گیا۔ارشاد خداوندی ہے(البقرہ ۱۲۵) اور ہم نے ابراہیمؑ واسماعیلؑ کو پابند کیا کہ میرا گھر صاف ستھرا رکھو، طواف کرنے والوں،اعتکاف کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں کیلئے۔(سورۃ الحج ۲۶) میں بھی اسی طرح کی ہدایات ہیں۔

❁ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیت اللہ میں ہر روز ایک سو بیس رحمتیں نازل ہوتی ہیں، جن میں ۶۰ رحمتیں صرف طواف کرنے والوں کے ساتھ خاص ہیں۔(بیہقی شعب الایمان۔۴۰۵۱)

❁ طواف کے دوران بلند آواز سے یا اجتماعی شکل میں دعائیں کرنا مکروہ ہے۔

❁ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص بیت اللہ کے سات چکر لگائے اور دوران طواف کوئی لغو کام نہ کرے تو یہ عمل ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہوگا۔(طبرانی)

❁ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص بیت اللہ کا طواف کر کے دو رکعتیں ادا کرے تو اسے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا۔(ابن ماجہ)

❁ طواف میں ہر ہر قدم پر نیکیوں کی بہتات ہے، سیدنا حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے

روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: طواف میں ہر قدم اٹھانے اور رکھنے پر دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ دس برائیاں مٹائی جاتی ہیں، اور اس کے دس درجات بلند کئے جاتے ہیں (مسند احمد: ۳/۳)

❁ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بیت اللہ کا طواف کرے اور اس کے دوران سوائے **سُبْحَانَ اللّٰہ ،وَالْحَمْدُ لِلّٰہ ،وَلَا اِلٰہَ اِلا اللّٰہُ ،وَاللّٰہُ اَکْبَرُ،** کے کوئی بات نہ کرے تو اس کے دس گناہ مٹا دئے جاتے ہیں اور اس کیلئے دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں ،دس مراتب بلند کردیے جاتے ہیں اور جو طواف کے دوران بے جا گفتگو کرے تو وہ رحمت میں صرف قدم رکھ کر چلنے والا ہے، جیسا کہ کوئی شخص (تھوڑے) پانی میں قدم رکھے۔ اس روایت میں خاص طور پر یہ بات سمجھائی جارہی ہے کہ دوران طواف زیادہ تر ذکر میں مشغول رہنا چاہئے اور بلا ضرورت بات چیت اور گپ شپ نہیں کرنی چاہئے ورنہ ثواب میں یقیناً کمی آجائے گی۔

❁ دوران طواف عمداً کعبۃ اللہ کو دیکھنا اور پیٹھ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (انوار مناسک)

❁ طواف کے پورے سات چکر بغیر کسی تاخیر کے پورا کرنا سنت ہے۔ (انوار مناسک)

❁ دوران طواف سینہ کعبہ کی طرف نہ کریں۔ (شامی ۳/۵۰۶)

❁ طواف باوضو کرنا ہوگا۔ (صحیح بخاری) اور حطیم کے باہر سے کرنا ہوگا۔ (ترمذی)

❁ طواف کا آغاز حجر اسود سے کرنا ہوگا۔ (ترمذی)

❁ ایک روایت میں ہے کہ جو شخص بیت اللہ کا پچاس مرتبہ طواف کرے تو وہ گناہوں سے ایسے پاک ہوجاتا ہے جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ (ترمذی۔ ۸۶۶)

طواف کی عبادت میں خاص طور پر بندے کی اپنے مالک سے محبت کا معیار نظر آتا ہے، جس طرح ایک عشق کرنے والا اپنے محبوب کے علاقے سے گزرتا ہے تو ہر ہر چیز اس کو پیاری ہوتی ہے، کچھ اسی طرح کے جذبات طواف کرنے والے کے ہوتے ہیں، وہ اللہ کے ذکر کے ساتھ اسی کی یاد کو لئے اس گھر کے چکر لگاتا ہے اور اسی کی یاد میں گم رہتا ہے۔

کعبہ کا طواف یہ اس بات کا ایک حاجی کی طرف سے عملی اقرار ہے کہ دنیا کی ہر چیز اپنے اپنے دائرے میں گردش کررہی ہے اور اللہ نے جو حدود مقرر کردیے وہ ان حدود سے باہر

نہیں نکلتے۔اسی طرح اللہ نے میرے لئے شریعت کے جو حدود مقرر کیے ہیں،اس دائرہ سے وہ بھی باہر نہیں نکلے گا اور جس طرح وہ طواف میں کعبۃ اللہ کے گرد گھوم کر اپنی وفاداری اور فرمانبرداری کا اظہار کر رہا ہے،اسی طرح وہ یقیناً زندگی میں اللہ کا وفادار بندہ بن کر رہے گا۔

حاجی کعبہ کا طواف کر کے بار بار اس بات کی مشق اور تربیت حاصل کرتا ہے کہ جس طرح وہ اللہ کے گھر کے اطراف پھر کر اپنی غلامی کا اظہار کر رہا ہے،اسی طرح زندگی بھر قرآن وحدیث کے احکام کے اطراف پھر کر اللہ کی غلامی اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع کریگا۔

❁ رکن یمانی سے گزرتے وقت دعا کرنا یہ دعا کی قبولیت کا مقام ہے۔

❁ ایک روایت میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: رکن یمانی پر ۷۰ فرشتے مقرر ہیں۔ جو یہ دعا پڑھے: **اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ،رَبَّنَا اٰتِنَافِی الدُّنْیَاحَسَنَۃً وَّفِی الْآخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَاعَذَابَ النَّارِ o** (ابن ماجہ:۲۹۵۷)وہ تمام فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں،اسلئے طواف کے ہر چکر میں خصوصاً رکن یمانی پر پہنچ کر یہ دعا پڑھتے رہیں

حجر اسود

حجر اسود کعبۃ اللہ کی دیوار میں چاندی کے فریم میں ڈیڑھ میٹر کی بلندی پر نصب ہے ۔یہ ایک جنتی پتھر ہے، جسے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرئیلؑ نے سیدنا ابراہیمؑ کو تعمیر کعبہ کے وقت لا کر دیا تھا،حضرت ابراہیمؑ نے اسے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کعبۃ اللہ کی دیوار میں نصب کر دیا۔حجر اسود ناہموار مگر چمکدار سیاہ سرخی مائل بیضوی شکل کا ایک پتھر ہے۔حجر اسود کے لفظی معنی کالے پتھر کے ہیں۔حضرت ابراہیمؑ کے زمانے کا ایک بھی پتھر آج وہاں موجود نہیں، سوائے حجر اسود اور مقام ابراہیمؑ کے پتھروں کے۔حجر اسود کو اہل عرب نے بھی زمانے جاہلیت میں بڑے احترام سے رکھا۔جب یہ جنت سے اتارا گیا اس وقت دودھ سے زیادہ سفید تھا۔پھر انسانوں کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا۔(ترمذی:۸۷۷)

اللہ تعالیٰ نے اسمیں انسانوں کے گناہ جذب کرنے کی صلاحیت رکھی ہے،چنانچہ یہ انسانوں کے گناہ چوستے چوستے رفتہ رفتہ سیاہ ہو گیا،پہلے یہ کوہ ابوقبیس پر تھا تو اس کی چمک سے راستے منور

ہوجاتے تھے، زمانہ جاہلیت میں تعمیر کعبہ کے وقت خاص حالات کے تحت اللہ تعالیٰ نے حجر اسود کو سرداران قریش کے درمیان رسول اللہ ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے نصب کروایا۔

حجر اسود کو ایک ضعیف روایت میں زمین پر خدا کا ہاتھ کہا گیا **یمین اللہ فی الارض** یہ حقیقی معنوں میں نہیں، تمثیل کے معنوں میں ہے، ورنہ اللہ کی کوئی مثل و مثال ہی نہیں، حجر اسود شعائر اللہ ہے، یہ طواف کے شروع اور ختم کا نشان بھی ہے۔ کعبہ کا ہر طواف حاجی یہیں سے آغاز کرتا اور ایک چکر یہیں پر مکمل کرتا ہے، اس کے بالمقابل کھڑے ہوکر کھلے ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کریں، پھر ہتھیلی کو چومیں، اسکو استلام کہتے ہیں، یا ممکن ہو اگر بوسہ دے سکتے ہوں یا چھو سکتے ہوں تو بوسہ دیں یا چھوئیں، ورنہ صرف ہاتھ اوپر اٹھا کر استلام کریں، ہتھیلی کو چومیں اور پھر **بسم اللہ اللہ اکبر** کہہ کر طواف کا چکر شروع کریں۔ (شامی: ۴۴۶/۳)

طواف خدا پر نچھاور ہونے کی مثال ہے، خانہ کعبہ کے ہر طواف میں حجر اسود کا استلام کریں، یہ دراصل خدا سے کیے ہوئے عہد وغلامی کی تجدید ہے، یہ دراصل عہد کا مصافحہ ہے، یہ وہ پتھر ہے جسے حضرت ابراہیمؑ واسماعیلؑ، بی بی ہاجرہؓ اور رسول اللہ ﷺ اور حضور ﷺ کے صحابہؓ اور کئی پیغمبروں نے بوسہ دیا، ہاتھوں سے اسے چھوا۔

❁ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حجر اسود قیامت کے دن اپنے بوسہ لینے، استلام کرنے والوں کے حق میں سفارش کریگا اور اس دن اللہ اس کو زبان اور ہونٹ عطا فرمائیں گے۔ (ترمذی ۸۸۷)

❁ حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا: حجر اسود کو اپنے عمل خیر کا گواہ بنالو، کیوں کہ قیامت کے دن یہ سفارشی بن کر (اللہ کے دربار میں) اپنے استلام کرنے والوں کیلئے سفارش کریگا۔ انسان کو گویا جنت کی ایک چیز کو دنیا میں چھونے، بوسہ دینے اور مس کرنے کا موقع دیا گیا۔

❁ حضور ﷺ سے حجر اسود کا بوسہ دیتے وقت رقت وزاری بھی ثابت ہے حضورؐ نے فرمایا: جو شخص حجر اسود کو ہاتھ لگائے تو گویا وہ اللہ سے مصافحہ کررہا ہے۔ (ابن ماجہ۔ ۲۹۵۷)

بھیڑ کا موقع نہ ہو اور سہولت سے بوسہ لینا ممکن ہو تو قریب جا کر بوسہ لیں، اگر بھیڑ زیادہ ہو تو دور ہی سے استلام کرلیں، یہ بھی بوسہ کے برابر ہے، دوسروں کو ڈھکیل کر دھکا دیکر تکلیف پہونچا کر اپنا مذہبی جنون اور جوش کا اظہار کرنا جہالت حرام اور بدتمیزی ہے۔ ایذائے

مسلم حرام ہے،صرف ایک مستحب عمل کی خاطر حرام عمل اختیار نہ کریں، یہ نہ بھولیں کہ یہ شہنشاہ دوعالم کا دنیوی دربار ہے۔اس طرح کا عمل بے ادبی کہلائیگا اور اللہ کے دربار کے آداب کے خلاف ہوگا۔ یہ پتھر ایک پتھر ہے،جس میں کوئی غیبی طاقت نہیں،ایک یادگار پتھر ہے اس کو بوسہ نہ دینے یا نہ چھونے اور اشارہ نہ کرنے سے حج کے ادا کرنے میں کوئی نقصان لازم نہیں۔

❁ پتھر کو بوسہ دینا یہ بات سمجھ سے باہر کی ہے،حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے تجھ میں نفع ونقصان کی طاقت نہیں،اگر اللہ کے رسول ﷺ تجھے بوسہ نہ دیتے تو ہم بھی بوسہ نہ دیتے ۔(بخاری) چونکہ حضورؐ نے بوسہ دیا ہے، اسلئے ہم دے رہے ہیں۔اس سے یہ تعلیم ملتی ہے کہ دین کی کوئی بات عقل میں نہ آئے تو عقلی گھوڑے دوڑا کر گمراہ نہ ہوں؛ بلکہ رسول ﷺ کی اتباع میں کرتے ہوئے زندگی گزاریں،حجر اسود کو بھی محض حضورؐ کے بوسہ دینے کی نقل میں بوسہ دیا جائے،اور ہر وہ کام جسے حضورؐ نے کیا ہے عبادت سمجھا جائے۔

❁ ایک روایت میں ہے کہ حجر اسود اور مقام ابراہیم جنت کے یاقوتوں میں سے دو یاقوت ہیں،اگر اللہ ان کی روشنی کو ختم نہ فرماتا تو یہ پوری زمین وآسمان کو روشن کردیتے۔(ترمذی)

❁ کچھ نا مناسب حالات کی وجہ سے حجر اسود ٹوٹ گیا اور اسکے آٹھ ٹکڑے ہوگئے بڑا ٹکڑا کھجور کے برابر ہے ان ٹکڑوں کو جوڑ کر نصب کیا گیا۔

ملتزم

❁ حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان کی جگہ ہے۔رسول اللہ ﷺ سے لے کر آج تک نہ معلوم کتنے صحابہؓ، کتنے اولیاء، کتنے محدثین اور کتنے علماء ومشائخ نے یہاں آنسو بہائے اور رو رو کر تڑپ کے ساتھ دعاء کی اور کعبہ کی چوکھٹ اور دیوار پر اپنے چہرے رکھ کر دعائیں کیں، یہ ان کی دعا مانگنے کی مخصوص جگہ تھی اور ہے۔

❁ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ رب العزت کی قسم !میں نے جب کبھی ملتزم کے پاس دعا کی وہ ضرور قبول ہوئی۔حضرت معاویہؓ کا قول ہے: جو انسان ملتزم کے پاس گناہوں کی مغفرت کی دعا کریگا اسے اللہ تعالیٰ

گناہوں سے اس طرح پاک فرمادیگا، جیسے وہ اس دن پاک تھا، جب وہ پیدا ہوا تھا۔

ملتزم کو پکڑ کر دعا کرنا ایسا ہے جیسے شہنشاہ کائنات کے دربار کی چوکھٹ کو پکڑ کر درخواست کرنا ہے۔ روتے ہوئے اللہ کو پکارنا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ ملتزم یا اس کے پاس پہنچنے کی توفیق دے تو کعبہ کے ساتھ ایسے چمٹ جائیے جیسے بچھڑا ہوا بچہ برسوں بعد بیتاب ہو کر ماں سے ملتا ہے، منڈ فقیر کی طرح جو پیچھا نہیں چھوڑتا، ضد کرتا ہی رہتا ہے، ویسے دعا مانگئے، کبھی اپنا سینہ اور پیٹ اس سے لگائیے، کبھی دایاں رخسار کبھی بایاں رخسار اس پر لگائیے، کبھی پورا چہرہ اس کے ساتھ لگا دیجئے اور دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر انہیں بازوں سمیت بیت اللہ شریف کی دیوار کے ساتھ لگا کر انتہائی خشوع وخضوع سے خوب رو رو کر دعا مانگئے، یہاں چہرہ، سینہ، ہاتھ، بدن مس کرنا موجب برکت ہے۔ رسول اللہ ﷺ ملتزم کے پاس دعا فرتے تھے۔ حاجی کعبۃ اللہ کے غلاف اور مقام ملتزم سے اسی خیال سے چمٹ جاتا اور آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے یہ دعا بھی کرتا ہے اے اللہ آپ مجھے ہدایت پر آنے کے بعد گمراہی سے بچانا اور اپنے سے دور نہ کرنا، اسلام پر زندہ رکھنا اور ایمان پر ہی خاتمہ فرمانا سوائے آپ کے میری مغفرت کرنے والا کوئی دوسرا نہیں۔

مقام ابراہیم

یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی، یہ پتھر حجر اسود کی طرح جنت سے آدمؑ کے ساتھ زمین پر اتارا گیا۔ (ابن خزیمہ)

کعبہ سے ۲۰ گز کے فاصلے پر ہے اس پر حضرت ابراہیمؑ کے قدموں کے نشان ہیں ،قدموں کی لمبائی ۲۲ سنٹی میٹر اور چوڑائی ۱۱ سنٹی میٹر ہے صحابہؓ کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک حضرت ابراہیمؑ کے قدموں سے بہت مشابہ تھے۔

❁ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خود پاؤں مبارک کی انگلیوں اور تلوے کے نشانات کا دیدار کیا، پھر لوگوں کے بکثرت چھونے سے وہ نشانات ماند پڑ گئے۔ (تفسیر ابن کثیر۔ ۱۷۱/۱)

❁ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: حجر اسود اور مقام ابراہیم جنت کے یاقوتوں میں سے

دو یاقوت ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی روشنی کو بند کر دیا ہے ورنہ مشرق سے مغرب تک ہر ایک چیز کو یہ منور کر دیتے۔(ترمذی۔۱/۱۰۷)

❁ حجر اسود کے نصب کرنے کے بعد جب دیواریں بلند ہوگئیں، تو حضرت اسماعیلؑ اسی پتھر کو لائے، جس پر کھڑے ہوکر برہنہ پیروں سے حضرت ابراہیمؑ نے بیت اللہ کی تعمیر کی۔ شیخ ابن حجرؒ اپنی کتاب تحفہ میں لکھا ہے کہ یہ پہلے نرم تھا، وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ اسی پر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیمؑ توحید اور حج کا وعظ فرماتے تھے، پتھر کی چٹان پر قدموں کے نشانات پڑ جانا، چٹان کے اندر پاؤں کا ٹخنوں تک سما جانا اور پھر پتھر میں اتنا گہرا گڑھا بن جانا اور آثار انبیا میں صرف اسی اثر کا اتنے زمانے تک باقی رہنا، باوجود ہزاروں سال تک اس کا باقی رہنا، خانہ کعبہ کے قبلہ ہونے کا ایک کھلا ثبوت ہے۔(تفسیر مظہری۔۲/۳۰۱)

❁ ابن کثیر فرماتے ہیں: جب ایک جانب دیوار مکمل ہوجاتی تو یہ پتھر خود بخود دوسری طرف منتقل ہوجاتا تھا۔اس طرح حضرت ابراہیمؑ اس پتھر پر کھڑے رہتے اور یہ پورے کعبہ کا ایک چکر لگا لیتا۔

❁ دور جاہلیت میں مقام ابراہیم چونکہ قیمتی یاقوت تھا، اس لئے اس کی حفاظت کی خاطر اور سیلاب سے بچانے کی خاطر کعبہ کے اندر کر دیا گیا تھا۔فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے اسے باہر نکال کر کعبہ کے قریب نصب فرمایا۔

❁ ابن عباسؓ سے روایت ہے نبی اکرم نے حجۃ الوداع کے موقع پر خانہ کعبہ کا سات مرتبہ طواف کیا، پھر حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑ کر مقام ابراہیم کے پاس لے گئے اور فرمایا: عمر یہ مقام ابراہیم ہے، حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! ہم اسے نماز کی جگہ کیوں نہ مقرر کر دیں آپ نے ارشاد فرمایا: ہمیں ابھی تک اس بات کا حکم نہیں دیا گیا۔لیکن اسی دن سورج غروب ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوا، **وَاتَّخِذُوْا مِنَ مَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلّٰى o**
اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالیا کرو۔(سورہ بقرہ:۱۲۵)(روح المعانی۔۳۸۰)

❁ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہی وہ مبارک مقام ہے جسے نماز کی جگہ بنانے کا حکم ملا ہے۔(ابن ماجہ:۲۱۳)

❁ رسول اللہ ﷺ نے مقام ابراہیم پر دو رکعت نفل اس طرح ادا کی کہ مقام ابراہیم آپ کے اور کعبہ شریف کے درمیان تھا۔(صحیح مسلم:۱/۳۹۵)لوگوں کو نماز پڑھنے کا حکم ہے اس کو چھونے یا ہاتھ لگانے کا حکم نہیں دیا گیا۔(تفسیر ابن کثیر)

❁ امیر المومنین سیدنا عمر فاروقؓ کے زمانے میں زبردست بارش ہوئی جس سے خطرناک سیلاب آیا، اس میں مقام ابراہیم بہہ کر مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقہ محلّہ مسفلہ میں چلا گیا۔پھر اسے تلاش کر کے لایا گیا۔حضرت عمرؓ نے صحابہؓ کے مشورے سے اس کو اس کے مقام پر رکھا۔(تاریخ القویمیض ۔۲۲)

ملتزم اور حطیم کے علاوہ قبولیت دعا کے اہم مقامات میں پورا مطاف ہے، مقام ابراہیم جو قبولیت دعا کے اہم مقامات میں سے ہے، کہا جاتا ہے کہ حضرت آدمؑ نے اسی مقام پر کھڑے ہو کر دعا مانگی تھی، مقام ابراہیم سے مراد حضرت ابراہیم کی قیام کی جگہ بھی ہے۔اللہ نے اپنے اس گھر میں حضرت ابراہیمؑ کو قیام کی اجازت صرف اس شرط پر دی تھی کہ کسی کو خدا کا شریک نہ بنایا جائے۔

زم زم

زم زم وہ کنواں ہے جو حضرت اسماعیلؑ کی بھوک و پیاس بجھانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے برآمد کیا۔بی بی ہاجرہؑ پیغمبر کی بیوی تھیں ،ان کا ایمان ہمارے ایمان سے کروڑہا گنا زیادہ اور طاقتور تھا۔جب ان کو اپنے بچے کیلئے بھوک مٹانے اور پیاس بجھانے کی ضرورت پڑی تو وہ وہیں بیٹھ کر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتی تھیں اور اللہ تعالیٰ ان کو بغیر اسباب کے بھی غیب سے پانی اور غذا دے سکتا تھا، جیسے بی بی مریم کو بے موسم پھل دیتا تھا، مگر بی بی ہاجرہؑ جانتی تھیں کہ دنیا دارالاسباب ہے اور اسباب کی ضرورت پڑنے پر اس کو تلاش کرنا عین بندگی ہے، اللہ تعالیٰ کو پکارا جائے اور اسباب تلاش کیے جائیں، اس لئے اسی کوشش میں صفا اور مروہ کے درمیان سات چکر مارتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو پکارا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے راستہ آسان کر دیا ۔جو اللہ کو یاد رکھنے والا ہوتا ہے، وہ اسباب اختیار کر کے خدا کو یاد رکھتا ہے اور اسباب کو اصل نہیں سمجھتا، حاجی بھی دنیا کی زندگی میں تکالیف اور پریشانیوں میں اسباب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی

مدد مانگے اور اسباب اختیار کرتے ہوئے اللہ پر نگاہ جمائے رکھے، لوگ ذرا سی تکلیف پر اللہ سے بغاوت کر کے نافرمانی اور گناہ کے کام شروع کر دیتے ہیں، جھنڈے، درگاہ، قبروں اور ولیوں سے مانگتے ہیں، بی بی ہاجرہؑ نے بچے کو بھوکا پیاسا دیکھ کر کوئی واویلا نہیں مچایا اور نہ شوہر کو برا کہا اور صرف توکل اختیار کر کے وہیں بیٹھی نہیں رہیں، اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے ویران ریگستان میں پانی اور غذا کی تلاش میں صفا اور مروہ کے درمیان چکر لگائے، دوڑتے وقت کیا دیکھتی ہیں کہ ایک فرشتہ زم زم کے مقام پر، پر مار کر آواز دیتا ہے جہاں اسماعیلؑ لیٹے ہوئے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کی ایڑی کی رگڑ سے زم زم کا چشمہ جاری ہوا۔ حضرت ہاجرہؑ نے پہلے فرزند کو سیراب کیا، پھر خود پیا اور بہتے پانی کو زم زم کہتے ہوئے باندھ، باندھ کر روک دیا۔ چنانچہ اس وقت سے آج تک اسے زم زم کے کنویں کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ❁رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر حضرت ہاجرہؑ زم زم کو اپنے حال پر چھوڑ دیتیں تو یہ ایک عظیم بہتا چشمہ بن جاتا۔ (بخاری۔ ۱/۴۷۵)

زم زم کا چشمہ ظاہر ہونے کے بعد یمن کا ایک قبیلہ جرہم کا قافلہ وہاں سے گزر رہا تھا، پرندوں کو اڑتا ہوا دیکھ کر قریب آیا اور بی بی ہاجرہؑ سے اجازت لے کر وہاں رہنے کی درخواست کی اور پھر وہیں رہائش اختیار کر لی۔

حضرت اسماعیلؑ کا رشتہ بھی جرہم قبیلے کے لوگوں میں ہوا، پھر ان سے اولاد چلی، بعد کے قبائل میں لڑائیاں پیدا ہو گئیں، ان لوگوں نے یمن واپس ہونے کا ارادہ کیا اور جاتے وقت کعبہ کی کچھ امانتیں اور حجر اسود کو زم زم کے کنویں میں ڈال کر اسے بند کر دیا اور اوپر سے اس کے کچھ نشان بھی باقی نہیں رکھے، اس کے کئی سالوں بعد رسول اللہ ﷺ کے دادا جناب عبدالمطلب جو مکہ معظّمہ کے بڑے سردار تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے خواب میں زم زم کی جگہ کی نشان دہی فرمائی اور وہ کئی دنوں تک مسلسل خواب دیکھتے رہے، جب ان کو خواب کی سچائی کا یقین ہو گیا، تو انہوں نے اپنے ایک بیٹے حارث بن عبدالمطلب کو لے کر خواب میں بیان کردہ جگہ پر کھدائی شروع کی۔ تھوڑی ہی کھدائی کے بعد کنویں کے آثار نظر آئے جسے دیکھتے ہی عبدالمطلب نے خوشی سے نعرہ بلند کیا، اس پر قریش کے تمام لوگ عبدالمطلب کے پاس جمع ہوئے اور کہا کہ یہ ہمارے باپ حضرت اسماعیلؑ کا کنواں ہے، اس لئے اس میں ہم سب ملکیت کا حق رکھتے ہیں۔

آپ اکیلے اس کے مالک نہیں بن سکتے۔عبدالمطلب نے سمجھایا کہ یہ سعادت اللہ نے خاص کر مجھے عطا فرمائی ہے،اس میں کسی دوسرے کوشریک نہیں کرسکتا،مگر قریش نے ان کی بات نہ مانی،لڑائی کے حالات پیدا ہوگئے،عبدالمطلب نے یہ مشورہ دیا کہ کسی کو بڑا مان کر اس کے مطابق فیصلہ کرو۔تو قریش نے ملک شام کی ایک کاہنہ کا نام لیا۔اس کے سامنے مقدمہ پیش کرنے کو کہا،وہ جو فیصلہ کریگی زم زم کا کنواں اسی کو دے دیا جائیگا،چنانچہ اس پر اتفاق ہوگیا،اور عبدالمطلب اور قریش کے دیگر قبائل کے نمائندے سفر پر نکل پڑے۔راستے میں دھوپ اور گرمی کی شدت سے سب کا پانی ختم ہوگیا۔آخر نوبت موت کی آگئی،اللہ تعالیٰ نے عبدالمطلب کی اونٹنی کے کھر کے نیچے سے ایک میٹھے پانی کو نمودار کیا،پھر وہ پانی عبدالمطلب نے سب کو پینے کیلئے دیا،اور یہ کہا کہ آؤ یہ پانی اللہ نے ہمیں عطا فرمایا،یہ حال دیکھ کر قافلے کے لوگ کہہ اٹھے کہ اب ہم زم زم کے بارے میں آپ سے جھگڑا نہیں کرینگے،کیوں کہ جس اللہ نے اس ویران ریگستان میں آپ کو پانی عطا فرمایا ہے وہی اللہ نے آپ کو زم زم عطا کیا ہے اور وہ سب وہیں سے واپس مکہ معظّمہ آگئے۔(الہدایہ والنہایہ)

❁ زم زم کا کنواں حضرت اسماعیلؑ کی نگرانی میں تھا،پھر قبیلے جرہم کے تحت آیا،پھر عبدالمطلب کو ملا اس طرح حاجیوں کو پانی پلانی کی ذمہ داری ان کے بیٹے حضرت عباسؓ کو ملی حضورﷺ نے یہ خدمت انہیں کے ذمہ رکھی وہ ہر حاجی کو ضرور زم زم پلاتے تھے۔

❁ زم زم کے پانی کی کئی خصوصیات ہیں یہ بڑا معجزاتی پانی ہے اس کا پینا شفا ہے،اللہ نے اس میں بھوک اور پیاس مٹانے کی صلاحیت رکھی ہے،یہ کتنا ہی خرچ کیا جائے اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج تک کبھی نہ کم ہوا اور نہ ختم ہوا،ہر سال ۲۰ سے ۲۵ لاکھ حاجی اسے پیتے اور گھروں کو لیجاتے ہیں،بعض روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک حبشی اس کنویں میں گر کر مرگیا،جس کی وجہ سے کنویں کا سارا پانی نکالا گیا۔تو یہ دیکھا گیا کہ حجر اسود کی طرف سے بہت تیزی سے پانی آرہا ہے،جس کو بمشکل تمام روکنے کی کوشش کی گئی،لیکن پھر بھی پانی رک نہیں پایا۔(سنن دار قطنی ۳۸/۱)

❁ یہ کنواں کعبہ کی دروازے سے ۱۲ میٹر کے فاصلے پر ہے،جس میں ایک منٹ میں اللہ تعالیٰ تقریباً ۶۰۰ لیٹر پانی عطا کرتا ہے۔آج تک یہ بات ثابت ہے کہ ہر روز مشینوں کے

ذریعہ لاکھوں گیلن اس میں سے پانی نکالا جاتا ہے، مگر پانی کی آمد میں کوئی کمی نہیں آتی۔ اتنا پانی کسی بڑے تالاب سے نکالا جائے تو دو چار روز میں وہ سوکھ جائیگا۔

اس پانی کی ایک خاص خصوصیت یہ ہے کہ اس میں پیاس بجھانے کے ساتھ ساتھ بھوک مٹانے کی اللہ نے صلاحیت رکھی ہے، گویا اللہ نے اس میں غذائیت بھی رکھی ہے، اس میں وہ تمام نمک اور معدنی اجزا ہیں، جو صحت انسانی کیلئے ضروری ہیں۔ صحیح روایت میں ہے کہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے ایک مہینہ تک صرف زم زم کے پانی پر گزارا فرمایا، جس کی بنا پر ان کے بدن میں چربی چڑھ گئی۔ (مسلم ۲/۲۹۵)

❁ اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اللہ نے اس میں شفا بھی رکھی ہے۔

❁ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پوری زمین پر سب سے بہترین پانی آب زمزم ہے، بیماری سے شفا بھی ہے، کھانے کیلئے غذا بھی ہے۔ (طبرانی۔ ۱۱۱۶۷)

جس ارادہ سے پیا جائے وہ مراد پوری ہوتی ہے، اگر کوئی علم حاصل کرنے کی نیت سے پیے تو وہ عالم بن جاتا ہے۔

❁ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زم زم کا پانی پیتے وقت اللہ تعالیٰ سے جو حاجت مانگنے کا خیال جمایا جائیگا، انشاء اللہ وہ مراد پوری ہوگی۔

❁ حضرت امام شافعیؒ نے زم زم پیتے وقت دو باتوں کی دعا فرمائی تھی، ایک علم کی دوسرے تیر اندازی کی۔ آپ کا علمی مقام تو دنیا کو معلوم ہی ہے، تیر اندازی بھی آپ کی ایسی تھی کہ 99% نشانہ خطا نہ ہوتا تھا، (تاریخ مکہ المکرّمہ ۶۷ المکتبۃ الشاملہ)

❁ آب زم زم اور آگ جہنم ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بخار جہنم کی تپش سے ہوتا ہے، لہٰذا اسے زم زم کے پانی سے ٹھنڈا کیا کرو۔ (مسند احمد ۱/۲۹۱) لا علاج مریضوں کی زم زم کے ذریعہ بحکم خداوندی شفایابی اور اصحاب حاجات کی مرادیں پوری ہونے کے واقعات بکثرت تاریخ میں درج ہیں۔

❁ نیز فضائل کی بعض کتابوں میں منقول ہے کہ زم زم کے پانی کو دیکھنے سے بینائی

میں اضافہ ہوتا ہے۔(تاریخ مکہ مکرمہ مد ۶۸)

❁ یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرات حسنین کی تحنیک فرماتے ہوئے اس میں آب زم زم کو استعمال کیا تھا۔(انوار مناسک ۳۹۹)(بحوالہ شامی:۲/۶۲۵)

❁ رسول اللہ ﷺ سفر میں اکثر زم زم لیجاتے تھے، تجربہ سے یہ بات ثابت بھی ہے کہ زم زم کا پانی عرصہ دراز تک بغیر کسی تغیر کے محفوظ رہتا ہے۔ یہ اس پانی کی ایک خاص خصوصیت ہے دنیا کا کوئی دوسرا پانی اپنے اندر یہ صفت نہیں رکھتا۔(کتاب الفتاویٰ۔۴/۸۵)

❁ بعض روایات میں ہے کہ زم زم کو ثواب کی نیت سے دیکھنا بھی عبادت ہے، آب زم زم دنیا کے تمام پانیوں میں سب سے افضل ہونے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شق صدر کے واقعات پیش آئے تو آپ کے قلب اطہر کو کسی دوسرے پانی سے نہیں، زم زم کے پانی سے دھویا گیا۔(بخاری۳۳۴۲۔مسلم۱۶۲) اگر زم زم کے علاوہ کوئی اور پانی اس سے افضل ہوتا تو یقیناً اسی سے قلب اطہر کو دھویا جاتا۔

❁ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ زم زم کو خوب جی بھر کر پینا نفاق سے بچنے کی علامت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارے اور منافقوں کے درمیان امتیاز کی علامت یہ ہے کہ منافقین زم زم کا پانی جی بھر کر نہیں پیتے۔ اس کے برخلاف مومنین مخلصین خوب سیراب ہو کر زم زم کا پانی پیتے ہیں۔ یہ ایک ایسا پانی ہے جو انسان کی اندرونی و بیرونی اور روحانی وجسمانی غلاظتوں کو صاف کر دیتا ہے، مگر کوئی مشرکین مکہ کی طرح خدا کا جان بوجھ کر انکار کرے اور ہٹ دھرمی سے شرک کو چھوڑنا نہ چاہے تو زم زم اس کی گندگی کو صاف نہیں کرتا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہزاروں مشرکوں نے تعصب، ہٹ دھرمی اور اپنی فطرت کی آواز کے خلاف رسول اللہ ﷺ کو پہچان کر ماننے سے انکار کیا اور جان بوجھ کر اسلام کی مخالفت کی، زم زم نے ان پر کوئی اثر نہیں دکھایا اور جو منافق بظاہر مسلمان کا لبادہ اوڑھ کر زم زم پیتے رہے ان کو بھی اس نے شفایاب نہیں کیا، اللہ نے اس کے ذریعہ شفائیت رکھی ہے، زم زم تو اسی کو شفایاب کرتا ہے جو خلوص دل اور برائی سے نفرت کر کے اچھائی کیلئے تڑپتے اور حق کے فکرمند پیاسے رہتے ہیں، اس لئے ہر زمانے میں ایسے مشرک جو سلیم الفطرت ہوں ان کو زم زم ضرور پلانا چاہئے۔ جو لوگ حج پر جا کر صرف جسمانی بیماریوں کو دور

کرنے کیلئے اسے پیتے ہیں، ان کو وہ اتنا ہی فائدہ دیتا ہے، جو صرف پیاس بجھانے کے لئے پیتے ان کی صرف پیاس ہی بجھاتا ہے، جو بھوک مٹانے کیلئے پیتے ہیں ان کی بھوک مٹاتا ہے، اور جو اس سے اپنا شرک اور کفر دھونے کو پیتے ہیں، ان کے شرک اور کفر کو دھوتا ہے، غرض جو جس مقصد سے پیتا ہے اس کو اتنا ہی فائدہ ہوتا ہے، اللہ نے زم زم میں سب چیزیں رکھ دی ہیں، کوئی تو کفن بھگو کر لے آتا ہے، کوئی جسم کو نہلا کر آتا ہے، مگر حقیقی مومن روح کو اس میں ڈبو کر آتا اور روح کو نہلا کر آتا ہے، مومن جب اسے پیتا ہے تو پی کر یوں بھی دعا کرتا ہے کہ اے اللہ جس طرح آپ نے بی بی ہاجرہؓ اور ان کے بیٹے کیلئے زم زم جیسے رحمت کا چشمہ جاری فرمادیا، اسی طرح میرے لئے دنیا اور آخرت میں اپنی رحمت کے چشمے جاری فرمادے۔

❁ آب زم زم سے وضو وغسل ، بطور تبرک کرنا درست ہے، البتہ ناپاک چیز دھونے یا ناپاکی کو زائل کرنے کیلئے آب زم زم کا استعمال کرنا درست نہیں، آداب کے خلاف ہے۔اس لئے آب زم زم سے استنجاء کرنا غسل جنابت کرنا مناسب نہیں۔(شامی) زم زم کو ساتھ لانا حرم مکہ کا ایک قیمتی تحفہ ہے، اس لئے مریض کو پلانا اس پر چھڑکنا اس کو نفع دیتا ہے، غیر مسلم کو بھی آب زم زم پلانا درست ہے، اللہ والے اس نیت سے پلاتے ہیں کہ اللہ انہیں ایمان دے اور شرک سے پاک کردے۔

❁ چند سال پہلے تک زم زم کے کنویں تک پہنچنے کیلئے حجر اسود کے سامنے نیچے جانے کا راستہ بنا ہوا تھا اور نیچے بڑی تعداد میں ٹوٹیاں لگی ہوئی تھیں، جن سے لوگ پانی لے کر استعمال کرتے تھے، لیکن اب زم زم کے کنویں پر چھت ڈال دی گئی ہے اور طاقتور مشینوں کے ذریعے ہر وقت پانی نکالا جاتا ہے اور اس کو ایک مقام "کُــدَی" میں ذخیرہ کیا جاتا ہے، مکہ اور اس کی تمام رہائشی بلڈنگوں میں حج کے ایام میں حکومت کی طرف سے سپلائی کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ مدینہ منورہ، مسجد نبوی میں بھی زم زم کا پانی ملتا ہے۔

لوگ جاتے وقت دنیا بھر میں لیجاتے ہیں، غرض ایمان والوں کے لئے یہ ایک عظیم قدرتی تحفہ ہے، زم زم پینے کیلئے اپنا رخ قبلہ کی طرف کرلیں، اللہ کا ذکر کریں، تین سانس میں پئیں، جب تک وہاں رہیں خاص طور پر ایک ڈبے میں محفوظ کر کے ہر روز پیتے رہیں، اور پینے

کے بعد اللہ کا شکر ادا کریں، آب زم زم کو کھڑے ہو کر پینے کی اجازت ہے، لیکن کوئی ضروری نہیں، پیتے وقت یہ دعا پڑھیں: **اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ عِلْماً نَافِعاً وَّرِزْقاً وَّاسِعاً وَّشِفَاءً مِنْ کُلِّ دَاءٍ** اے اللہ میں آپ سے نفع بخش علم، کشادہ رزق اور ہر بیماری سے شفا کی درخواست کرتا ہوں۔

صفا ومروہ

صفا اور مروہ دو چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں، ایک کوہ ابوقبیس کا ٹکڑا ہے اور مروہ کوہ قعیقعان کا گویا صفا ومروہ مکمل پہاڑیاں نہیں ہیں، بلکہ دو پہاڑ کے علحدہ علحدہ حصے ہیں، جو کعبۃ اللہ کے قریب میں ہیں، چونکہ یہ دونوں پہاڑ ماضی قریب تک موجودہ تھے، صفا اور مروہ راستے کی چوڑائی ۲۰ میٹر اور لمبائی ۴۰۵ میٹر ہے، صفا مروہ کو قرآن میں اللہ کی نشانیاں فرمایا گیا یعنی شعائر اللہ، اللہ کی عبادت اور فرمانبرداری کا مقام کہا گیا ہے، صفاومروہ کے قریب بہت زمانہ تک بازار اور دوکانیں تھیں، حاجیوں کی تعداد زیادہ ہو جانے کی وجہ سے اب بازار اور دوکانیں ختم کر دی گئیں اور اس راستے کو ہمہ منزلہ بنا دیا گیا، تاکہ اوپر نیچے سے سعی ہوتی رہے، طواف کعبہ کے بعد ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان تیز قدموں سے چلنے کو سعی کہتے ہیں، صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے وقت وہ پوری تاریخ یاد آنی چاہئے، جو بی بی ہاجرہؑ نے بچے کے پیاسے اور بھوکے ہونے پر دوڑ لگائی تھی۔ صفاوہ مقام ہے جہاں حضرت ابراہیمؑ نے اپنی سواری باندھی تھی، مروہ اس کے مقابل دوسری پہاڑی ہے، جہاں حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ کی قربانی کرنی چاہی تھی، صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا اعمال حج وعمرہ میں داخل ہے، یہ دونوں مقامات قبولیت دعا کے مقامات ہیں۔

❁ رسول اللہ ﷺ طواف سے فارغ ہو کر صفا تشریف لاتے اور بیت اللہ کی طرف رخ کر کے ہاتھ اٹھاتے اور حمد باری تعالیٰ فرماتے، پھر سعی کیلئے صفا سے مروہ کی طرف تشریف لیجاتے۔

❁ سعی شروع کرنے سے پہلے صفا کی پہلی یا دوسری سیڑھی پر کھڑے ہو کر خانہ کعبہ کی طرف منہ کر لیں اور تین بار بلند آواز سے **سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ** کہیں (اللہ کی ذات ہر عیب ونقص سے پاک ہے اور تعریف صرف اسی کیلئے ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے، مجھ میں نہ

نیکی کی قوت ہے اور نہ برائی سے بچنے کی، مگر اللہ مدد کرے تو نیکی کرونگا اور برائی سے بچونگا۔

❁ سعی کے دوران یہ دعا پڑھیں: **ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقنا عذاب النار** ٥ (اے ہمارے رب تو ہمیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بھلائی عطا کر اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا)۔

آج اللہ نے جو سہولتیں عطا فرمائیں اس پر حاجی بار بار اللہ کا شکر ادا کرتا رہے، ورنہ پچھلے زمانوں میں گرم ریگستانوں سے اونٹوں اور گھوڑوں پر تیز دھوپ میں گزرنا پڑتا تھا۔ خطرات بہت تھے۔ پانی کی تکلیف مصائب ومشکلات، گرمی، سردی، لٹیروں اور وحشی درندوں کا بھی خطرہ تھا، آج تو حاجی دھوپ سے بچکر ٹھنڈی ایر کنڈیشن ہوا میں سعی کرتا ہے، گرم ریت کی جگہ ٹھنڈے پتھر بچھا دیے گئے ہیں۔

منیٰ

منیٰ کا فاصلہ کعبۃ اللہ سے ۵ کیلومیٹر یعنی ۶ میل ہے، یہ دو پہاڑیوں کے درمیان ایک بڑا میدان ہے، حاجیوں کی کثرت کی وجہ سے اور منیٰ میں جگہ کی تنگی کی وجہ سے منیٰ کا قیام مزدلفہ کے حدود میں کر دیا جاتا ہے، مزدلفہ منیٰ اور عرفات کے درمیان ہے، منیٰ میں جب تک رہیں توبہ واستغفار، نماز اور دعاؤں میں مشغول رہیں، منیٰ سے عرفات کا فاصلہ تقریباً دس کیلومیٹر ہے۔

منیٰ وہ مقدس وادی ہے جہاں حاجی عرفات جانے سے قبل آٹھویں ذی الحجہ کو ظہر سے قبل جمع ہوتے ہیں اور وہیں شب گزار کر صبح نویں ذی الحجہ کو عرفات کی طرف آجاتے ہیں، پھر عرفات سے دسویں شب مزدلفہ میں گزار کہ منیٰ میں واپس آجاتے ہیں اور یہاں ۱۲ یا ۱۳ تک قیام کرتے۔ منیٰ میں رہتے ہوئے رمی، قربانی، حلق وغیرہ واجبات انجام دیتے ہیں۔

منیٰ میں سورہ کوثر کا نزول ہوا تھا۔ یہاں پر عقبہ کے مقام پر انصار مدینہ نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی۔ منیٰ کی مشہور مسجد، مسجد خیف ہے، رسول اللہ ﷺ نے منیٰ کے قیام میں اسی مسجد میں نماز پنجگانہ ادا فرمائی، اور یہاں یہ بہت سے انبیاء علیہم السلام نے نماز ادا کی حضور ﷺ کا خیمہ بھی مسجد خیف سے قریب ہی نصب تھا، اس میں غار مرسلات، تین جمرات

شیاطین اور قربان گاہ ہے، مشہور مساجد کوثر اور مسجد ربیعہ بھی شامل ہیں، منیٰ میں خوب دعاؤں کا اہتمام کریں۔ حج کا تعلق روحانیت سے ہے، صرف کعبۃ اللہ کی زیارت، طواف کر کے، عمرہ کر کے اور مراسم حج ادا کر کے واپس آنے کا نام حج نہیں، انسان وہاں سے وہ روح لیکر لوٹے جو اس کو باقی زندگی میں اللہ کی اطاعت وغلامی میں مدد دے، یہ سب ان لوگوں کے لئے ہے جو اللہ کی رحمت میں تڑپتے جائیں، اگر اس تڑپ اور فکر سے خالی ہوں تو وہ حج کو تفریح اور وقت گزاری کا ذریعہ بنا لیتے ہیں، اور گھوم کر واپس آجاتے ہیں۔

زمانہ جاہلیت میں لوگ منیٰ میں جمع ہو کر باپ دادوں کی بڑائی بیان کرتے تھے، جو اکثر لڑائی جھگڑوں کی صورت اختیار کر لیتی تھی۔ اس بے ہودہ طریقے کو روکتے ہوئے، اللہ کی رحمت سے حمد وعبادت کرنے کا حکم دیا گیا اور اللہ کی خوب بڑائی بیان کرنے کی تعلیم دی گئی۔

قربانی دراصل منی کے تین روزہ قیام میں قومی عید بن جاتی ہے، جس میں لوگ ایک دوسرے کی ضیافت کرتے کھاتے پکاتے ہیں، مگر اب بھیڑ زیادہ ہونے کی وجہ سے حاجی کو یہ تک خبر نہیں ہوتی کہ اس کی قربانی کہاں اور کب ہوئی۔ ٹراول والے اس کو دال کھانا کھلاتے ہیں۔

سر کے بال نکالنا اس بات کی علامت ہے کہ حاجی اب خدا کا غلام بن چکا ہے، یہ غلامی کی نشانی ہے، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ: سر منڈانے کا راز یہ ہے کہ اس سے احرام سے نکلنے کا ایک ایسا معین طریقہ ہو جاتا ہے جس کے بعد انسان آزادی سے سب کام کر سکتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو ہر شخص جدا طریقہ اختیار کر لیتا، حلق ایسا ہے جیسے نماز میں سلام پھیرنا۔

جب مکہ کی آبادی زیادہ ہوگئی، حاجیوں کی تعداد بڑھ گئی، تو قربان گاہ کو منیٰ تک وسیع کر دیا گیا، مگر اس کا تعلق خانہ کعبہ سے رہتا ہے، جیسے ہی منیٰ میں قربانی کی، فوراً خانہ کعبہ پہنچ کر طواف زیارت کرنا ہوگا، یہ لازمی ہے، خانہ کعبہ کے گرد طواف کے سات پھیرے اور اس میں رمل دراصل ابراہیمؑ کے نذر وقربانی کی نقل ہے اس کے پھیرے لگا کر حاجی اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ وہ خود کو خدا کے نذر کر چکا ہے، اس کا جینا و مرنا سب اسی کیلئے ہے، زمانہ جاہلیت میں منیٰ ومکہ میں حج کے دوران بڑے بڑے بازار لگتے تھے جہاں ہر قسم کا سامان فروخت ہوتا

تھا آج بھی بڑے بڑے مالس کھولے گئے جہاں دوسرے ممالک کا سامان اور کھانے پینے کیلئے غذائیں کثرت سے ملتی ہیں، رسول اللہ ﷺ مدینہ سے ایک بڑے قافلے کے ساتھ حج کو نکلے، آپؐ نے کوئی باورچی ساتھ نہیں رکھا اور نہ ٹھنڈک اور ایرکنڈیشن کا اہتمام کیا، آج کل تو لوگ منیٰ کے ڈیروں میں بھی ایرکنڈیشن کا انتظام کرواتے ہیں۔ٹرالیوں میں عمدہ پکوان کیلئے بڑے بڑے برتن لائے جاتے ہیں، ان پانچ ایام میں بھی بھوک پیاس، گرمی اور تکلیف برداشت نہیں کرتے، خدا کو تو وہ حاجی پسند ہے جو پراگندہ بال ہو، دھول میں لت پت ہو، صورت پر سفر کی تھکان ہو، اور وہ کعبہ کے غلاف کو پکڑ کر کہے خدایا مجھے قبول کرلے۔

وادی محسر

منیٰ اور مزدلفہ کے درمیان ہے جہاں ایک بورڈ پر وادی محسر لکھا ہوا ہوتا ہے، ابرہہ پر ابابیل نے کنکریاں یہیں پر پھینکے تھے، حاجی یہاں سے جلدی جلدی نکل جائے، وادی محسر کی پیائش پانچ سو میٹر کے قریب قریب ہے۔

مزدلفہ

منیٰ اور عرفات کے درمیان کا مقام ہے، منیٰ کی طرح مزدلفہ بھی دو سلسلہ وار پہاڑیوں کے درمیان ایک میدان ہے، جو عرفات سے ۶ کیلومیٹر کے فاصلے پر ہے، جہاں حاجی دسویں ذی الحجہ کی شب گزارتے ہیں، یہاں پر مغرب اور عشاء ملاکر پڑھی جاتی ہے، حاجی یہیں سے کنکریاں چنتا ہے، مزدلفہ میں حاجی دعا، ذکر، شکر اور یاد الٰہی میں رات بسر کرتا ہے۔

حج میں کہیں سورج غروب ہونے تک ٹھہرنا اور کہیں پر دو نمازیں ایک ساتھ پڑھنا اس بات کی عملی تربیت ہے کہ حاجی صرف اور صرف اللہ کے حکموں کا پابند رہے، اس پابندی میں موسم و نفس اور خواہش و تکلیف کا کچھ بھی احساس نہیں رکھے گا، اللہ کا حکم اس کیلئے اصل ہے، اللہ کے حکم کے سامنے اپنی طبیعت، مزاج اور خواہش کا خیال نہ ہو۔

موجودہ زمانے میں حاجیوں کی تعداد بہت ہی زیادہ ہوگئی ہے جس کی وجہ سے لوگ منیٰ میں ٹھہرنے کے لئے مزدلفہ میں بھی قیام کرتے اور عرفات سے واپس ہوتے وقت مزدلفہ میں رات گزارنے کے

بجائے ٹرافک کی رکاوٹ کی وجہ سے بسوں اور ٹکسیوں میں راستوں میں رات گزرتی ہے۔

❁ایک روایت میں ہے حضرت بلالؓ سے مزدلفہ میں صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے بلال! لوگوں کو خاموش کراؤ۔ پھر ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے اس اجتماع پر فخر فرماتا ہے اس نے تمہارے گنہگاروں کو نیکیوں کے سبب بخش دیا اور تمہارے نیکوں نے جو مانگا انہیں عطا کر دیا ہے، اب اللہ کا نام لے کر اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ (ابن ماجہ)

حج میں کافی بھیڑ بھاڑ اور دوڑ دھوپ ہوتی ہے۔ عرفات سے سیدھا منیٰ اگر جائیں تو حاجی تھک جائے گا، عرب منیٰ میں براہ راست جانے کے بجائے مزدلفہ میں آرام وسکون کے ساتھ رات گزارتے تھے اسلام نے اس کو اس لئے باقی رکھا کہ یہیں پر وہ مسجد ہے جس کو مشعر حرام کہتے ہیں یہ عبادت کا خاص مقام ہے، رات بھر حاجی یہاں قیام کرتا ہے۔ طلوع فجر کے بعد تھوڑی عبادت ضروری قرار دی گئی۔

رمی جمار

تینوں علامتی شیطان منیٰ میں ہیں اور کعبۃ اللہ سے بہت قریب ہیں پہلے اور دوسرے کے بیچ میں ۱۵۶ میٹر اور دوسرے سے تیرے کے درمیان ۱۱۷ میٹر کا فاصلہ ہے۔

ان پر کنکری مارنے کو رمی کہتے ہیں اور یہ قیام منیٰ کے واجبات میں سے ہے، شیطان نے حضرت ابراہیمؑ کو بیٹے کی قربانی سے روکا۔ بیٹے کو باپ سے بغاوت کرنے پر اکسایا۔ بی بی ہاجرہؓ کو بھی بہکانے کی کوشش کی۔ اس کی خواہش یہ تھی کہ قربانی کا یہ عمل نہ ہونے پائے، قرآن مجید نے انسانوں کو یہ تعلیم دی کہ آدمؑ کی اولاد کا سب سے بڑا دشمن شیطان ہے، رمی اس بات کا اظہار ہے کہ ہم نے اپنے اصلی دشمن کو پہچان لیا۔

دنیا کے اس امتحان گاہ میں انسان کو شیطان کے ساتھ مقابلہ کے لئے تیار رہنا ہے اور اس کی ہر چال کو ناکام بنا کر اس کو بھگانا اور ذلیل کرنا ہے، شکست دینا ہے، دنیا کے کسی مقام پر اللہ نے شیطان کی ایک خیالی مثال کو نہیں رکھا، سوائے منیٰ کے قریب، شیطان کی علامتی مثال رکھ کر انسانوں کو یہ تعلیم دی جارہی ہے کہ یہی تمہارا سب سے بڑا دشمن ہے اور دن رات انسانوں پر محنت کر کے مختلف حیلے بہانوں سے توحید سے ہٹانا چاہتا ہے، شرک کی راہ پر

ڈالنا چاہتا ہے،اس نے اپنے مالک سے اجازت لیکر یہ وعدہ کیا کہ وہ انسانوں کو گمراہ کرے گا اور بتائے گا کہ انسان اللہ کا ناشکرہ ہے، وہ اولادآدم کو دوزخ میں پہونچانا چاہتا ہے؛ اس لئے کنکریاں مارتے وقت اس کی دشمنی کو ذہن نشین کرلو، اس سے غفلت مت برتو، اس سے دوستی مت کرو، وہ رات ودن تمہاری گھات میں لگا ہوا ہے، وہ انسانوں کے ایمان کو ختم کرنا چاہتا ہے اور اللہ سے دور کرنے اور دینی فرائض یعنی اسلام پر چلنے سے روکنا چاہتا ہے، اس نے ہر زمانے میں اولادآدم کے بے شعور انسانوں کو دوزخی اعمال سکھائے اور اللہ سے بغاوت کروایا۔

اللہ تعالیٰ اس سبق کو قرآن مجید میں پڑھوا کر یہ بھی تعلیم دے رہا ہے اور عملی طریقے سے شیطان کی علامتی مثال کے ذریعہ بھی سبق یاددلا رہا ہے، جس طرح ہم اپنے بچے کو سانپ، شیر، ببر اور آگ وغیرہ بتلا کر اس کے خطرناک زہریلے یا درندے ہونے کا احساس دلاتے ہیں، کنکری مارنا ایک تصوراتی عمل ہے، مگر ایک ایمان والے کیلئے یہ حقیقی دشمنی کی حیثیت سے ذہن میں بیٹھ جاتا ہے اور اس کے تمام ہتھکنڈوں سے واقف ہوجاتا ہے۔

اگر کسی انسان کو دشمن کا احساس دلانے اور دشمن کی نشان دہی کے باوجود وہ دشمن سے غافل بنا رہے یا اس کی چال میں پھنس جائے تو پھر وہ گھاٹے اور نقصان کی طرف چلا جاتا ہے، بالکل اسی طرح بے شعور اور روایتی تقلیدی ایمان رکھنے والا انسان شیطان کی تصوراتی علامت کو ایک دن نہیں دو اور تین دن کنکری مار کر بھی اگر اس کو اپنا دشمن نہ سمجھے تو وہ حج سے واپس آکر پھر اسی کی دوستی میں زندگی گزارتا ہے، اسی کے کام کرتا اور اسی کا مددگار بنتا ہے، دنیا کے کسی مذہب میں شیطان کی دشمنی کا نہ احساس دلایا جاتا ہے اور نہ اس کے ساتھ عملی مخالفت کا مظاہرہ کرنے کی مشق کرائی جاتی ہے، یہ صرف اسلام میں خاص طور پر اس خطرناک اور ناپاک دشمن سے بچنے کی مشق اور تربیت حج کے ایام میں کرائی جاتی ہے۔

ذرا غور کیجئے! کیا اللہ تعالیٰ کو یہ بات نہیں معلوم کہ جو شیطان حضرت ابراہیمؑ اور ان کے خاندان کو بھٹکانے آیا وہ تو اب وہاں موجود نہیں؛ مگر اس کی اولاد دنیا میں چل رہی ہے اور وہ انسانوں کے ساتھ چپکے ہوئے ہیں اور انسانوں کو دوزخ کی طرف لے جانے کا کام کررہے ہیں، انسان اس کی دوستی میں دوزخی اعمال اختیار کرکے دوزخ کے راستے پر چلتا ہے، اس لئے

انسان کے ابدی اور بڑی دشمنی کا احساس اللہ تعالیٰ کنکریاں پھینک کر اس سے دشمنی اور مخالفت میں زندگی گزارنے کی انسانوں کو عملی تربیت اور مشق دلوا رہا ہے، باشعور ایمان والا اپنے شیطان کی شیطانیت کو پوری طرح اپنے قلب میں بیٹھا کر اور انسانوں کے ساتھ اس کے سلوک کو سامنے رکھ کر کنکریوں پر کنکریاں مارتا چلا جاتا اور اس سے مخالفت اور دشمنی کا اظہار کرتا ہے، یہ کوئی بے فائدہ عمل نہیں ہے؛ بلکہ شیطان کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔

دنیا میں کسی چیز کی مشق اور تربیت حقیقت کو سمجھنے کیلئے کرائی جاتی ہے نہ کہ رسم ادا کرنے کو، اسلام انسانوں کی روحانیت کو بلند کرنا اور اس کی حفاظت کرنا چاہتا ہے، اس لئے حج کے ایام میں حضرت ابراہیمؑ اور ان کے اہل وعیال کے ساتھ شیطان کی حرکتوں کو یاد دلا کر ایمان والوں کو بھی اس سے خبردار اور ہوشیار رہنے کی تعلیم دے رہا ہے۔

مگر انسانوں کی حالت بھی بڑی عجیب ہے کہ وہ پتھر کے خیالی شیطان پر تو غصہ اور نفرت کا اظہار کر کے ٹوٹ پڑتے، جذبات اور جوش ایسا بتلاتے کہ کنکری کے علاوہ چپل جوتے بھی پھینک کر حقیقی شیطان کو بھگا نہیں سکتے، شاید وہ بھول جاتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے چپل کے بجائے کنکری سے بھگایا۔ حضرت ابراہیمؑ کی نسبت اختیار کر کے نقل کرنے کے بجائے جی کی خواہش اور نفس کی خواہش پر چپل پھینکتے ہیں، یہ صرف جہالت اور بیوقوفی ہے۔ اسی کی دوستی اور جہالت میں اپنے حقیقی بھائی کو ڈھکیل کر اس کو گراتے، کچل دیتے اور موت کے حوالے کر دیتے ہیں، طواف میں بھی اور حجر اسود کو بوسہ دینے میں بھی شیطانی مظاہرے کے ذریعہ دوسرے حاجیوں کو تکلیف دیتے ہیں اور کعبۃ اللہ سے باہر نکل کر غصہ، فحش کلامی، غیبت اور میاں بیوی کی تو تو میں میں کا شیطانی مظاہرہ کر کے اپنے حج کو برباد کرتے ہیں، جہاں ایک طرف شیطان سے دشمنی کا سبق لیتے اور پھر وہیں پر مقام بدلتے ہی اس کے مکر وفریب میں آجاتے ہیں، ان کا کنکری مارنا ایک رسم ہوتا ہے۔ ان کو یہ احساس ہی نہیں کہ شیطان ان کے حج کو غارت کرنے کو کس کس طریقے سے آرہا ہے، صاحب استطاعت ہوتے ہوئے مفت کا کھانا لینے، فقیروں کی طرح دوڑتے اور لوگوں کو ڈھکیل کر حاصل کرتے اور پھر کھانا لا کر اس کا احترام نہیں کرتے، بلکہ تھوڑا کھا کر کثیر غذا موریوں اور کچرے کے حوالے کر دیتے ہیں، صبح

کا کھانا شام کو کھانے کیلئے مناسب نہیں سمجھتے یا فریج میں رکھ کر دوسرے دن کھانا مناسب نہیں سمجھتے، اللہ کی نعمت کو کچرے کے حوالے کرتے اور شیطان کی طرح ناشکری کرتے ہیں۔

عرفات کا میدان

مکہ اور طائف کے راستے پر مستوی وسیع میدان جو قوس کے مانند پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے، یہ مکہ مکرمہ سے ۲۱ کیلومیٹر پر واقع ہے۔ یہاں ۹ ذی الحجہ کو حجاج کرام آتے ہیں، زوال آفتاب سے عرفات میں ٹھہرنے کا وقت شروع ہو جاتا ہے، وقوف عرفہ سے پہلے غسل کرنا مسنون ہے۔(انوار حج) وقوف عرفہ حج کا سب سے بڑا رکن ہے، حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **"الحج عرفہ"** یعنی عرفہ میں قیام ہی حج ہے، اگر کسی نے سارے ارکان حج ادا کئے اور بغیر کسی معذوری کے وہ میدان عرفات میں حاضر نہیں ہوا تو اس کا حج نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ بیمار حاجیوں کو ان کا حج ضائع نہ ہونے کی غرض سے امبولینس میں بہر حال ٹھرایا جاتا ہے، یہ وہ مقام ہے جہاں دین اسلام مکمل ہونے کی وحی آئی تھی، یعنی عرفہ کے دن اسلام کے مکمل ہونے کا اعلان کیا گیا۔ عرفات کے بیچ میں جبل رحمت ہے جہاں رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کا مشہور خطبہ دیا تھا۔ عرفات کے بالکل کنارے پر مسجد نمرہ ہے جہاں ظہر اور عصر ملا کر پڑھنے کے بعد خطبہ دیا جاتا ہے۔ خیمہ میں نماز پڑھی جائے تو ظہر اور عصر اپنے اپنے وقت میں ادا کرنا ہوگا۔ عرفات کی غیر حاضری کی کوئی قضا نہیں، کسی دم دینے یا قربانی دینے سے اس کی قضا اور تلافی نہیں ہوتی، اصل حج یہ ہے کہ تمام حاجی عرفات میں نویں ذی الحجہ کو زوال کے بعد سے غروب تک ٹھہریں اور مغرب کی نماز ادا کئے بغیر بعد مغرب مزدلفہ کیلئے نکل جائیں۔ یوم عرفہ کو شیطان بہت غصہ میں ہوتا ہے، اس لئے کہ اس کی ساری محنتیں بیکار کر دی جاتی ہیں، اس دن اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے، غروب آفتاب کے ساتھ ہی بندوں کے گناہ بھی ڈوب جاتے ہیں۔

❁ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عرفہ کا دن تمہاری زندگی کا سب سے عمدہ اور بہترین دن ہے، سب سے اچھی دعا عرفہ کے دن کی دعا ہے۔ اور عرفہ کے دن کی سب سے اچھی دعا جو میں نے اور مجھ سے پہلے کے انبیاء علیہ السلام نے کی ہے وہ یہ ہے، **لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحْـدَهُ لَاشَرِيْكَ لَـهُ لَـهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْر** (موطا،

ترمذی)

ترجمہ: اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ تن تنہا اور اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی سلطنت ہے اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس کے علاوہ دوسری دعائیں بھی مانگ سکتے ہیں، اگر ممکن اور سہولت ہو اور آسانی سے وہاں تک جاسکتے ہوں تو جبل رحمت کے پاس کھڑے ہو کر دعا مانگئے، جبل رحمت وہ پہاڑ ہے جس کے دامن میں رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں قیام کیا تھا۔ یہیں پر اونٹنی پر سوار ہو کر خطبہ بھی دیا تھا۔

❁ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بشارت دی کہ عرفہ کے دن سے بڑھکر کوئی دن نہیں۔ جس میں اللہ اپنے بندوں کو دوزخ کے عذاب سے آزاد کرتا ہے، وہ اس دن اپنے بندوں سے قریب ہو کر جلوہ گر ہوتا ہے، اور اپنے ان بندوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جو وہ مانگیں (وہ ہم نے قبول کیا)۔ (مسلم، نسائی)

❁ امام مالکؒ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے یہ خوشخبری سنائی کہ بدر کے دن کے سوا اور عرفہ کے دن سے زیادہ شیطان کسی دن ذلیل ورسوا اور غضبناک نہیں ہوا، کیوں کہ اس دن وہ دیکھتا کہ خدا کی رحمت برس رہی ہے، گناہ معاف ہو رہے ہیں۔ (مؤطا)

حاجی عرفات میں جمع ہو کر عملی طور پر یہ ثبوت دیتے ہیں کہ ہمارے پیغمبر ﷺ نے جس طرح ہمیں اللہ واحد سے جوڑا تھا، اسی طرح ہم سب ایک ہیں، ہمارا دین ایک ہے، ہماری فکر ایک ہے، ہمارا کلمہ ایک ہے، ہم باوجود الگ الگ ملکوں اور قوموں کے ہونے کے، ایک ہی عقیدہ رکھتے ہیں، اور ایک ہی طرح اللہ کی اطاعت کرتے ہیں اور ایک امت بن گئے ہیں، ہم میں اونچ نیچ، کالے گورے، بڑے چھوٹے اور امیر وغریب کا فرق ہی نہیں، دنیا کے دوسرے مذاہب اس طرح ایک ہی وقت میں ایک ہی جگہ امن وسکون کے ساتھ جڑ نہیں سکتے اور نہ اجتماع کراسکتے اور نہ وہ اتفاق واتحاد باقی رکھ سکتے ہیں اور نہ ایسا نظارہ پیش کرسکتے ہیں۔ حج میں جو دعائیں کی جاتی ہیں ان کا بڑا حصہ توبہ واستغفار ہے، عرفات خاص طور پر اللہ تعالیٰ سے خوب دعائیں کرنے کی جگہ ہے اور دعاؤں کے قبول ہونے کا مقام ہے، یہ وہ مقام ہے جہاں انبیاء

علیہم السلام پر رحمتوں اور برکتوں کا نزول اور انوار الٰہی کی بارش ہوئی، یہاں پر حضرت آدم وحوا علیہما السلام نے اپنے گناہوں کی معافی کی دعا مانگی تھی، یہاں پر حضرت ابراہیمؑ نے بہت سی دعاؤں کے ساتھ اولاد کیلئے دعامانگی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کیلئے خوب دعائیں مانگیں ،اس لئے عرفات ومزدلفہ میں منڈ فقیر کی طرح گھنٹوں بار بار دعائیں مانگتے رہئے جیسے منڈفقیر لئے بغیر پیچھا نہیں چھوڑتا۔ یہاں پر دل سے تڑپ اورفکر والا دعاؤں کے ذریعہ اپنی زندگی بدل لیتا ہے،اور نئی زندگی شروع کرتا ہے۔اگر کوئی مجبوری نہ ہوتو کھڑے ہوکر دعا مانگی جائے۔

عرفات کے میدان میں اسلام کی عظیم الشان شوکت اور حاجیوں کی نورانیت اور غیر معمولی ڈسپلین نظر آتا ہے۔سب لوگ خاموش خاموش اپنی اپنی بولیوں میں اللہ کو پکارتے اور دعائیں کرتے نظر آتے ہیں، دوسری طرف یہ میدان یعنی حاجیوں کا قیام عرفہ روزمحشر کی یاد دلاتا ہے۔اگر کوئی عرفات میں وقوف کر کے بھی آخرت سے غافل رہے اور میدان محشر کو یاد نہ کیا،تو پھراس کی بہت بڑی کم نصیبی ہے،عرفات کی حاضری سے انسان حشر میں اللہ کے سامنے ایک دن اپنی حاضری کو یاد کرے کہ تمام انسانوں کو اللہ تعالیٰ میدان حشر میں اسی طرح حاضر کریگا۔عرفات میں وقوف کرنے کے بعد حاجی کو میدان حشر کے پورے حالات سامنے آجائیں، تب ہی آخرت کی تڑپ اور فکر پیدا ہوگی۔اس کو یہ ذہن میں لانا ہوگا کہ سارے انسان میدان حشر میں اسی طرح جمع ہوں گے،کامیاب انسانوں کے چہرے روشن ہونگے اور سیدھے ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا اور ناکام انسانوں کو جن کے چہرے کالے ہوں گے نامۂ اعمال پیچھے سے بائیں ہاتھ میں دیا جائیگا۔روشن چہرے والے کامیاب انسان اپنا نامۂ اعمال ایک دوسرے کو خوشی سے دکھاتے پھریں گے۔سیاہ چہرے والے سخت دھوپ اور بھوک وپیاس کی حالت میں حیران وپریشان ٹھہریں گے،اس طرح اس میں آخرت کی یاد تازہ ہوگی ،عرفات کا میدان گویا انسان کو کل کی یاد آج ہی دلاتا ہے،حاجی عرفات کے میدان میں وقوف کے دوران خاص طور پر رسول اللہ ﷺ کا خطبہ حجۃ الوداع کو ذہن میں لائے، یہ کب ہوگا؟ جب وہ حج کو جانے سے پہلے ہی اس خطبہ کو اچھی طرح پڑھ لے یہ خطبہ دراصل اسلامی تعلیمات کا

نچوڑ بھی کہلاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی محنتوں کا نچوڑ اس دن میدان عرفات میں جمع تھا، ایک حاجی کو رسول اللہ ﷺ کی آواز خطبہ کی شکل میں سنائی دیتی ہے۔ جبل رحمت عرفات کا وہ پہاڑ ہے جہاں رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کا خطبہ دیا، حجۃ الوداع کے خطبہ کے اہم اہم نکات یہاں بیان کیے جاتے ہیں تاکہ آپ کو پورا خطبہ یاد آجائے۔

خطبات حجۃ الوادع کے چند ارشادات

بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دسویں تاریخ کو خطاب کرتے ہوئے پوچھا۔

❁ اے لوگو! آج کونسا دن ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ ''یہ محترم دن ہے'' (یعنی یوم النحر ہے) پھر آپ نے پوچھا: کہ یہ کونسی جگہ ہے تو لوگوں نے کہا یہ ''بلد حرام'' ہے (یعنی حرم محترم) پھر آپ نے سوال فرمایا: کہ یہ کونسا مہینہ ہے؟ تو حاضرین نے جواب دیا کہ ''یہ محترم مہینہ (ذی الحجہ ہے) یہ سن کر آپ یوں فرمائے تمہاری جان مال عزت آبرو ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جیسے تمہارے اس مقدس دن، اس مقدس شہر اور مقدس مہینہ کی حرمت و تعظیم (تم پر واجب ہے) پھر اسی جملہ کو کئی مرتبہ دہرایا۔ ایک روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے

کسی بھی شخص کے لئے اس کے بھائی کا مال حلال نہیں ہے سوائے اس مال کے جو اس نے خوش دلی کے ساتھ اسے دیا ہو اور تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

اللہ کے رسول ﷺ کی اس تاکید اور نصیحت کے باوجود بہت سارے حاجی جوڑے کی رقم، سامان جہیز، رشوت، دھوکا، فریب اور ناجائز قبضوں کے ذریعہ دوسرے مسلمان کو لوٹتے قتل و خون کرتے، گالی گلوج سے اس کی بے عزتی کرتے ہیں اور ترکہ کا مال صحیح تقسیم نہیں کرتے، آپس میں حقوق ادا نہیں کرتے۔

❁ مستدرک حاکم میں ہے: اے لوگو! میں تمہارے درمیان ایسی دو چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم ان پر مضبوطی سے جمے رہے تو تم کبھی گمراہ نہ ہوگے، ایک اللہ کی کتاب دوسرے اس کے

پیغمبر کی سنت۔اس کے باوجود مسلمان کتاب وسنت پرایمان رکھتے مگر زندگی گزارنے میں سماج وسوسائٹی کے رسم ورواج والے دین پر چلتے اور عقائد اعمال میں شرک پیدا کیے ہوئے ہیں، جو چیز قرآن وحدیث سے ثابت نہیں اسے دین سمجھے ہوئے ہیں۔

❁ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: شیطان اس بات سے تومایوس ہو چکا ہے کہ تمہاری سرزمین میں اسکی پوجا کی جائے،لیکن وہ اس پر راضی ہے کہ اسکے علاوہ تمہاری جانب سے کئے جانے والے بہت سے اعمال (گناہ والے کاموں) میں اسکی اطاعت کی جائے اسلئے ہوشیار رہو۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشن گوئی آج پوری طرح عالم عرب پر صادق ہے، بیشک وہ لوگ شرک اور بت پرستی میں گرفتار تو نہیں ہوئے،مگر نفس پرستی،قوم پرستی،وطن پرستی،ٹیلی ویزن کے فحش مناظر،مغربی کلچر کے دل دادہ بن گئے ہیں اور دولت نے ان کو دنیا کی محبت میں گرفتار کر دی ہے۔

❁ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جاہلیت کی ہر رسم میرے پیروں تلے دفن ہے۔

اکثر مسلمانوں کے نزدیک دین نام ہے سماج وسوسائٹی کا،وہ لوگ قرآن وحدیث کے احکام کے مقابلہ باپ دادا کی رسموں کو دین سمجھے ہوئے ہیں۔اکثر جاہلانہ رسم ورواج کو اختیار کر کے پیدائش سے لے کر موت تک کے کاروبار انجام دیتے ہیں۔

آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبات میں یہ بھی ارشاد فرمایا: خبردار میرے بعد کافروں جیسے کام کرنے والے مت بن جانا،تا کہ تم میں بعض بعض کی گردنیں کاٹے ،اچھی طرح سن لو! شیطان اس بات سے مایوس ہے کہ نماز پڑھنے والے اس کی پوجا کریں؛ لیکن وہ تمہارے درمیان دشمنیاں ابھارنے میں لگا ہوا ہے۔(مسند احمد۔۲/۷۵)

یہ بات بھی آج چودہ سو سالوں سے پوری طرح صادق آرہی ہے،دین سے دوری کی وجہ سے اکرام مسلم ختم ہوتا جارہا ہے اور اکثر وبیشتر مسلمانوں میں اختلافات،نفرت اور بغض وعداوت پیدا ہو کر اتحاد ٹوٹ رہا ہے اور لوگ کئی فرقوں میں بٹ گئے ہیں ایک دوسرے کو مسلمان نہیں سمجھتے۔

❁ خواتین کا احترام کرنا اور ان کے حقوق ادا کرنے کی تلقین کی گئی،آپ نے ایمان والے مردوں کو عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنے کی تاکید فرمائی اور عورتوں کو یہ تعلیم دی کہ وہ اپنے مردوں کے بستروں پر کسی غیر مرد کو بیٹھنے نہ دیں اور جن کو تم پسند نہ کرتے ہو ان کو نہ

آنے دے، تو خلاف ورزی پر سزا دینے کی بھی تلقین کی۔

❁ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبات میں یہ بھی تاکید فرمائی کہ اے لوگو! تمہارا پروردگار ایک ہی ہے، اور تم سب کے باپ بھی ایک ہیں (یعنی حضرت آدمؑ) خبردار رہو، کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کالے پر کسی کالے کو گورے پر تقویٰ کے علاوہ کسی اعتبار سے فضیلت حاصل نہیں ہے۔ بے شک تم میں سب سے باعزت شخص اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے، گویا آپ نے مسلمانوں کو انسانی مساوات کی تعلیم دی اور بتلایا کہ عزت وشرافت کی بنیاد رنگ ونسل، خاندان اور حسب نسب نہیں۔

❁ دعوت وتبلیغ کی تاکید کی گئی آپؐ کا ارشاد ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کا چہرہ روشن فرمائے جو میری کسی بات کو سن کر اسے اپنے کسی بھائی کو سنانے کا ارادہ کرے تم میں کے حاضر غائب تک یہ باتیں پہنچادیں، کیوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔

❁ مسلم کی روایت میں ہے کہ آخر میں آپؐ نے صحابہ سے پوچھا کہ قیامت میں تم سے جب میرے بارے میں سوال ہوگا تو تم کیا کہوگے، تو سب نے عرض کیا کہ ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے (اللہ کا پیغام بلا کم وکاست) ہم تک پہنچادیا۔ یہ سن کر حضورﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور لوگوں کی طرف اشارہ کیا اور تین مرتبہ یہ جملہ ارشاد فرمایا: **اللهم اشهد، اللهم اشهد، اللهم اشهد،** اے اللہ گواہ رہ، اے اللہ گواہ رہ، اے اللہ گواہ رہ، اس کے علاوہ آخر میں یہ رونگٹے کھڑے کردینے والے الفاظ کہے۔

❁ سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک حدیث ۳۰۵۷: خبردار رہو! میں حوضِ کوثر پر تمہارا منتظر رہوں گا اور تمہارے ذریعہ سے دیگر امتوں پر فخر کروں گا: اسلئے تم (بدعملی کرکے) یعنی مجھے رسوامت کرنا، کان کھول کر سن لو! کہ حوضِ کوثر پر میں کچھ لوگوں کو چھانٹوں گا اور کچھ لوگ مجھ سے الگ کئے جائیں گے، تو میں کہوں گا کہ اے رب! یہ تو میرے ساتھی ہیں، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آپکو نہیں معلوم کہ انہوں نے آپکے بعد کیا کیا نئے کام کئے ہیں (یعنی بدعات وخرافات میں مبتلا رہے، نئی نئی باتیں دین میں نکالے اسلئے یہ جامِ کوثر پینے کے لائق نہیں)

یوں تو تمام مسلمان کو حجۃ الوداع کے خطبات کا خلاصہ یادرکھنا چاہئے، مگر حاجی کو خاص طور پر رسول اللہﷺ کے یہ تمام ارشادات کم سے کم یادرکھ کر لوٹنا چاہئے۔

مدینہ منورہ کی حاضری

حج کے بعد سب سے اہم کام رسول اللہ ﷺ کے روضہ پر حاضری اور مسجد نبوی میں نمازوں کا اہتمام کرنا ہے۔ یہاں ایک ایمان والے کو اپنے آقا کی قبر اطہر کی زیارت سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سکون واطمینان ملتا ہے۔ مدینہ کی زیارت مناسک حج میں شامل نہیں، اگر کوئی حاجی کسی مجبوری کی وجہ سے زیارت مدینہ کے بغیر مکہ سے وطن واپس ہوجائے تو اس کے حج میں کوئی کمی اور خرابی نہیں ہوگی۔ بغیر کسی مجبوری کے زیارت نہ کرے تو یہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ احترام اور وفاداری نہیں۔

مکہ سے مدینہ کی دوری 281 میل ہے اور بس سے تقریباً سات گھنٹوں کا سفر موجودہ ہجرت روڈ سے ہوتا ہے، مورخین نے لکھا ہے کہ سیدنا نوحؑ کی نسل میں ایک آدمی کا نام یثرب تھا۔ جس نے اس شہر کی بنیاد رکھی اسی کے نام پر یثرب پڑ گیا۔ مگر اس کے دوسرے بھی نام ہیں، ایک نام طابہ بھی ہے جس کے معنی طیب کے ہیں رسول اللہ ﷺ کی برکت سے یہ شہر شرک سے پاک ہوگیا، رسول اللہ ﷺ نے یثرب کے معنی (ملامت، فساد اور خرابی) کے ہونے کی وجہ سے تبدیل کر کے المدینہ رکھا۔

سیدنا ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ مکہ مکرمہ چھوڑ کر ایسے علاقے کی طرف ہجرت کررہا ہوں جس میں کھجوروں کے درخت بہت زیادہ ہیں۔ میں نے سمجھا شاید یہ **یمامہ یا ھجر** ہے۔ لیکن معلوم ہوا کہ یہ مدینہ یعنی یثرب ہے

مدینہ منورہ کے فضائل بے حد وحساب ہیں۔ اللہ اور رسول ﷺ کے نزدیک اس کا بہت بلند مرتبہ ہے، بہت سی احادیث میں اس کی فضیلت بیان کی گئی۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: دجال ہر شہر میں داخل ہوگا، سوائے مکہ اور مدینہ کے، کیونکہ ان کے راستوں پر فرشتے صفیں باندھے حفاظت کررہے ہوں گے، دجال ایک ناکارہ سی زمین پر پڑاؤ ڈالے گا۔ پھر مدینہ میں تین زلزلے آئیں گے، جن کے ڈر سے ہر کافر ومنافق مدینہ سے نکل کر دجال سے جاملے گا اور مدینہ منورہ پاک ہوجائے گا۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: مدینہ میں دجال کا رعب داخل نہ ہوگا۔ ان دنوں مدینہ کے سات راستے ہونگے ہر راستے پر فرشتے مقرر ہوں گے۔ اس وقت مدینہ شہر کے سات راستے بن چکے ہیں۔

❁ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اس مسجد میں ایک وقت کی نماز مسجد حرام کے علاوہ دوسری مسجدوں کی ایک ہزار نمازوں سے بہتر ہے۔(مسند احمد: ۳۴۳/۳، ۳۹۷)

❁ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری قبر کو عبادت گاہ نہ بنانا۔ اور نہ اپنے گھروں کو قبرستان اور مجھ پر درود بھیجو، تمہارا درود خواہ تم کہیں پر بھی ہو مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔(احمد ابوداؤد)

❁ صحیحین کی روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین مسجدں کی طرف سفر کیا جائے مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ۔

❁ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو میری قبر کی زیارت کرے اس کے لئے میری شفاعت واجب ہے۔(اعلاء سنن ۴۹۶/۱۰)

❁ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے حج کیا میری وفات کے بعد اور میری قبر کی زیارت کی اس نے گویا میری زندگی میں میری زیارت کی۔(بیہقی، شعب ایمان، مشکوٰۃ۔اعلاء سنن)

❁ حضرت انس سے روایت ہے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے میری مسجد میں چالیس نمازیں پڑھیں، جس میں سے ایک بھی فوت نہ ہو تو اسے نفاق اور دوزخ سے بری کر دیا جائے گا۔(مسند احمد)

❁ جب حج سے فارغ ہو جائیں تو مدینہ کے سفر کی تیاری کریں اور مسجد نبوی اور روضہ اطہر کی زیارت کی نیت سے سفر کریں۔ رشتے داروں سے ملنے اور مقامات کو دیکھنے یا سیر و تفریح کی نیت نہ ہو۔ خاص طور پر زیارت کی نیت سے سفر شروع کریں۔ چاہے مدینہ سے گزرتے ہوئے جا رہے ہوں۔ یہ پیغمبر کے ساتھ احترام اور تعلق کا اظہار ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ نے مدینہ کو اپنے آخری نبی ﷺ کی دنیوی آرام گاہ بنایا ہے، قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کو یہیں سے حشر کے میدان کیلئے اٹھایا جائے گا۔ مدینہ منورہ کو اللہ نے وہ شرف عطا فرمایا جہاں جبرئیلؑ اور دوسرے مقرب فرشتے آتے تھے۔ مدینہ منورہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کا مقام ہے، اسی میں آپکی قبر اطہر ہے۔ اسی میں آپ کی بنائی ہوئی مسجد نبوی ہے، جنت کی کیاری ریاض الجنہ ہے، رسول اللہ ﷺ کے خطبہ دینے کا منبر اور نماز ادا کرنے کا محراب ہے اسی میں صفہ کا چبوترا ہے اسی کے قریب احد کا پہاڑ، خندق کا میدان، بدر کا مقام، مسجد قبلتین، مسجد قبا اور

ہزاروں بڑے بڑے صحابہ اور صحابیات کی آخری آرام گاہ جنت البقیع ہے، یہ شہر چاروں خلفائے راشدین کا مرکز اور انکی خلافت کی تاریخ اور واقعات یاد دلانے والا مقام ہے۔ حضرت حمزہؓ اور مصعب بن عمیرؓ اور عثمانؓ اور کئی صحابہ کی شہادت کے واقعات یاد دلانے والا مقام ہے، بیر روما یا بیر عثمان اور اس طرح کے بہت سے کنویں جن سے خاص خاص واقعات وابستہ ہیں یاد دلاتا ہے۔ یہ وہ شہر ہے جہاں دن رات اللہ کی باران رحمت کا نزول ہوتا رہتا ہے، اس شہر کا ایک ایک محلّہ صحابہ کی زندگیوں کی یاد تازہ کرنے عبرت ونصیحت دلانے والا ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شہر کے باشندے میرے پڑوسی ہیں، میری امت پر ضروری ہے کہ وہ میرے پڑوسیوں کا لحاظ رکھیں۔

۞ حضرت ابو ہریرہؓ سے صحیح مسلم میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جب بھی لوگ کوئی نیا پھل دیکھتے تو اسے سب سے پہلے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے، رسول اللہ ﷺ اسے اپنے ہاتھ میں پکڑتے اور دعا فرماتے، اے اللہ ہمارے لئے ہمارے پھلوں میں برکت عطا فرما، ہمارے غلے میں، ہمارے رزق میں برکت فرما اے اللہ ابراہیمؑ تیرے بندے تیرے خلیل اور تیرے نبی تھے اور میں بھی تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں، انہوں نے مکہ مکرمہ کے لئے تجھ سے دعا فرمائی تھی میں بھی تجھ سے مدینہ کے لئے ابراہیمؑ کی برکت کی دعا سے دگنی برکت طلب کرتا ہوں۔ سیدنا ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں پھر آپ ﷺ سب سے چھوٹے بچے کو بلاتے اور اسے وہ پھل کھانے کیلئے دے دیتے تھے۔ (مسلم)

۞ مدینہ کا سفر شروع ہوتے ہی اللہ کا ذکر اور رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام کثرت سے بھیجنا شروع کردیں اور مدینہ پہونچنے کے بعد ہوٹل میں سامان وغیرہ رکھ کر ہوٹل کا پتہ اور نام کا کارڈ ساتھ رکھ لیں، اطمینان سے غسل کرلیں، نئے یا صاف ستھرے کپڑے پہن لیں اور عطر کا استعمال کر کے مسجد نبوی کا رخ کریں اور چلتے وقت زبان پر درود شریف کا ورد جاری رکھیں۔ اور باوضو مسجد میں داخل ہوں۔ کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی میں داخل ہو کر نفل اعتکاف کی نیت ضرور کریں، **بِسْمِ اللّٰهِ دَخَلْتُ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَنَوَيْتُ سُنَّةَ الْاِعْتِكَافِ** میں اللہ کا نام لیکر داخل ہوا اور اسی پر بھروسہ کیا اور میں نے سنت اعتکاف کی نیت کی۔ مسجد میں جانے سے پہلے کچھ مساکین میں صدقہ وخیرات کریں۔ مسجد کے دروازے میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ پڑھ کر رسول اللہ ﷺ پر سلام

بھیجتے ہوئے مسجد میں داخلہ کی دعا پڑھیں اور مکروہ اوقات نہ ہوں تو جہاں جگہ مل جائے تحیۃ المسجد پڑھیں، پھر روضہ کی طرف جا کر نیچی نگاہوں سے احترام وادب، عاجزی سے بالکل آہستہ سلام عرض کریں۔ وہاں کسی قسم کی بدتمیزی، چیخ وپکار، زور سے بات کرنا سب منع ہے، آداب کے خلاف ہے، وہاں جس طرح آپ ﷺ کی زندگی میں بے ادبی اور چلا کر بات کرنے سے سورۃ الحجرات میں منع کیا گیا، روضہ کے پاس بھی ذراسی بے ادبی سے اعمال ضائع ہونے کا خطرہ ہے، پوری مسجد میں کبھی بھی اونچی آواز سے ہرگز بات نہ کریں یہ خیال رکھئے کہ آپ اپنے آقا کے پاس ہیں ان کے دربار میں ہیں اور جس طرح غلام اپنے آقا کے ادب واحترام میں رہتا ہے، ویسے ہی غلام بن کر مسجد نبوی میں رہیئے۔ جتنے دن بھی مدینہ میں قیام رہے کوشش کریں کے تمام نمازیں باجماعت مسجد میں ادا کرتے رہیں۔

❁ روضہ سے قریب ہوں اور سلام عرض کریں تو یہ خیال رکھئے کے رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ آپ کا سلام سنا رہا ہے اور وہ سلام سن رہے رہیں، تین مرتبہ **السلام علیک یا نبی اللہ، السلام علیک یارسول اللہ، السلام علیک یا حبیب اللہ** عرض کرنے کے بعد دونوں خلفائے راشدین حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ پر سلام عرض کیجئے

السلام علیکما یا خلیفتی رسول اللہ.

❁ رسول اللہ کی محبت میں بے قابو ہو کر توحید کے خلاف یا آداب کے خلاف کوئی کام نہ کریں۔ روضہ کی جالی کو چھونا، بوسہ دینا، سجدہ کرنا، طواف کرنا ،رکوع کی طرح جھکنا، ناجائز اور بے ادبی ہے، مدینہ میں قیام کے دوران ہر نماز میں روضہ اطہر کی زیارت اور سلام کا نذرانہ پیش کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ مسجد نبوی کی حاضری اس بات کا عملی ثبوت ہے کہ مسلمان چاہے کسی ملک، کسی خطہ، کسی قوم، کسی زبان، کسی رنگ ونسل کا کیوں نہ ہو اور دنیا میں کہیں پر رہتا ہو، وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہی کو اپنا پیغمبر مانتا اور ایمان رکھتا ہے، وہ گویا دربار نبوی میں حاضر ہو کر عملی طور پر اس بات کا اقرار اور عہد کرتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ ہی کو اللہ کا آخری پیغمبر مانے گا اور قیامت تک کے لئے آپ کی نبوت کا اقرار کرے گا، اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اتباع میں اللہ تعالیٰ کی عبادت وغلامی کریگا۔ آپ کے بعد کسی کو بھی پیغمبر نہیں مانے گا اور رسول اللہ ﷺ سے ہٹ کر کسی اور کی نقل اور اتباع

کو گمراہی و گناہ سمجھتا ہے۔ وہ اپنے پیغمبر کے گھر آ کر انکی زندگی میں ملاقات نہ کر سکا تو کم سے کم ان کی قبر کی زیارت کر کے ان سے ملاقات کر رہا ہے اور اپنے کلمہ کے عہد کو تازہ کر رہا ہے، روضہ مبارک اور مسجد نبوی کی زیارت کرنا گویا رسول اللہ ﷺ سے وابستگی اور وفاداری، نسبت اور تعلق کا پکا ثبوت دیتا ہے۔ حج کے بعد اپنے رسول ﷺ کی قبر کی زیارت کیے بغیر چلے جانا، گویا رسول اللہ ﷺ کی پرواہ نہ کرنا اور رسول ﷺ سے رسمی تعلق رکھنا ہے، ایک ایمان والے کو رسول ﷺ سے بے انتہا محبت ہونی چاہئے اور اسی محبت کے تقاضے کے تحت آپ کے گھر اور قبر کا دیدار کرنے کا شوق اور بے قراری ہونی چاہئے۔

❁ مدینہ طیبہ میں حاضری دینے سے حاجی کو یہ تربیت ملتی ہے کہ وہ اگر پیغمبر ﷺ کو ان کی زندگی میں نہ دیکھ سکا تو قبر اطہر کی زیارت کر کے یہ احساس اپنے اندر اجاگر کرے کہ دنیا میں اب اگر کسی کی نبوت جاری ہے تو وہ صرف رسول اللہ ﷺ کی ہے، انسانوں کی آپ ﷺ کو آخری رسول ماننے ہی میں نجات ہے، میں آپ ﷺ کی رہنمائی میں زندگی گزار کر کامیاب ہو سکتا ہوں۔ میرے لئے رہبر اور رہنما محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں، آپ ہی کے راستے پر چل کر اللہ تعالیٰ کو پا سکتا ہوں۔ اگر میں نے آپ ؐ کے راستے سے ہٹ کر کسی دوسرے راستے کو اختیار کیا تو وہ گمراہی ہوگی۔ گویا کلمہ میں کعبہ کی حاضری **لا الہ الا اللہ** کی تربیت اور مدینہ کی حاضری محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی یاد دہانی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کو آپ ہی سے وابستہ کر دیا۔

❁ حاجی کا ضمیر زندہ ہے تو اس کو یہ احساس دلائیگا کہ اگر وہ شریعت محمدی کو اختیار نہ کرے اور رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھ کر توحید سے ہٹ کر یا یہود نصاریٰ کے کلچر پر زندگی گزارے تو اسکی حاضری حقیقت میں اپنے آپ کو دھوکا دینا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے روضے کے قریب آ کر بھی یہود ونصاری کی اتباع یا جاہلانہ طریقوں پر زندگی گزار کر رسول اللہ ﷺ سے دور ہے اور بظاہر روضہ کے قریب آ کر امتی کا اظہار کر رہا ہے مگر عمل سے حضور ؐ سے دور ہے اور حضور ﷺ کا وفادار نہیں ہے، اسے جس طرح آپ سے، آپ کے گھر سے، آپ کی قبر اطہر سے، آپ کی مسجد سے اور آپ کے شہر سے محبت ہے اسی طرح آپ کے ارشادات، آپ کی سنتوں اور آپ کے اعمال اور احکام سے بھی بے انتہا محبت رکھنی چاہئے ورنہ اسکی محبت کا دعویٰ جھوٹا ہے اگر ایک حاجی کا عمل ایسا نہیں تو یہ محبت جھوٹی

ہوگی اور حلق سے اوپر ہی ہوگی۔ آج حضور ﷺ ذات کے اعتبار سے تو موجود نہیں مگر ارشادات، اعمال اور سنتوں اور طریقوں کے اعتبار سے موجود ہیں، نبوت کے اعتبار سے موجود ہیں، وہ روضہ پر حاضری دینے کے باوجود کیسے بغاوت کر سکتا ہے؟ امتی کو ہر طریقہ سے آپ کے ساتھ رہنے اور وفادار بننے کا ثبوت دینا ہوگا۔ جو لوگ رسول ﷺ سے زبانی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں مگر آپ کی سنتوں کی جگہ نئی نئی بدعتیں نکالتے اور غلو اختیار کرکے دین کی شکل بگاڑتے ہیں، وہ باوجود روضہ پر حاضری دینے کے سچے عاشق رسول نہیں۔ انکا عشق جھوٹا ہے۔ اگر ہم حضور ﷺ کے زمانے میں ہوتے اور مدینہ جاتے تو حضور ﷺ ہم سے یہی وعدہ لیتے کہ ہم حضور ﷺ کی اتباع کرکے اللہ کی عبدیت وبندگی کریں گے اگر ہم غلو کے ساتھ، یہود ونصاریٰ کے طریقوں کے ساتھ یا جاہلانہ رسموں کے ساتھ زندگی گزارتے ہوئے حضور ﷺ کے سامنے جاتے تو کیا حضور ﷺ ہم کو پسند کرتے یا قریب آنے دیتے؟ ذرا غور کیجئے، وہ محبت کیسی محبت ہے جس میں بظاہر قبر اطہر کی زیارت سے نفس کو تو خوش کیا جارہا ہے، مگر غیروں کے اعمال اور عقائد اختیار کرکے رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کی شکل بگاڑی جارہی ہے اور جان بوجھ کر رسول اللہ کے ہر طریقہ کو مٹایا جارہا ہے۔ کیا رسول اللہ ﷺ ایسے لوگوں سے خوش ہوں گے؟ جو ایک طرف زبانی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور دوسری طرف آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کو کمزور کرتے اور یہود ونصاریٰ کے کلچر کو پسند کرتے ہیں۔

ریاض الجنہ:. رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو جگہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان ہے وہ جنت کے باغیوں میں سے ایک باغ ہے۔ (بخاری ومسلم) جو قیامت کے دن جنت میں اٹھالیا جائے گا۔ یہ حصہ قدیم مسجد نبوی میں ہے اور ریاض الجنہ کہلاتا ہے، اسی میں وہ درخت کے تنے کو دفن کر دیا گیا جس کو ٹیکا دیکر حضور ﷺ خطبہ دیا کرتے تھے، جب منبر تیار ہوگیا اور آپ منبر پر ٹھہر کر خطبہ دینے لگے تو یہ بچوں کی طرح رونے لگا، جب حضور منبر سے نیچے اتر کر اس کے پاس آئے تو آہستہ آہستہ خاموش ہوگیا، وہ رسول ﷺ کی جدائی برداشت نہیں کرسکا۔ ریاض الجنہ کے پورے حصہ میں نمازیں ادا کرنا بہت زیادہ ثواب کا باعث ہے، مگر لوگ جگہ اور مقام کا احترام نہیں کرتے، اندر چھوڑتے ہی ایسا بھاگتے ہیں کہ شاید رسول ﷺ کے روضہ تک کی زمین ہلتی ہوگی، یہ بے ادبی ہے، یہ عمل بھی سورۃ الحجرات کے احکام کی خلاف ورزی ہے

اور جو لوگ بیٹھ جاتے ہیں وہ اٹھتے ہی نہیں اور نہ دوسروں کے لئے جگہ خالی کرتے ہیں۔اسی ریاض الجنہ میں سات ستون ہیں ان کو اسطوانات رحمت کہا جاتا ہے ان پر سنگ مرمر چڑھا ہوا طلائی کا کام کیا ہوا ہے، ہر اسطوانہ پر چھوٹی سی مخملی تختی لگی ہوئی ہے جس پر اس کا نام لکھا ہوا ہے۔

اسطوانہ حنانہ:. یہ وہ جگہ ہے جب منبر رسولؐ تعمیر ہو گیا تو آپ خطبہ دینے منبر پر گئے تو وہ تنہ زور زور سے بلک بلک کر رونے لگا۔

اسطوانہ حرس:. جب رسول ﷺ گھر میں چلے جاتے تو کوئی صحابی پہرہ دینے کی غرض سے وہاں بیٹھے رہتے۔

اسطوانہ وفود:. مدینہ سے باہر کے لوگ اسلام قبول کرنے آتے تو یہاں بیٹھ کر رسول ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرتے اور اسلام قبول کرتے تھے۔

اسطوانہ سریر:. یہاں رسول ﷺ اعتکاف فرمایا کرتے تھے، یہاں رات کو آرام کے لئے آپ کا بستر بچھا دیا جاتا تھا۔

اسطوانہ ابی لبابہ:. حضرت ابولبابہؓ سے بہ تقاضائے بشریت غزوہ تبوک میں ایک خطا سرزد ہو گئی تھی، جس کا قرآن مجید کے پارہ بارہ میں ذکر ہے، ابولبابہؓ نے اپنے آپ کو اس ستون سے باندھ لیا تھا اور کہا کہ جب تک رسول اللہ ﷺ خود نہیں کھولیں گے بندھا رہونگا، حضور ﷺ نے بھی فرمایا کہ جب تک مجھے خدا کی طرف سے حکم نہیں ملے گا میں نہیں کھولونگا، چنانچہ اللہ نے توبہ قبول کی حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے انہیں کھولا۔

اسطورانہ جبرئیل:. حضرت جبرئیلؑ وحی لے کر تشریف لاتے تو اسی جگہ بیٹھے نظر آتے تھے۔

اسطوانہ عائشہ:. رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری مسجد میں ایک ایسی جگہ ہے کہ اگر لوگوں کو وہاں نماز پڑھنے کی فضیلت معلوم ہو جائے تو قرعہ اندازی کریں گے، حضور کی زندگی میں صحابہ کو وہ جگہ معلوم نہ ہو سکی، لیکن رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بی بی عائشہؓ نے اپنے بھانجہ عبداللہ بن زبیر کو یہ جگہ بتلائی جہاں اب یہ ستون ہے۔ان تمام ستونوں کے پاس دو رکعت نفل نماز پڑھنی چاہئے اور خوب دعا واستغفار کرنا چاہئے مگر بھیڑ کی وجہ سے کسی کو بھی سکون کے

ساتھ نماز پڑھنے نہیں دیا جاتا اور نہ متانت وسنجیدگی کے ساتھ دعا کر سکتے ہیں اسطوانوں کے قریب کوئی نماز متانت وسنجیدگی کے ساتھ پڑھنے کا موقع ہی نہیں دیا جاتا، ہر آدمی کے پیچھے بیس پچیس لوگ ٹھہرے رہتے ہیں۔

صفہ (چبوترا):. یہ چبوترا بالکل روضہ سے قریب اور پیچھے ہے، اسی کے ایک طرف باب جبرئیل ہے، اصحاب صفہ دن رات یہیں رہتے اور رسول اللہ ﷺ سے علم دین سیکھتے تھے۔ وحی کے نازل ہوتے ہی ان کو علم ملتا تھا، حاجی وہاں دو رکعت نفل نماز پڑھتا ہے، اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے علم نافع کی دعا کرنا بہت اچھا ہے۔

مصلیٰ:. ریاض الجنہ میں رسول کا مصلیٰ تھا، جہاں آپ کھڑے ہوکر امامت فرماتے تھے۔ اس جگہ کو ایک محراب بنا دیا گیا۔ جو محراب النبی کہلاتا ہے، رسول اللہ ﷺ کے مصلیٰ کی تعظیم برقرار رکھنے کی غرض سے سجدہ کرنے کی جگہ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دیوار میں لے لی اور ٹھہرنے کے مقام کو باہر رکھا اس طرح لوگوں کے لئے آپ کے قدم رکھنے کی جگہ پر سجدہ کی زمین ہے۔

جنت البقیع:. مسجد نبوی کے قریب روضہ رسول سے کچھ ہی دور پر مدینہ منورہ کا یہ مشہور قبرستان ہے، جہاں بڑے بڑے صحابہ، صحابیات مدفون ہیں، حضرت عثمان غنیؓ، بی بی فاطمہؓ اور بی بی عائشہؓ، حضرت عباسؓ حضور ﷺ کے چچا دوسرے ازواج مطہرات اور حضور کے صاحبزادے، صاحبزادیاں مدفون ہیں حضرت عباسؓ کے پیروں میں حضرت حسنؓ بھی ہیں۔ ہو سکے تو ہر روز کم سے کم ایک مرتبہ زیارت کیجئے۔

مسجد قبا:. مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر جو آبادی ہے اسے قبا کہا جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ جب مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ آئے تو آپ ﷺ نے یہیں پر ۴ دن قیام فرمایا اور اپنے مبارک ہاتھوں سے مسجد قبا کی بنیاد رکھی۔ اسلام کی تاریخ میں سب سے پہلی مسجد یہی تعمیر ہوئی۔ مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے بعد یہ تمام مسجدوں سے افضل ہے، رسول اللہ ﷺ اکثر مدینہ منورہ سے مسجد قبا آیا کرتے تھے۔ حضرت اسید ابن حضیر انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: مسجد قبا میں ایک نماز ایک عمرہ کے برابر ہے۔ (ترمذی) ہو سکے

تو ہر روز مدینہ میں رہنے تک دو رکعت ادا کر کے عمرہ کے ثواب حاصل کریں۔

مسجد جمعہ:. یہ مسجد قبا کے راستے میں ہے جہاں بنو سالم آباد تھے، سب سے پہلا جمعہ رسول اللہ ﷺ نے اسی مسجد میں ادا کیا۔

مسجد قبلتین:. یہ وہ مقام ہے جہاں قبلہ تبدیل کرنے کا حکم دیا گیا، اس میں داخل ہوتے ہی دروازے کے اوپر ایک محراب ہے جو بیت المقدس کی طرف ہے، اس کے بالمقابل دوسری طرف کعبہ کی جانب ایک محراب ہے، ہر مسجد میں دو دو رکعت نفل نمازیں ادا کی جاتی ہیں، حدیث کے مطابق تمام مسجدیں جہاں نماز ادا کی گئیں قیامت کے دن گواہی دیں گی۔

احد کا پہاڑ:. مسجد نبوی سے ۳ میل کے فاصلہ پر میدان احد ہے اور مسجد سے باہر نکلنے کے بعد کچھ ہی دور سے احد کا پہاڑ نظر آتا ہے مشرکین مکہ ۳ ہجری میں مکہ سے آکر جنگ بدر کا بدلہ لینے کے لئے مدینہ پر حملہ کرنے آئے اور یہیں پر مسلمانوں اور مشرکوں کو آمنا سامنا ہو کر جنگ ہوئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی ہدایات پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے کامیابی ناکامی میں بدل گئی، یہیں پر رسول اللہ ﷺ زخمی ہوئے۔ ۷۰ سے زیادہ صحابہ شہید ہوئے جن میں حضرت مصعب بن عمیرؓ، اور حضرت حمزہؓ بھی ہیں، ہندہ نے وحشی بن حرب کے ذریعہ حضرت حمزہؓ کو شہید کیا اور ان کے جسم کا مثلہ کیا تھا۔ کافی بڑی تعداد میں صحابہ زخمی ہوئے اور ان کو نقصان پہونچا۔ امام بخاری نے حضرت انس بن مالکؓ خادم رسول سے روایت کیا کہ جب آپ خیبر گئے تو میں بھی بغرض خدمت آپ کے ساتھ تھا، واپسی پر آپ ﷺ کو جبل احد نظر آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور اس سے ہم بھی محبت کرتے ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا: کہ تم جبل احد پر آؤ اس کے درخت سے کچھ کھاؤ اگرچہ درخت خاردار ہی کیوں نہ ہو۔ اسلئے اس کی چیزوں میں سے کچھ کھالینا مستحب ہے۔

بیر رومایا بیر عثمان:. یہ کنواں مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ جو ایک یہودی کا تھا اور وہ پانی فروخت کرتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے اس کنویں کو خریدنے کی درخواست کی، حضرت عثمانؓ نے آگے بڑھ کر ۱۲ ہزار درھم میں آدھا کنواں خریدا۔ یہودی اور حضرت عثمانؓ کے درمیان معاہدہ یہ ہوا کہ ایک ایک دن پانی باری باری سے

لیا جائے گا۔ حضرت عثمانؓ نے اسے مسلمانوں کیلئے وقف کر دیا، تو مسلمان ایک ہی دن میں دو دنوں کا پانی بھر لیتے تھے، یہودی کا پانی فروخت ہونا بند ہو گیا، اس پر یہودی نے حضرت عثمانؓ سے پورا کنواں خریدنے کو کہا۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے مزید ۸ ہزار درہم دے کر پورا کنواں خرید لیا۔

جنگ بدر کا میدان:۔ یہ مدینہ منورہ سے 85 کیلومیٹر پر ہے، جہاں اسلام اور مشرکوں کے ساتھ پہلی جنگ ہوئی تھی، کئی صحابہ کے قبور ہیں اور ایک مسجد اس جگہ بنائی گئی جہاں حضور ﷺ کا چبوترا تھا زیارت کرانے والے ٹیکسی یہاں نہیں لے جاتے۔

عبداللہ صدیقی صاحب کی کتابوں پر مولانا **احمد عبیدالرحمٰن** اطہر ندوی وقاسمی (بانی وناظم مدرسہ امدادالعلوم ٹین پوش، خطیب وامام مسجد ٹین پوش، امیر مدرسہ فیض العلوم سعید آباد، ناظم مجلس دعوۃ الحق) حیدرآباد کا تعارفی بیان پڑھنے سے غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے۔

بسمہ تعالیٰ

۲۴ شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ۔ ۱۵ جولائی ۲۰۱۲ء

بعد الحمد والصلاۃ عرض ہے کہ عقیدہ اور ایمان کا تحفظ اور اس امانت کی آنے والی نسلوں تک منتقلی ایک مسلمان کی سب سے اہم ذمہ داری ہے۔ لیکن آج کل بچوں کی دینی تعلیم کا تصوّر ناظرہ قرآن مجید اور چند سورتوں کے حفظ تک محدود ہو کر رہ گیا ہے، حالانکہ بڑی ضرورت ان کی ذہن سازی اور عقیدہ وایمان کے سلسلہ میں ان میں شعور کی بیداری ہے۔

محترم **عبداللہ صدیقی** صاحب ماشاءاللہ اس کام کا خوب جذبہ رکھتے ہیں اور اسی فکر اور جذبہ سے مختلف موضوعات پر عام فہم اسلوب میں ان کی کتابیں شائع ہوئیں اور ہو رہی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کتابوں سے امت کو خوب نفع پہونچائے اور محض اپنے کرم سے شرف قبولیت سے مشرف فرمائے۔ والسلام

احمد عبیدالرحمٰن اطہر

خادم مدرسہ امدادالعلوم وجامع مسجد ٹین پوش حیدرآباد۔ فون نمبر: 040 2325952